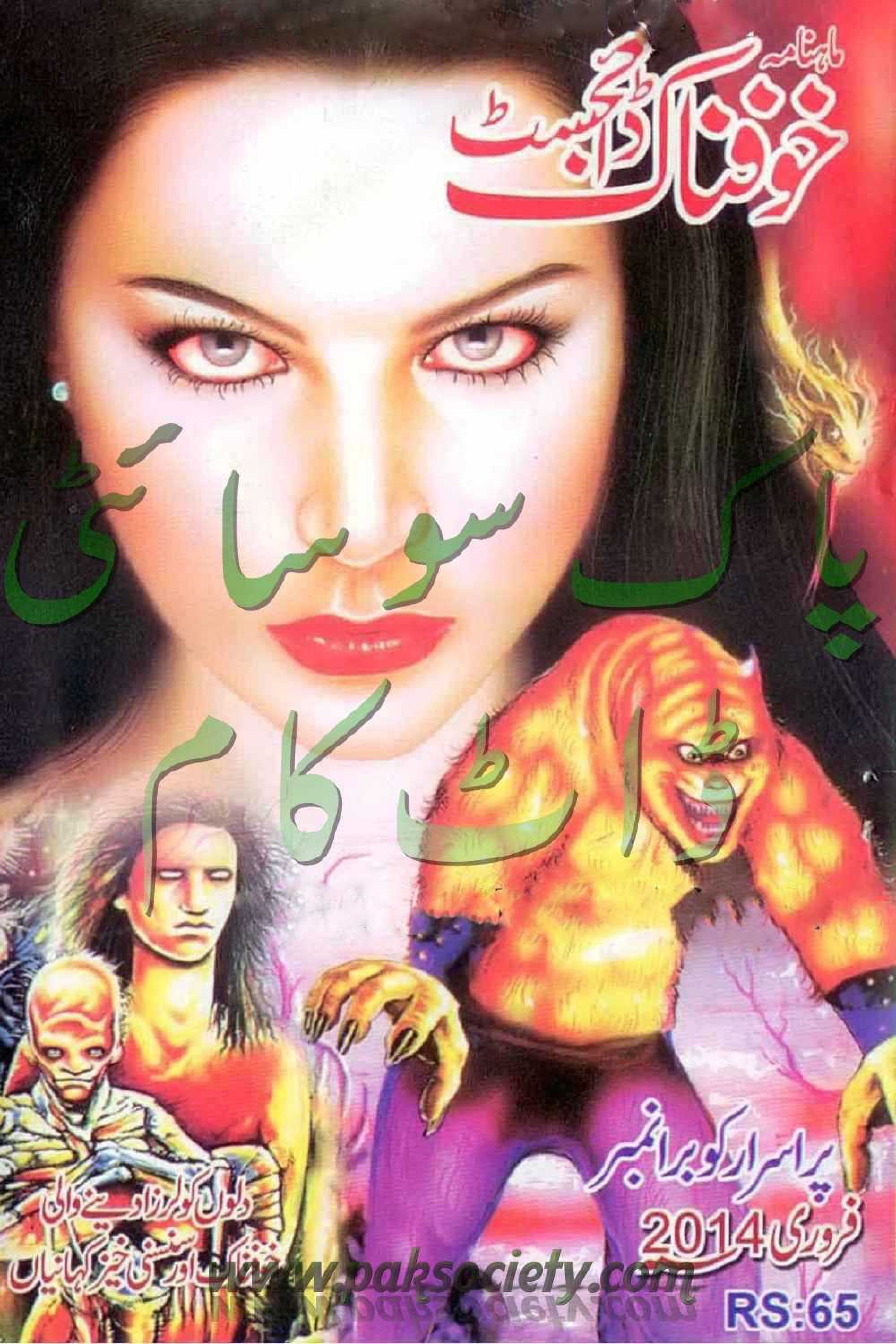


ماہنامہ
خوفناک ڈائجسٹ
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
پراسرار کوبرا نمبر
فروری 2014
دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں
www.paksociety.com
RS:65

CPL No.219

ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

لاہور

جلد نمبر۔ 17 شمارہ نمبر۔ 9

فروری **2014**

قیمت۔ 65روپے

پراسرار کوبرا نمبر

قارئین کے لیے رابطہ نمبر

آفس مینجر۔ ریاض احمد۔ 0341.4178875

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ، لاہور

ایجنٹ حضرات کے لیے رابطہ نمبر

سرکولیشن مینجر۔ جمال الدین۔

033.4302601



خوفناک ڈائجسٹ

ماہ فروری 2014ء کے شمارے پراسرار کوبرا نمبر کی جھلکیاں

خونی

شہاب شیخ۔ قسط نمبر ا۔

بھید۔ قسط نمبر ا

خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔

طلسمی نیکلس

صداقت عالم بخاری محبوب شاہ

طلسمی ٹوپی

ایم ذاکر۔ ہلاں آزاد کشمیر

خوشبو

احسان سحر۔ میانوالی

نیش عقرب

ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور

پراسرار کوبرا

قیصر جمیل پروانہ۔ مامومن کانجن۔

حوس

عثمان غنی۔ پشاور

خوفناک ڈائجسٹ فروری 2014ء کے شمارے پراسرار کوبرانمبر کی جھلکیاں

دسمبر

تم تم نشاد۔ رتوال۔ فتح جنگ۔

اپنے پیاروں کے نام شعر

راز

اسد شہزاد۔ گوجرہ

غزلیات

چاہت

انیلہ غزل۔ حافظ آباد۔

پھول اور کلیاں

مجھے یہ شعر پسند ہے

پراسرار کوبرانمبر

دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں ہمیشہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی دل سے اطاعت کرتے ہیں ایمان و دین کا ہمیشہ ساتھ دیتے ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں صبر سے کام لیتے ہیں او۔ ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جنت ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں رہیں گے۔ اور ان کے لیے پروردگار کے ہاں بڑے درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دنیا میں رحمتہ العالمین بنا کر بھیجا تا کہ جو لوگ گمراہ ہے ایسے لوگوں کو سیدھے راستے پر لایا جائے آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمتہ العالمین بن کر آئے آپ نے مشرق، مغرب، ہر طرف دین کو پھیلایا اور گمراہ لوگوں کو سیدھے راستے پر لایا جب آپ ﷺ فوت ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لیے دو چیزیں دنیا میں چھوڑ گئے۔ (1) قرآن مجید (2) نماز

صدیوں پہلے جو آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بتائی تھی وہ سب آج پوری ہو رہی ہیں۔ جیسے کہ: مسلمان یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سمجھا جائے گا۔ عورتیں ننگی ہونگی۔ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ حسن قرات کے مقابلے ہونگے۔ اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا۔ حرامی بچوں کی کثرت ہو گی۔ مسجدیں خوب سجائی جائیں گی۔ علما سرمایہ داروں کی خوشامد کریں گے۔ گانے بجانے کے آلات عام ہونگے۔ دنیا کی قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گی۔ ڈرامے کافروں کی ایجاد ہے۔ جینے سے بہتر مرنا ہو گا۔ خیر و شر کے دور۔ تیس جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔ ہندوؤں اور یہودیوں سے بیک وقت جنگ ہونگی۔ مشکل وقت میں دین پر قائم دینا۔ خوش نصیب فتنوں سے بچیں گے۔ بڑے خوفناک مرحلے آئیں گے۔ لوگ اپنے بزرگوں پر لعنت بھیجیں گے۔ عورتیں منبر پر کھڑی ہو کر تقریر کریں گی۔ سلام کی بجائے گالی کا رواج ہو گا۔ بلند و بالا عمارتیں بنائی جائیں گی۔ ج۔ وتے کے تسمے باتیں کریں گے۔

ایسی بہت سی نشانیاں جو ہمارے سامنے واضح ہو چکی ہیں ہم ان پر غور نہیں کر رہے بلکہ ان کاموں کو زیادہ بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ نہیں جانتے کہ آخرت میں ان سب کاموں کا کیا صلہ ملے گا ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ قیامت کے دن پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک سب لوگ جمع ہوں گے سارے نبیوں کی امتیں موجود ہوں گی ان سب میں آپ اپنی امت کو کیسے الگ کریں گے کہ میری امت ہے۔ آپ ﷺ کی امت کی خاص پہچان ہو گی جس کی وجہ سے اسے دوسرے لوگوں سے الگ کیا جا سکے گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کہیں پائی جائے گی اور وہ علامت یہ ہے کہ میری امت دن بھر میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتے وقت جو اعضاء سجدے میں زمین پر رکھتی ہے وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے اور یہ علامت دوسرے لوگوں میں موجود نہیں ہو گی۔ ایک دوسری روایت میں یہ بیان کیا گیا کہ نماز کے لیے وضو کرتے وقت جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوں گے اس سے حضور اکرم ﷺ اپنی امت کے لوگوں کو دوسری امتوں سے الگ کر لیں گے اور ظاہر ہے یہ علامت ان لوگوں میں پائی جاتی گی جو نماز پنجگانہ کے پابند ہیں اور جو نماز ہی پابندی سے ادا نہیں کرتے انہیں یہ علامت نہیں پائی جائیگی اور ان کو آپ ﷺ اپنی امت میں شامل نہیں فرمائیں گے اور ایسے لوگ آپ ﷺ کی شفاعت سے بھی محروم رہیں گے۔

اے لوگوں دیکھو، ایسی بہت سی باتوں کو جن سے تم پرہیز کرتے ہو۔ دیکھو ایسی بہت سی نشانیوں کو دیکھو ایسے بہت سے لوگوں کو جو دین پر ایمان رہتے ہیں اور صرف اور صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خدا کے ہاں کتنا کچھ ہے جو تمھاری سوچ سے بھی زیادہ مومن لوگوں کو ملے گا۔

قرآۃ العین، رحیم یار خان

نئی ابھرتی ہوئی شاعرہ انعم چاند بوہاڑی کی شاعری

غزل

ہم تم کو ڈھونڈتے رہے اس بھری محفل میں
تم کھو گئے کہاں تیرا انتظار ہے
جلدی آیا کرو تم لیٹ آتے ہو
اس درددل کی محفل کو سمجھ نہ پاتے ہو
اک بات بتانے کو دل بیقرار ہے چاند
کیسے تمہیں بتائیں ہمیں تم سے پیار ہے

اشعار

یہ برسات کا موسم اور رت پیار کی آئی ہے چاند
تم دور ہو مجھ سے یہ سوچ کر آنکھ میری بھر آئی ہے

☆

نہ دور جایا کرو ہم سے اے چاند
ہم انتظار کرتے رہے ہیں دن بھر تمہارا
پہلے تو اور بات تھی آغاز عشق تھا
اب یوں نہ ستایا کرو احسان ہوگا ہم پر تمہارا

☆

او بے وفا بے وفائی نہ کر
تم کیسے سکون پاؤ گے مجھے چھوڑ کر
اک بات سن میری تو اک فیصلہ کر چاند
یا ان کو پیار دے یا مجھے پیار کر

☆

ہم نے دعائیں مانگ کر منگوا ہی لیا اس کو چاند
دل میرا رویا بہت جب نظر اٹھا کر نہ دیکھا اس نے

☆

رات ساری کٹ گئی یہ سوچتے ہوئے چاند
بقول اس کے کہ سب سویا کریں گے
اور ہم رویا کریں گے

غزل

میں محو رہتی ہوں تیری یادوں میں ہر وقت
کیوں گم سم رہنے لگی ہو مجھے کہتے ہیں یہ سب
کیا بتاؤں ہر کسی کو اپنی محبت کے بارے میں
بس تم ہی جان جاؤ میری محبت کو یوں اب
میں دعا مانگتی ہوں اپنے پروردگار سے
میرا چاند مجھ کو دے دے یوں کسی کے بھی سبب
یقین ہے مجھ کو نہ ٹھکرائے گا مجھ کو خدا میرا
کیونکہ مانگا ہی ہے میں نے اس کو یوں اس سبب سے اب

امید

لوٹ کے آنا تو اسے میرے پاس ہے
جینے کی میرے پاس اک یہی آس ہ
چھوڑ کر اسے تو زندہ رہ نہیں سکتی
چلتی اس کے نام سے یہ میری سانس ہے
ہیں اور بھی میرے بہت منتظر لیکن
محبت تو مجھے صرف اسی کی راس ہے
پا کے محبت میں خود کو سمجھتی ہوں معتبر
کہ زمین کا چاند تو صرف میرے پاس ہے
یقین آ ہی جائے گا اسے میرے خلوص پر
کہ مجھے کسی اور کی نہیں صرف اسی کی آس ہے
وہ بھول جائے مجھ کو یہ کیسے ممکن ہے چاند
رک جاتی اسی خیال سے یہ میری سانس ہے

غزل

کیسے کہہ دوں کہ وہ اب نہیں ہے میرا
جس کے بن اک پل گزرتا نہیں ہے میرا
سانسوں میں بسا ہے وہ دل میں ہے رہتا
بن اس کے سانس بھی چلتا نہیں ہے میرا
اداسیاں ہی آئی ہیں شاید میرے حصے میں
یہ موسم تنہائی اب گزرتا نہیں ہے میرا
یقین ہے آئے گا پلٹ کر میرے پاس ہی
لیکن جدائیوں کا موسم کٹتا نہیں ہے میرا
ایسا نہ ہو کہ انتظار میں دم نکل جائے
بہت سہہ لیا ہم دوریوں کو صبر کر کے چاند
کہ اب چھوٹ نہ جائے دامن دن گزرتا نہیں ہے میرا

غزل

سن کے میری داستان وہ کل بھی رو پڑا
شاید کسی کی یاد کا دکھ اسے بھی تھا
سنا تو دیتے ہم تمہیں یہ داستان غم
میری داستان کا کچھ عنوان ہی ایسا تھا
بھولنا چاہوں بھی تو بھلا نہیں سکتی چاند
میری زندگی کا وہ اک ناقابل فراموش سانحہ تھا

ابھرتے ہوئے شاعر

ہردلعزیز شاعرہ کشور کرن کی شاعری

غزل

آکر میرے شہر میں وہ قیام کر گیا
میری تمام چاہتیں سرعام کر گیا
پل بھر کے لیے ٹھہرا تو موسم بدل گیا
لیکن ہواؤں میں بھی مجھے بدنام کر گیا
وہ دی سزا جس کی میں حق دار نہ تھی
جاتے جاتے میری زندگی کی شام کر گیا
دھڑکن کی تال پر تھے ارمان ناچتے رہے
میری سسکیوں کو بھی وہ اور عام کر گیا
چاہت کے سوداگر نے یوں کیا سودا
انمول جو وفا تھی وہ نیلام کر گیا
اتنا تو کہوں گی کہ وہ آیا تھا میرے شہر
کرن چلو کچھ تو کیا شہر کو سلام کر گیا

غزل

وہ میرے درد کو میرے انگ انگ میں بسانے آیا
وہ میرا افسانہ غم مجھ کو بتانے آیا
میرے ارمانوں کے دربار پہ بجھتی گئی شمع
وہ میرے جیون کے بھی دیپ بجھانے آیا
کبھی نہ دیکھی اس نے آکر میری پلکوں کی نمی
نمک زخموں پر لگا کر وہ رلانے آیا
پتھروں سے مجھے پیار ہے نہیں آرزوئے گل
وہ مرے بستر پر کانٹوں کو بچھانے آیا
ہم نے بیگانوں میں بھی اپنوں کو ڈھونڈا اکثر
اک وہ ظالم تھا کہ ہر رشتہ مٹانے آیا
روشنی دیکھ میرے آنگن میں بن کے طوفان
میرے منڈیر کے چراغوں کو بجھانے آیا

غزل

مجھ سے رہائی پاکر میری زنجیریں ڈھونڈتا ہے کیوں
وہ اکثر مجھ سے ملنے کی دلیلیں ڈھونڈتا ہے کیوں
چلو اب خوش تو رہتا ہے سائے کو جدا کر کے
مگر اب وہ کاغذوں میں تصویریں ڈھونڈتا ہے کیوں
پلٹ کر دیکھنا تو اب میری فطرت نہیں رہی
مجھے واپس بلانے کی تجویزیں ڈھونڈتا ہے کیوں
کبھی وہ غصہ میں آکر قلم میرا توڑ دیتا تھا
حیران ہوں کہ اب وہ میری تحریریں ڈھونڈتا ہے کیوں
چاہت سے بھر کر دولت کی ہوس رہتی تھی اس کو
میرے گھر کی کچی حویلی میں لکیریں ڈھونڈتا ہے کیوں

غزل

رک جا میرے پردیس میری بھیگی پلکوں کا سلام لیتا جا
میرے شہر سے جارہے تو کوئی پیغام لیتا جا
روتی ہوئی آنکھوں میں ایک امید ہے باقی
آنکھوں کے اس مے خانے سے تھوڑا سا جام لیتا جا
اک پل جو تو آکر ٹھہرا ہے میرے شہر میں
اس خوشگوار موسم کی اک شام لیتا جا
میں کیسے رہ پاؤں گی تجھ سے بچھڑنے کے بعد
جاتے جاتے اس دل کا پیام لیتا جا
کیا خبر کہ میری سانس ٹوٹ جائے تیرے آنے سے
اس آنسوؤں بھرے دل کے کرن سارے انعام لیتا جا

غزل

کیوں تیری آنکھوں میں اب بھی آنسو دیکھوں
جو مجھے مجھ سے چرالے وہ خنجر دیکھوں
آمیرے سامنے میں تیری بلائیں لے لوں
اپنی چاہت کی بھی میں تجھ میں خوشبو دیکھوں
میں تجھے پالوں زمانے سے ٹکرا کے صنم
میں خود میں تیرے لیے اتنی آرزو دیکھوں
آنکھیں تو بھی زمانے کو چھوڑ کر ہمدم
میں اپنی محبت کو تجھ میں روبرو دیکھوں
نہ کبھی بور ہونا اب میری کسی بات پر تم
میں تیرے لب پر کرن اپنی گفتگو دیکھوں

غزل

تجھے جس سے محو گفتگو میں پوچھتی ہوں وہ کون ہے
جس کی ہے تجھ کو آرزو میں پوچھتی ہوں وہ کون ہے
بڑے سج دھج کے نکلے تھے میں نادان سمجھ نہ پائی
جو بس گئی تیری سانسوں میں میں پوچھتی ہوں وہ کون ہے
تیری عقل پر پردہ تیرے ہوش وحواس بھی قائم نہیں
ہر پل تجھے ہے جس کی جستجو میں پوچھتی ہوں وہ کون ہے
تو کتنے چہروں پر مر بیٹھا اپنی عزت کا کچھ خیال کر
جس کے لیے رات بھر ہے جاگتا میں پوچھتی ہوں وہ کون ہے

کشور کرن۔ پتوکی

گلشن ناز کے دِل کی آواز

کوئی اپنا ہوتا

اے کاش کوئی میرا بھی اپنا ہوتا
روتی اس کی یاد میں جب تو
چپکے سے آنسو میرے چرا جاتا
جب بھیڑ میں خود کو تنہا پاتی میں
تو مجھ کو ہی مجھ سے وہ ملا جاتا
ہوتی اگر تکلیف مجھے تو
درد اس کو بھی ستا دیتا
جب چہروں میں ڈھونڈتی چہرہ اس کا
وہ حسین چہرہ اپنا دکھا جاتا
تڑپاتی جب مجھ کو جدائی اس کی
تو دھیرے سے وہ یادوں میں آ جاتا
جب لکھتی میں کوئی غزل نام اس کے
گلشن تو میری ہی غزل مجھ کو سنا جاتا

کون کہتا ہے

کون کہتا ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں
وہ آج بھی ہے
یہیں کہیں میرے آس پاس
میرے بہت ہی قریب
وہ تو میرے دل میں بسا ہے
میری آنکھوں میں چھپا ہے
میری سانسوں میں رچا ہے
کون کہتا ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں
وہ مجھ سے ملنے روز آتا ہے
میرے خوابوں میں
مجھے نیند سے جگاتا ہے
ڈھیروں باتیں کرتا ہے
روؤں میں اگر تو وہ
میرے گرتے آنسوؤں کو ہتھیلی پہ
سجاتا ہے

کہا تھا اس نے مجھ سے کہ جب تم سے
بہت دور چلا جاؤں
پھر لوٹ کر نہیں آؤں
تو سمجھ لینا کہ میرے بس میں نہیں ہے تم
سے ملنا
پر تم گھبرانا مت
اور اپنی آنکھیں بند کر لینا
اگر ہوا کا پہلا جھونکا تجھ کو چھو کر گزرے
تو سمجھ لینا
ہم آئے ہیں تم سے ملنے
تیری درد تنہائی کو بانٹنے
اپنی بے بسی اور بے چارگی بتانے
تمہارے دل کا حال سننے
اور اپنے دل کی بات کہنے
ہم آئے ہیں
اداس مت ہونا کبھی تم
ورنہ ہم روٹھ جائیں گے
پھر یادوں سے بھی دور چلے جائیں گے
اور لوٹ کر کبھی نہ آئیں گے

جانے وہ کون تھا

جانے وہ کون تھا اجنبی
ہر روز جو خوابوں میں آتا تھا
مجھے نیند سے جگاتا تھا
پھر خود کو میرا اپنا کہہ کر
ہاتھ مجھ سے ملاتا تھا
جانے وہ کون تھا اجنبی
میں جب بھی روتی تھی
وہ مجھے ہنساتا تھا
میری بھیگی پلکوں سے
وہ آنسو میرے چراتا تھا
اور دھیرے سے
کانوں میں یہ کہہ جاتا تھا
پگلی میں ہوں تیرا اپنا
تیرے دکھ سکھ کا ساتھی
تیری خوشیوں کا رکھوالا
تیری آنکھوں کا تارا
تیرے جیون کا سہارا
تو ہے ساحل اور میں ہوں کنارا

یہ دل

دھڑکتا ہے یہ دل میرا
تڑپتا ہے یہ من میرا
بنا تیرے چین نہیں آتا
یہ دل کہیں بھی نہیں لگتا
تیری یاد ہم کو ستاتی ہے
آنکھیں بھی روتی ہیں
نہ جاگتی ہیں نہ سوتی ہیں
پل پل تنہائی ڈستی ہے
نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
سنو تم سے یہ کہتے ہیں
ہمیں اپنا بنا لو تم
دل میں اپنے بسا لو تم
دل میں اپنے بسا لو تم
ہمیں کو ہم سے چرا لو تم
تم سے دور اب نہ رہ پائیں گے
یہ درد جدائی نہ سہہ پائیں گے
اس قدر ٹوٹ کر چاہیں تمہیں
کہ دل، وجان بھی
تیرے نام کر جائیں گے
سنو تم اپنا بنا لو۔ ہمیں

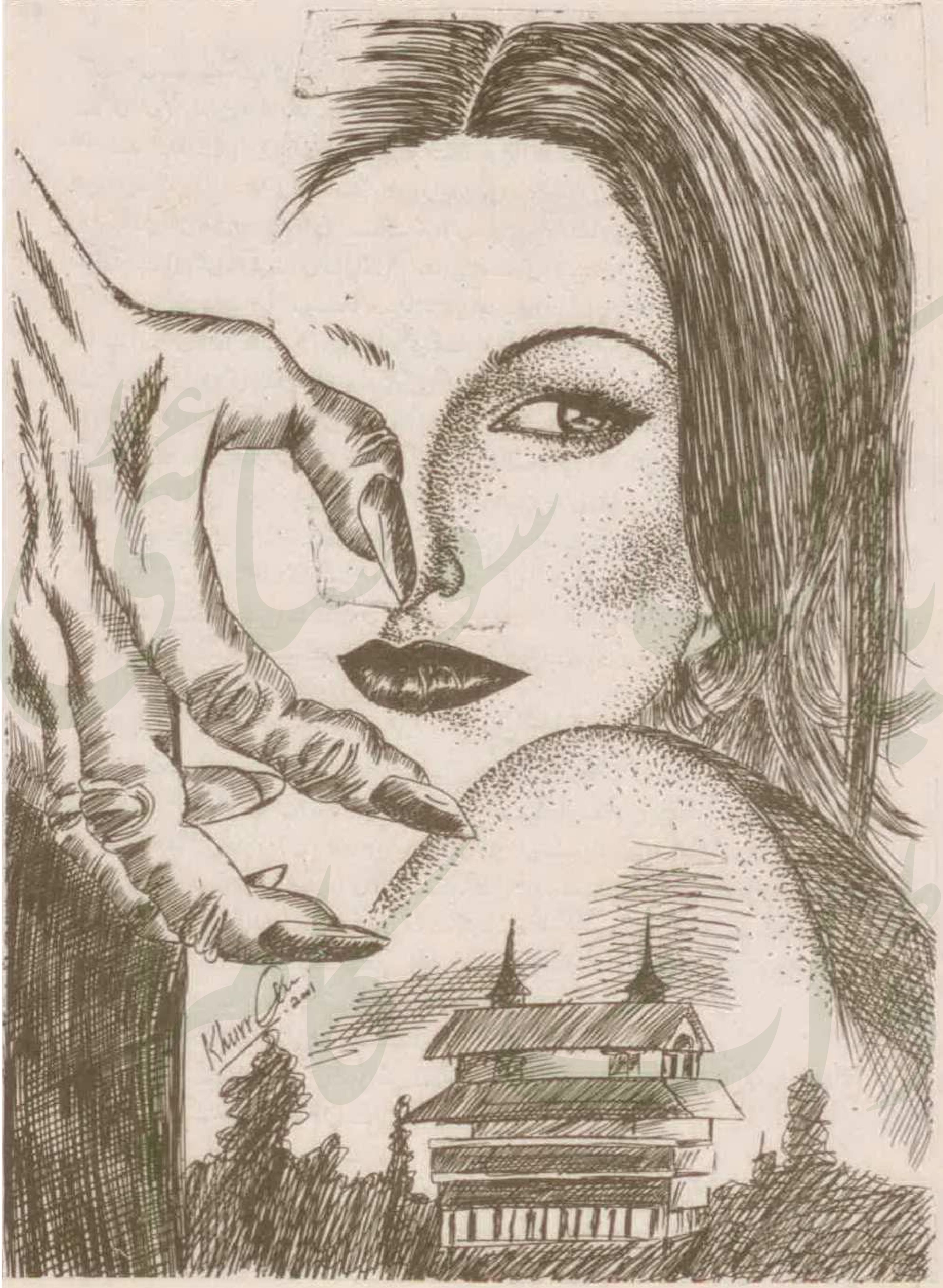
تلاش عشق

--ریاض احمد-باغبانپورہ-لاہور-قسط نمبر۲-0341.4178875

ہاں موت سے تو ڈرنا چاہیے لیکن اتنا بھی کہ انسان خوف سے ہی مر جائے۔ میں تیرے ساتھ ہوں چلو بس دیکھتے ہیں وہ پہاڑی کی طرف کیوں جارہا ہے اگر وہی سایہ ہوا تو اس کا بھی پتہ چل جائے گا کہ وہ انسانوں کو کہاں لے کر جاتا ہے۔ اور ان کے مردہ جسموں کو کہاں رکھتا ہے آمنہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ خیمہ سے باہر نکل گئی اس کو دیکھتے ہوئے۔ ہانیہ بھی باہر نکل گئی۔ اس نے بھی اپنے خوف کو کچھ کم کر دیا تھا۔ دونوں ہی اس کے تعاقب میں چلتی ہوئی آگے بڑھتی جارہی تھیں وہ سایہ اپنے ہی انداز میں چلتا جارہا تھا اس کو کسی بھی بات کی خبر نہ تھی کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ پہاڑی پر جا کر رک گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا پہاڑی زیادہ اونچی نہ تھی کہ وہ اس پر نہ پہنچ سکے تھوڑی محنت کے بعد وہ پہاڑی پر چڑھ گیا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا اس کو دو سائے پہاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس کی تمام توجہ ان سایوں کی طرف ہو گئی۔ وہ مسلسل اس کی طرف بڑھ رہے تھے وہ ان کو دیکھ کر ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ چڑیلیں ہوئی تو تب بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور کوئی اور مخلوق ہوئی تو تب بھی وہ ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ سائے چلتے چلتے اس کے سامنے ہی پہاڑی سے نیچے رک گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر چونک گیا اس کی خوشی کی کوئی بھی انتہا نہ رہی یہ تو وہ ہے آمنہ ہے جس کا عکس پانی میں تیرتا ہوا اس نے دیکھا تھا۔ اس نے چاند کی مدہم روشنی میں بھی اس کو پہنچان لیا تھا۔ اور تیزی سے پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

ہانیہ نے ایک سرد آہ بھری وہ جان چکی تھی کہ شازیہ اب کبھی بھی ان کے سامنے نہیں آئے گی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے اس کو موت کے حوالے کر دیا ہے۔ عشق سے مجبور ہو کر اس کو موت کے منہ میں دھکیل دیا ہے۔ وہ کافی دیر تک کھڑی اس جگہ کو دیکھتی رہی جہاں وہ دونوں کھڑی تھیں اور اب ان میں وہ نہ تھی صرف ہانیہ ہی تھی۔ نجانے کیوں اس کو خوف سا محسوس ہونے لگا ایسا لگنے لگا جیسے کوئی وہاں موجود ہے۔ یہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن اسے کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ یہ یہ وہی ہو گا ہاں میرا ارلجہ ہو گا میرا مہارلجہ ہو گا۔ وہ رک گئی اور اس طرف دیکھنے لگی جہاں اس کو کسی کی آہٹ سنائی دی تھی۔ اس کی نظریں اس کو تلاش کرنے لگیں اور پھر اس کو ایک ہیولہ سا دکھائی دیا۔ جو دھندلا سا تھا وہ ساکت کھڑی اس ہیولہ کو دیکھنے لگی۔ وہ وہ یہیں کہیں ہے وہ کہیں نہیں گیا ہے شازیہ کو چھوڑ کر واپس آ گیا ہے وہ اس ہیولہ کو محسوس کرتے ہوئے سوچتی جانے لگی لیکن کافی وقت بیت جانے کے بعد بھی جب اسے کچھ دکھائی نہ دیا تو وہ ڈر گئی اور تیزی سے پہاڑی سے اتر کر خیمہ کی طرف بھاگی۔ اسے ہر طرف سے خوف اور ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ جلد ہی وہ خیمہ میں جا پہنچی۔ ایک گہری نظر اس نے خیمہ میں سوئی حنا۔ سحر اور ساحل پر ڈالی وہ گہری نیند سو رہی تھیں۔ وہ پر سکون ہو گئی۔

۔ ۔ دیکھو راج۔ میں نے تیرے اندر بہت طاقتیں ڈال دی ہیں اب تم ہر کسی کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ لیکن اکیلے


Khurr
2001

نہیں۔اس کے لیے تمہیں کسی کی مدد کی ضرورت ہوگی۔اس کے پاس بھی بے شمار طاقتیں ہیں۔لیکن اس کے علم نے بھی اس کو تمہارا چہرہ دکھا رکھا ہے جس طرح میں اس کا چہرہ دیکھ رہا ہوں اس کو تمہارا انتظار ہے۔وہ تمہاری منتظر ہے۔تم دونوں مل کر ہی اس آفت کا مقابلہ کر سکتے ہو بیٹا اس نے کئی لڑکیوں کی جان لی ہوئی ہے اور ابھی مزید اس نے ایسا کرنا ہے اس کو ننانوے لڑکیوں کی جان لینی ہے تب اس کی منزل اس کو ملنی ہے اور اس کی منزل کوئی معمولی نہیں ہوگی وہ دنیا پر راج کرے گا۔میں اس لڑکی کا چہرہ تم کو دکھا دیتا ہوں۔اتنا کہہ کر بزرگ نے پاس رکھے ہوئے پانی میں پھونک ماری تو پانی میں حرکت پیدا ہونے لگی وہ ایسے لہرانے لگا جیسے ٹب میں بہت بڑا زلزلہ آگیا ہو۔راج بہت توجہ اور تجسس کے ساتھ یہ تمام منظر دیکھ رہا تھا وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بابا جی اس کو کس لڑکی کا چہرہ دکھاتے ہیں جس کا وہ انتظار کر رہی ہے۔پانی ابھی تک لہرا رہا تھا رکنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا بزرگ کی تمام تر توجہ پانی پر تھی اور راج کی بھی بابا جی ساتھ ساتھ پھونکیں بھی پانی میں مارتے جا رہے تھے۔اور پھر لہراتا ہوا رکنے لگا۔اور چند لمحوں بعد وہ پہلے کی طرح بالکل ساکت ہو گیا۔اس میں ایک دھندلا چہرہ ابھرنے لگا۔جو دھیرے دھیرے واضح ہونے لگا۔جب پوری طرح عکس واضح ہو گیا تو راج چونک سا گیا۔اتنا حسین چہرہ اس نے اس سے قبل کبھی بھی نہیں دیکھا تھا اتنی حسین لڑکیاں اس نے دیکھی تھیں لیکن ایسا چہرہ اس کو خواب بھی نظر نہیں آیا تھا۔سرخ وسفید رنگت۔لمبے لمبے ریشمی لہراتے ہوئے بال جو اس کی کمر تک پڑے ہوئے تھے اور آگے سے کٹے ہوئے تھے۔موٹی موٹی سیاہ آنکھیں ان آنکھوں میں ایک سحرانہ کشش ایسی کشش کہ کوئی بھی اسے ایک بار دیکھ لے اس کا دیوانہ ہوئے بنا نہ رہ سکے۔راج یہ بات بھول ہی گیا تھا کہ وہ آج کی اہم رات بابا جی کیا لینے آیا تھا اس سندر چہرے نے اس کے ہوش تک بھلا دیئے تھے۔پانی میں چاند کی طرح چہرہ پورے پانی کو روشن کئے ہوئے تھا۔

بابا جی۔وہ کچھ کہنے لگا تو بابا جی بول پڑے۔

اس کا نام آمنہ ہے۔اس کی آنکھوں پر غور کرو تمہیں ایک کشش دکھائی دے گی۔یہ کشش قدرتی اس کے اندر موجود ہے۔یہ ایک خاص وقت کی پیدائش ہے۔اس کو پہلے معلوم نہ تھا کہ اس کے اندر قدرتی طاقتیں موجود ہیں لیکن اب معلوم ہو گیا ہے اس کو یہ طاقتیں حاصل کرنے کے لیے تمہارے طرح چلے نہیں کرنے پڑے بلکہ اس کے اندر موجود طاقتیں خود بخود اس پر ظاہر ہوتی جا رہی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی ہے جب تک تم اس کا ساتھ نہ دو یوں سمجھ لو کہ اس کو تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے اور تم کو اس کے ساتھ کی ضرورت ہے۔اکیلے تم بھی کالی دنیا کے حسین لوگوں کو مات نہیں دے سکو گے۔بابا جی بولتے جا رہے تھے جبکہ وہ اس حسن پری کے لہراتے ہوئے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔وہ اس کا دیوانہ بن کر رہ گیا تھا۔اس کے حسن پر مر مٹا تھا۔ خدا نے اسے فرصت کے لمحات میں تخلیق کیا ہوگا۔وہ سوچ رہا تھا۔

بابا جی۔کیا واقعی اس کو میری ضرورت ہے۔اس نے بے یقینی سے کہا۔

ہاں۔میں نے بتایا ہے کہ جس طرح میں نے تمہارا چہرہ اس کو دکھایا ہے اسی طرح اس کو تمہارا چہرہ بھی دکھایا گیا ہے اس کے اندر موجود طاقتوں نے اس کو سب کچھ دکھا دیا ہے۔

بابا جی یہ کہاں مجھے ملے گی۔راج نے کہا۔

یہ۔اس وقت ایک جنگل میں موجود ہے۔سیر کرنے گئی تھی۔اس کے تمام ساتھیوں کو مار دیا گیا ہے اور مارنے والا وہی ہے جس نے آج کل ہانیہ پر قبضہ کیا ہوا اس کو اپنے اشاروں پر نچا رہا ہے۔بیٹا جتنا جلدی ہو سکے اس کو مار ڈالنا ورنہ اگر اس کو اس کی منزل مل گئی تو پھر کچھ بھی نہیں بچے گا خاص کر لڑکیوں کا تو بہت بڑی

شکاری ہے۔ نہ صرف ان کی عزتوں سے کھیلتا ہے بلکہ ان کے خون سے اپنی پیاس بھی بجھاتا ہے۔ آمنہ اس جنگل میں بھٹک رہی ہے۔ وہ اپنا راستہ نہیں بھولی ہے بلکہ اس کو اس کی تلاش ہے جس نے اس کے پورے گروپ کو نگل لیا ہوا ہے۔ لیکن وہ جانتی ہے کہ وہ اکیلی کچھ بھی نہیں کر سکتی۔

ٹھیک ہے باباجی میں ابھی جنگل میں جانے کا سفر شروع کر دیتا ہوں۔ راج نے کہا۔

ہاں جاؤ۔ باباجی پانی کے ٹب میں ہاتھ لہراتے ہوئے کہا۔ پانی میں ہاتھ لہرانے کی دیر تھی کہ چاند کی مانند چمکتا ہوا چہرہ لہروں میں کہیں غائب ہو گیا۔ راج نے ایک گہری سانس لی۔

راج کا رخ جنگل کی طرف تھا وہ تیزی سے جنگل کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کی نظروں سامنے آمنہ کا حسین سراپا لہرا رہا تھا۔ ایک جنون تھا اس پر جو اس کے قدموں میں طاقت بھرے ہوئے تھا وہ چاہتا تھا کہ ہوا میں اڑ کر اس کے پاس جا پہنچے لیکن ابھی اس میں اتنی طاقت نہیں آئی تھی کہ وہ ہوا میں اڑ سکے اس نے گیارہ دن کا صرف ایک ہی چلہ کیا تھا اور باباجی نے اس کو کہا تھا کہ یہ چلہ اس کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگا۔ لیکن اصل طاقتیں اس وقت ملیں گی جب وہ حسینہ اس کو مل جائے گی۔

اور تیز چلو۔ میں مصیبت میں ہوں۔ چلتے چلتے یکدم کسی کی آواز سنائی دی۔ وہ چونک سا گیا۔ ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن آواز قریب سے سنائی دی تھی۔ یوں لگا تھا کہ کوئی اس کو بلا رہا ہو۔ وہ رک گیا اور جس طرف سے اس کو آواز سنائی دی تھی اس طرف دیکھنے لگا۔ میں وہاں نہیں ہوں جہاں تم دیکھ رہے ہو اس کو پھر آواز سنائی دی۔ اس بار آواز قریب سے سنائی نہ دی تھی بلکہ کچھ دور سے سنائی دی تھی اور اس طرف سے سنائی دی تھی جس طرف وہ بڑھ رہا تھا۔ اس نے چلنے کی رفتار کو تیز کر دیا اس کو یقین ہو گیا کہ اس کو بلانے والی آمنہ ہی۔ لیکن وہ تو کہہ رہی ہے کہ وہ مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے۔ نہیں نہیں۔ وہ کسی بھی مصیبت میں نہیں پھنس سکتی میں اس کو کسی بھی مصیبت میں پھنسنے نہیں دوں گا۔

شازیہ کہاں گئی ہے۔ خیمہ میں شازیہ کو موجود نہ پا کر ساحل سحر اور حنا ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔ حسن۔ عبداللہ۔ اور علی بھی شازیہ کے غائب ہونے پر پریشان ہو رہے تھے لیکن وہ سوچ رہے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں باہر سیر کرنے گئی ہو لیکن کافی دیر گزر جانے کے بعد بھی جب وہ واپس نہ آئی تو سب کو فکر ہونے لگی اور اس کی تلاش شروع کر دی تلاش کرنے والوں میں ہانیہ بھی جو یہ سب جانتی تھی اس کو تلاش کرنا فضول ہے وہ یہاں کہیں بھی نہیں ملے گی وہ تو اس دنیا میں جا چکی ہے جہاں سے کوئی بھی واپس نہیں آتا ہے۔

کہاں جا سکتی ہے وہ۔ سحر نے چلتے چلتے ہانیہ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جیسے اسے ہانیہ پر شک گزرا ہو وہ جھنیپ سی گئی۔

مجھے کیا پتہ۔ میرے ساتھ تھوڑی گئی ہے وہ جو مجھے ایسے دیکھ رہی ہو۔

تمہارا بولنے کا انداز تو یہ بتا رہا ہے کہ جیسے تم نے اسے کہیں چھپا دیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا عاشق اسے اٹھا کر لے گیا ہو۔ حسن نے جلتی پر تیل ڈالا۔

مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کو چھپانے کو اور جہاں تک میرے عاشق کی بات ہے تو اس کی گارنٹی میں نہیں دے سکتی ہوں کہ وہ اسے ساتھ لے گیا ہے یا نہیں۔ اور ایسی بے ہودہ باتیں مجھے ذرا بھی اچھی نہیں

لگتیں ہانیہ نے سپاٹ لہجے میں کہا تو سب کی بولتی بند ہوگئی۔ ان کو احساس ہوا کہ چاہے مذاق میں ہی انہوں نے بات غلط کی ہے۔

سوری میڈم۔ حسن نے اپنی بات کی معذرت کرتے ہوئے کہا میں نے تو ویسے ہی مذاق میں کہہ دیا تھا۔
جانتی ہوں کہ یہ سب مذاق تھا لیکن یہ مذاق صرف میرے ساتھ ہی کیوں میں مانتی ہوں کہ میں اس کے لیے یہاں آئی ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کی دشمن بن بیٹھی ہوں۔ وہ اس انداز میں بولی کہ جھوٹ سچ لگنے لگا۔ اور سب ہی اس کے سامنے شرمندہ ہوگئے۔

ہم سب مختلف راستوں کی طرف چل پڑتے ہیں۔ عبداللہ نے مشورہ دیا۔ جس کسی کو بھی ملے کسی بھی حالت میں وہ دوسروں کو آوازیں دینا شروع کر دے۔

ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔ حنا نے کہا۔ میں اور عبداللہ اس طرف جاتے ہیں۔ ساحل اور حسن اس طرف علی اور سحر اس طرف وہ ہاتھ کے اشاروں سے بتاتی جا رہی تھی۔

اور میں اکیلی ہی اس طرف جاتی ہوں۔ ہانیہ نے یکدم کہہ دیا کیونکہ اس کا اب کوئی ساتھی نہیں بچا تھا۔ اتنا کہہ کر وہ چل دی۔ وہ جہاں بھی ہوگی میں اس کو ڈھونڈ نکالوں گی۔ جنگل زیادہ بڑا نہیں ہے ہر طرف ویرانہ ہی تو کہیں نہ کہیں مل جائے گی وہ جاتے جاتے کہہ گئی۔

اگر وہ نہ ملی تو میں اس ویرانے میں کہیں غائب ہو جاؤں گا۔ میرا اس کے علاوہ دنیا میں ہے ہی کون۔ وہ تو بہت ڈرپوک تھی اکیلی کیسے جا سکتی ہے مجھے ضرور کچھ نہ کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔ حسن ایسے بول رہا تھا جیسے اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ شازیہ کے ساتھ کچھ ضرور ہوا ہے۔

تمہاری بات ٹھیک ہے عبداللہ نے اس کی بات کی تائید کی۔ وہ واقعی ڈرپوک لڑکی تھی وہ تو یہاں آنا نہیں چاہتی تھی زبردستی اس کو لے کر آئے تھے۔

ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ ساحل بیچ میں بول پڑی۔ لیکن یہ بھی بات سنی ہوئی ہے کہ جو زیادہ ڈرتے ہیں ان کے ساتھ ہی ایسے واقعات بیتتے ہیں۔

ہاں ساحل تم نے ٹھیک کہا ہے۔ سحر جلدی سے بولی۔ لیکن اس کو ہمیں ڈھونڈنا ہوگا۔ چلو چلیں۔

لگتا ہے ان کو شک پڑ گیا ہے مجھ پر اور یہ شک ہوتا ہے کچھ نہ کچھ کر گزرتا ہے۔ ہانیہ چلتے چلتے سوچتی جا رہی تھی۔ وہ سب سے کٹ کر رہ گئی تھی اس کا رخ پہاڑی کی طرف ہی تھا کیونکہ ایک خیال اس کے دماغ میں گونج رہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اس سائے نے اس کو مارنے کے بعد اس کا خون پینے کے بعد اس کی مردہ لاش کو پہاڑی پر پھینک دیا ہو۔ اس کے قدم تیزی سے پہاڑی کی طرف اٹھ رہے تھے جبکہ دوسرے ساتھی دوسری طرف نکل گئے تھے وہ چلتے چلتے پہاڑی تک جا پہنچی اور اس کے اوپر جا کر کھڑی ہوگئی۔ وہ پہاڑی کی دوسری جانب دیکھنے لگی۔ اسے یقین تھا کہ شازیہ کا مردہ جسم اس کو مل جائے گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا اس کو دور، بہت ایک ہیولہ سا دکھائی دیا وہ چونک گئی کوئی دور بہت زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے پورے جسم پر ایک چادر تھی۔ یہ یہ شازیہ ہی ہو سکتی ہے یقیناً وہی ہوگی۔ وہ تیزی سے پہاڑی کی دوسری جانب اترنے لگی۔ اور اس طرف بڑھنے لگی۔ کئی سوالات اس کے دماغ میں گھوم رہے تھے جن میں ایک چہرہ اس کے محبوب کا بھی تھا ہو سکتا ہے کہ یہ اس کا محبوب ہو۔ جس کے لیے وہ یہاں آئی ہے۔ دوسرا شازیہ کا ہیولہ۔ وہ تیز تیز اس طرف بڑھ رہی تھی اور نجانے اس میں اتنی ہمت

اور طاقت کیسے آ گئی تھی کہ قریب پہنچ کر اس نے اس کے اوپر سے چادر ہٹا دی اور یہ دیکھ کر چونک سی گئی کہ وہ نہ تو اس کا محبوب تھا اور نہ ہی شازیہ تھی اس کو یقین نہ ہوا تھا کہ اس کے سامنے کوئی پری لیٹی ہوئی ہے۔ بالکل پریوں جیسی خوبصورت رنگت۔ ریشمی لمبے بال جو اس کی کمر تک پھیلے ہوئے تھے اور ہوا کے دوش پر لہرا بھی رہے تھے ۔سرخ وسفید۔ چمکتا ہوا چہرہ۔ موٹی موٹی سیاہ آنکھیں ایسی آنکھیں جن میں ایک کشش ہو۔ سحرانہ کشش۔ وہ بت بنی اس ماہتاب کو تکنے جانے لگی۔ ہانیہ کی نظریں اس کے حسین اور پرکشش چہرے کی طرف تھیں اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ یہ حسن پری انسانی مخلوق نہیں ہے کسی پرستان سے آئی ہے۔ وہ گہری نظروں سے ہانیہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے ماتھے پر زخم کا گہرا نشان تھا۔ جہاں خون جما ہوا تھا۔

آپ۔۔ آپ۔۔ کون ہیں۔

حسن پری نے ایک گہری سانس لی۔ بہت بڑی غلطی کر دی ہے تم لوگوں نے یہاں آ کر۔ اس کی مترنم آواز گونجی۔ اور ہانیہ چونک گئی۔

جی جی میں سمجھی نہیں۔

اب سمجھنے اور نہ سمجھنے والی بات باقی نہیں رہی ہے بس اس نے تم کو یہاں بلانا تھا سو بلا لیا اور تم میں کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔ تم اس کو نہیں جانتی ہو۔ اس کی آواز میں بہت مٹھاس ہے لیکن دیکھنے میں اس سے وحشت آتی ہے تم نے اس کا بناوٹی روپ دیکھا ہے اصل روپ نہیں دیکھا ہے۔ مجھے خود اس کی تلاش ہے میں اس سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔ اس نے میری زندگی کو نرغ بنا رکھا تھا۔ میری حالت دیکھ رہی ہو اس نے کی ہے میری ایسی حالت۔ اس کا لہجہ دکھی ہو گیا تھا۔

ک۔ کک۔ کیا۔ ہانیہ سے یہ بات سن کر بولا بھی نہ سکا۔ کیونکہ وہ تو اس کے پاگل ہوئی پھرتی تھی اس کے لیے وہ گھر سے جنگل تک آ گئی تھی۔ اور اس کی باتیں سن کر اس کو اپنے محبوب سائے سے خوف آنے لگا تھا۔ اس کی نظروں سامنے ایک بھیانک اور خوفناک شکل منڈلانے لگی تھی۔

میں جانتی ہوں کہ وہ تمہارے خوابوں میں آتا ہے۔ اور تم اس کے پیار میں پاگل ہوتی جا رہی ہو۔ تم کچھ بھی نہیں جانتی ہو۔ کچھ بھی نہیں۔ وہ ایسے ہی کرتا ہے جس کو اس نے مارنا ہوتا ہے اس کے خوابوں میں آنے لگتا ہے۔ میرے خوابوں میں بھی آیا کرتا تھا۔ وہ مجھے بھی مارنا چاہتا تھا۔ لیکن نجانے ایسی کون سی طاقت تھی جس نے مجھے اس کے ظالم ہاتھوں سے بچائے رکھا۔ پری چہرہ نے جیسے اس کے دل کی آواز سن لی تھی۔ جو اس کو وہ کچھ بتاتی جا رہی تھی جو اس کے ساتھ بیت رہی تھی۔

لیکن لیکن آپ کون ہیں۔ ہانیہ اس کے پاس ہی نیچے بیٹھ گئی۔ اور وہ بھی اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔

میں کون ہوں۔ انسان ہوں کسی اور مخلوق سے میرا تعلق نہیں ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارے دل میں ایسی باتیں گردش کر رہی ہیں جو مجھے کسی اور مخلوق سمجھ رہی ہو۔

اس کی بات سن کر ہانیہ پر حیرانگیوں کے بادل مزید گہرے ہونے لگے۔ تم تو میرے دل کی باتیں کہتی جا رہی ہو۔

ہاں مجھے میرا علم بہت کچھ بتاتا ہے۔ مجھ سے کوئی بھی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ میرے علم نے مجھے تمہارے بارے میں بتا دیا تھا۔ بلکہ تمہارا چہرہ بھی مجھے دکھا دیا تھا۔ میں نے تمہارا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ تم پر اپنا وار کر چکا ہے۔ وہ بہت خوش ہے تم کو اپنے چنگل میں پھنسا کر شاید تمہاری صورت میں اس کو اپنی منزل مل

گئی ہے۔وہ دنیا پر راج کرنا چاہتا ہے لیکن شاید وہ یہ بات نہیں جانتا ہے کہ میں اس کا مسلسل پیچھا کر رہی ہوں ۔ایک سایہ کی طرح اس کی نگرانی کر رہی ہوں وہ جو جو کرتا ہے دیکھ رہی ہوں۔

میں آپ کی کوئی بھی بات سمجھ نہیں سکی ہوں۔ہانیہ نے کہا۔

میں تم کو سمجھا نہیں رہی ہوں بلکہ یہ کہہ رہی ہوں کہ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا لیکن اب تم آ ہی گئی ہو تو واپس جانے کا نہ سوچنا۔بلکہ جانے کا تصور بھی اپنے دل سے نکال دو۔تم سے پہلے بھی ایسے ہی وہ کئی لڑکیوں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کر چکا ہے تمہاری طرح وہ ان کے خوابوں میں بھی آتا رہا ہے اور پھر ان کی لاشیں بھی نہیں ملیں جیسے تم اپنی دوست کی لاش کو تلاش کرتی پھر رہی ہو۔لیکن وہ تمہیں نہیں ملے گی۔اس کی زبانی یہ لفظ سن کر ہانیہ تڑپ سی گئی۔

کیا کیا۔تمہیں کیسے پتہ ہے میں۔۔

وہ مسکرائی۔میں نے بتایا نہ کہ میرے پاس کچھ علم ہے جو مجھے بتاتا رہتا ہے میں نے کوئی چلہ نہیں کیا ہوا ہے۔یہ علم قدرتی میرے پاس ہے میرا نام آمنہ ہے۔بچپن سے ہی مجھے لہراتے سائے دکھائی دیتے رہے ہیں میں ان سے ڈرتی نہ تھی نہ ہی وہ سائے مجھے ڈراتے تھے بلکہ وہ میرے ساتھ کھیلا کرتے تھے ہمارے اوپر والے کمرے میں وہ سائے ہوتے تھے جو صرف مجھے ہی دکھائی دیتے تھے ان میں بچے بھی ہوتے تھے اور بڑے بھی۔

انہی سایوں کے درمیان رہ کر میں جوان ہوتی گئی اور جب تک جوان ہوئی مجھے بہت کچھ پتہ چل گیا۔میں اپنے اندر کچھ طاقتوں کو محسوس کرنے لگی گھر میں اگر کوئی چیز گم ہو جاتی تو وہ مجھے دکھائی دینے لگ جاتی گلی کی عورتیں ہمارے گھر آتی تو میں جان جاتی کہ ان کے دلوں میں کیا ہوتا تھا بلکہ دلوں کا حال میں تو بچپن سے جاننے لگی تھی اور میری ہر بات سچ ہوتی تھی۔میرے گھر والوں کو ڈر سا لگنے لگا کہ میں جو کہتی ہوں وہ ہو جاتا ہے کہیں میں کسی بہت بڑے خطرے کا شکار تو نہیں ہونے والی ہوں۔انہوں نے علم والوں سے رابطے کئے اور انہوں نے میرے بارے میں وہی کچھ بتایا جو وہ مجھ میں دیکھ چکے تھے انہوں نے بتایا کہ میں ہمیشہ اس گھر میں نہیں رہوں گی کوئی سایہ مجھے اٹھا کر لے جائے گا۔اور ایسا ہی ہوا ایک رات ایک لہراتا ہوا سایہ میرے پاس آیا۔میں اس کو دیکھ کر حیران سی رہ گئی مجھے ڈر نہ لگا تھا لیکن حیرانگی ہوئی تھی کہ اس کا وجود دھویں جیسا تھا جو میرے سامنے لہرا رہا تھا سفید دھواں تھا جس سے آوازیں سنائی دے رہی تھی وہ مجھے لینے آیا تھا لیکن پھر وہ یکدم غائب ہو گیا۔اسے کیا ہوا تھا وہ کیوں غائب ہو گیا تھا میں سمجھ نہ سکی ہاں اتنا جانتی تھی کہ اب وہ چلا گیا پھر دوبارہ بھی آ سکتا ہے اور میں کسی بھی اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی ہوں اسی دوران ایک بزرگ بابا ہمارے گھر آئے ان سے میں نے سب باتیں کیں جنہیں سن کر وہ خاموش رہے اور پھر انہوں نے کہا تم بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والی ہو۔تمہارے اردگرد جنات کے سائے لہرا رہے ہیں اور کسی بھی وقت تم کو مار بھی جا سکتا ہے یہ کہہ کر انہوں نے مجھے ایک تعویذ دیا جو میں نے فوری اپنے گلے میں ڈال لیا۔اور میں مطمئن ہو گئی مجھے جنات کے سائے پھر بھی دکھائی دیتے تھے لیکن اب وہ مجھ سے دور رہتے تھے اور کچھ دن پہلے ہم کالج کی لڑکیوں کا ایک گروپ سیر کے لیے یہاں آ گئے اور تب سے میں یہاں ہی بھٹک رہی ہوں۔اس نے ایک ایک کر کے میری تمام دوستوں کو مار دیا ہے ان کی لاشیں بھی نہیں ملیں۔آمنہ کہانی سنا کر چپ ہو گئی۔

اس کا مطلب ہے کہ اس کو مجھ سے پیار نہیں ہے۔وہ میری جان لینا چاہتا ہے۔ہانیہ نے کہا۔

ہاں۔اسے کسی سے بھی پیار نہیں ہے اور وہ پیار کے قابل ہے نہیں۔اس کی صرف پیاری ہے وہ خود

پیارا نہیں ہے ایک بار اسے دیکھ لوگی تو تم کو اس سے نہ صرف نفرت ہونے لگے گی بلکہ اس سے خوف بھی آنے لگے گا۔ اور پھر جنات سے پیار کوئی اچھی بات تو نہیں ہے وہ آتشی مخلوق ہے اور ہم خاکی۔ تم اس پیار و محبت کے چکروں سے باہر نکلو اور اپنی جان بچانے کا سوچو تم نے اپنے پیار کی خاطر اپنے جنون کی خاطر ایک سہیلی کی قربانی دے دی ہے اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ ان کو لے کر یہاں سے نکلنے کی کرو۔ اس خبیث سائے کو مارنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے اگر یہ طاقت میرے پاس ہوتی تو اب تک میں اس کا قصہ تمام کر چکی ہوتی۔ لیکن وہ مرے گا میرے ہی ہاتھوں۔ کیونکہ بزرگ نے مجھے صاف کہہ دیا ہے کہ ایک بہت بڑا بھوت جو انسانی خون سے پرورش پانے کے بعد دنیا میں راج کرنا چاہتا ہے اور جو تمہاری زندگی کو عذاب بنائے گا تیرے ہی ہاتھوں مرے گا۔ اور میں مطمئن ہوں کہ وہ مجھے مار نہیں سکے گا جب بھی مرے وہ مرے گا۔ ہاں مجھے وہ اذیتیں دیتا ہے۔ سزائیں دیتا ہے اپنی طاقتوں کے بل بوتے پر مجھے خوفزدہ کرتا ہے لیکن جان سے مار نہیں سکتا۔

آمنہ۔ ہانیہ نے ڈرے لہجے میں کہا۔ مجھے اس سے خوف آنے لگا ہے تمہاری باتیں سنکر میرے اوپر جو اس کی محبت کا جنون سوار تھا وہ سب اتر گیا ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ میں اسی کے خواب دیکھتی آرہی تھی اس کا ہی سوچتی آرہی تھی لیکن اب۔ اب تو مجھے اس سے خوف آنے لگا ہے پلیز میری مدد کر دو مجھے میرے خیمہ تک لے چلو۔ آمنہ نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔

ہاں چلو میں تم کو تمہارے خیمہ تک لے چلتی ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ دونوں چل دیں۔

آمنہ تم بہت سندر ہو بہت ہی حسین ہو۔ تمہیں دیکھتے ہی میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ تم انسانی مخلوق نہیں ہو کسی پرستان کی پری ہو۔

وہ مسکرا دی۔ اور کیا کچھ سوچا۔ مجھے دیکھنے کے بعد

بہت کچھ یقیناً کوئی راج مہاراج آئے گا اور تمہیں اپنا بنا کر لے جائے گا۔

وہ ہنس دی۔ ہاں تم نے ٹھیک ہے مجھے کسی کی تلاش ہے اور یقیناً وہ جلد مجھے مل جائے گا یہ نہیں کہ میں اس سے محبت کروں گی بلکہ وہ اس بھوت کو مارنے میں میری مدد کرے گا مجھے ایک بزرگ نے بتایا تھا کہ میں اس کو اکیلے پوری زندگی نہیں مار سکتی۔ جب بھی ماروں گی میرے ساتھ کسی کی مدد ہوگی تب ماروں گی انہوں نے مجھے اس کا چہرہ دکھایا تھا وہ واقعی بہت سندر ہے۔ بہت بہادر انسان ہے۔ ڈرپوک نہیں ہے۔ جان کی بازی لگانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن مجھے اس کا کب تک انتظار کرنا پڑے گا یہ میں نہیں جانتی ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ اس شہر میں نہ اس ملک میں نہ ہو کسی اور ملک میں رہنے والا ہو میں اس کو ہر روز پکارتی ہوں اس کو آوازیں دیتی ہوں کہ میں مصیبت میں ہوں میری مدد کرو لیکن میری آواز اس تک نہیں پہنچ پاتی ہے۔ وہ چلتی چلتی باتیں کرتی جا رہی تھیں اور پہاڑی کو کراس کرنے کے بعد وہ خیمہ کے پاس جا پہنچی تھیں خیمہ بالکل خالی تھا وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا تمہارے باقی ساتھی کہاں گئے۔ آمنہ نے خالی خیمہ دیکھتے ہوئے کہا۔

شازیہ کو ڈھونڈنے گئے ہیں۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مجھے اس کی زندگی سے نہیں کھیلنا چاہیے تھا مجھ میں کسی کا بھی سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ ان سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھ سکتی ہوں۔

ہاں تم نے غلطی تو کر دی ہے لیکن اب پھر سے غلطی نہ کرنا میں نے تمہیں اس سائے کی حقیقت بتا دی ہے اور پھر یہ بھی بتا دیا ہے وہ کسی بھی وقت میرے ہاتھوں مارا جانے والا ہے۔ میں اس کو مارنے کے لیے کچھ بھی

کر سکتی ہوں یوں سمجھ لو کہ اس کو مارنا ہی میرا مشن ہے۔
ہاں ہاں مار ڈالو اس کو اگر وہ زندہ رہا تو مجھ کو اپنی سوچوں میں پھر سے جکڑ لے گا اور پھر مجھ سے میرے ساتھیوں کا خون کروائے گا میں جانتی ہوں کہ میں اس کے سامنے بے بس ہو جاتی ہوں اور وہ پوری طرح اس بات کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ہانیہ رو دی۔
روؤ مت اب کچھ بھی نہیں ہو گا میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ تم سے اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے اور شاید اس نے اپنا مطلب نکال لیا ہے اس نے جو چاہا تھا وہ تم نے کر دیا ہے اپنے ساتھیوں کو اس ویرانے میں لے آئی ہو۔ یہ موت کا ویرانہ ہے۔ یہاں انسانی خون بکھرا ہوا ہے۔ لیکن خیر اتنی جلدی ہار ماننے والی میں بھی نہیں ہوں میں نے بھی طے کر رکھا ہے کہ جب تک اس کو مار نہ ڈالوں گی اس ویرانے سے باہر نہیں جاؤں گی۔ اس کی موت ہی میرا مقصد ہے۔ اور یہ مقصد میں حاصل کر کے رہوں گی وہ تم پر حملے کرے گا بار بار حملے کرے گا تم نے یوں سمجھ لینا ہے کہ جیسے کسی کی آواز سنی ہی نہ ہو۔
ہاں میں کوشش کروں گی کہ اس کی کوئی بھی بات نہ سن سکوں۔ ہانیہ نے آمنہ کے نرم اور خوبصورت ہاتھوں کو مروڑتے ہوئے کہا۔ تو وہ مسکرا دی۔ اور اس کو تھپکی دی۔

وہ زندہ ہو گی تو ہمیں دکھائی دے گی۔ چلتے چلتے حسن نے ساحل سے کہا مجھے پورا یقین ہے ہانیہ پر موجود سائے نے اس کو مار ڈالا ہے اور اس میں ہانیہ کا پورا پورا ہاتھ ہے تم نے دیکھا نہیں تھا جب میں نے کہا تھا کہ ہانیہ کہاں چھپا دیا ہے تم نے شازیہ کو تو اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی۔
ہاں دیکھا تو میں نے بھی تھا لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری یہ بات اس کو بری لگی ہو کہ اپنے ہی ساتھیوں پر شک کر رہے ہو کئی سالوں سے ہم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو اس کے سامنے لے جائے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود خیمہ سے باہر نکل گئی ہو اور کسی کو پتہ تک نہ چلا ہو۔ وہ ہمارے ساتھ ہی سوئی تھی ہمیں خود معلوم نہیں ہے کہ وہ کس وقت گئی تھی۔ کہاں گئی تھی اکیلی گئی تھی یا پھر کسی کے ساتھ گئی تھی ہم تو بس قیاس آرائیاں کر سکتی ہیں حقیقت سے دور ہیں۔
ہاں شاید تم سچ کہہ رہی ہو چلو واپس چلو بہت تھک گیا ہوں شازیہ کا چہرہ میری نظروں سامنے سے ہٹتا نہیں ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک میں پوری طرح تسلی نہیں کر لیتا کہ اس کو کس نے مارا ہے اور وہ خیمہ سے کس کے ساتھ گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں جنات کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہوں لیکن مر کر شازیہ کے پاس تو جا سکتا ہوں۔ واپس چلتے ہوئے وہ جنات کے بارے میں ہی باتیں کرتے جا رہے تھے کہ سامنے سے انہیں سحر اور علی بھی آتے ہوئے دکھائی دئے۔ اور دوسری طرف سے حنا اور عبداللہ بھی آتے ہوئے نظر آ گئے تھے سب ہی ناکام واپس لوٹے تھے۔
وہ اتنی دور نہیں جا سکتی یار۔ عبداللہ نے حسن سے کہا۔ وہ ڈرپوک لڑکی تھی اس ویرانے میں اتنی دور نکل جانا یہ ممکن نہیں ہے۔
ہاں جانتا ہوں۔ لیکن دل کو تسلی کون دے۔ جب ایسے واقعات بیت جاتے ہیں تو انسان کی سمجھ جواب دے جاتی ہے اس کو صرف ہر طرف وہی دکھائی دیتا ہے جس کے لیے وہ بھاگ دوڑ کر رہے ہوں۔ چلتے چلتے سب ہی شازیہ سے متعلق باتیں کر رہے تھے اور ایسے ہی خیمہ میں جا پہنچے وہاں ہانیہ کے ساتھ کسی حسن پری کو دیکھ

کر سب ہی حیران گئے۔
یہ آمنہ ہے۔ ہانیہ نے ان کی حیرتوں کو ختم کرتے ہوئے کہا۔ یہ بھی اس ویرانے میں کئی دنوں سے بھٹک رہی ہے اس کی پندرہ دوستوں کو اسی سائے نے مار دیا ہے۔ جس نے شازیہ کو مارا ہے۔
کیا کیا۔ ساحل۔ سحر اور حنا۔ ایک دم چونک گئیں۔
ہاں۔ یقین نہیں آتا تو خود ہی آمنہ سے بات کر لو۔
اور پھر آمنہ نے انہیں ساری کہانی سنا دی جو اس نے ہانیہ کو سنائی تھی۔
میرا شک ٹھیک نکلا ناں۔ حسن جلدی سے بولا میں نے شازیہ کے غائب ہوتے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کو اسی نے مار دیا ہوگا جو ہانیہ پر عاشق تھا۔ وہ عاشق کیا تھا یہ اس کی عاشق تھی۔
دیکھیں بہت ہی خطرناک جن ہے۔ چاہے تو ایک منٹ سے پہلے تم لوگوں کو اٹھا کر لے جائے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر رہا ہے اس کو ہر روز ایک خون چاہیے جو اس کو با آسانی مل رہا ہے۔ ہانیہ اس پر عاشق ہو گئی اس میں ہانیہ کا قصور نہیں ہے کئی لڑکیاں اس کے جال میں پھنسی اور جان سے گئیں مجھے تم لوگوں کی جان کی فکر لگی ہوئی ہے اور میں نے ہانیہ کو یہ ہی کہا ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جاؤ۔
نہیں میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ حسن نے ڈٹتے ہوئے کہا۔ میں اس کو مار نہ بھی سکا کم از کم اس کو کسی کے ہاتھوں مرتا ہوا تو دیکھ سکوں گا اور پھر تم نے خود ہی کہا ہے کہ اس کی موت تمہارے ہاتھوں ہوگی۔
ہاں اس کی موت میرے ہاتھوں ہوگی لیکن کب ہوگی یہ میں نہیں جانتی ہوں۔ اور پھر میں اکیلی اس کو مار نہیں سکتی ہوں اس کے لیے مجھے کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور وہ میری مدد کو کب پہنچتا ہے میں یہ بھی نہیں جانتی ہوں۔ لیکن وہ آئے گا ضرور۔

تین دن کی مسافت کے بعد راج اس ویرانے تک جا پہنچا تھا جہاں بابا جی نے اس کو بھیجا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ پچھلے پہر کے چاند کی ہلکی روشنی میں ویرانے کا منظر بہت ہی خوفناک دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کو ڈرنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو نجانے کتنے صحراؤں جنگلوں ویرانوں میں زندگی گزار چکا تھا۔ اسے بچپن سے ہی جنات کو قید کرنے کا شوق تھا اور یہ شوق پورا کرنے کے لیے اس نے کئی ویرانوں میں راتیں بھی گزاریں تھیں خوف سے کانپتا بھی رہا تھا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج اس کے ہاتھ اتنا کچھ آ چکا تھا کہ کوئی بھی جن اس کا سامنا کرتے ہوئے کتراتا تھا۔ چھوٹے موٹے کئی جنات کو اس نے جلا کر بھسم کر دیا تھا۔ کچھ اس کی اپنی محنتوں اور کچھ بابا جی پھونکوں کی وجہ سے اس کے اندر طاقتیں بھر چکی تھیں۔ اس کا جسم بہت سڈول تھا کندھوں تک پڑتے ہوئے سر کے بال کلین شیو۔ شکاریوں جیسا لباس اس کی شخصیت کو نکھارے ہوئے تھا اس کی آنکھوں میں ایک کشش تھی ایسی کشش جو کسی کسی کی آنکھوں میں ہوتی ہے اسے وہ سحرانہ کشش سمجھتا تھا۔ اس کا رخ ویرانے میں موجود اس پہاڑی کی طرف تھا جو اس کو دھندلی روشنی میں دکھائی دے رہی تھی وہ اس کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ بالکل ایک سائے کی طرح اس کی نظروں اس وقت اس پہاڑی کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔
وہ دیکھو کوئی پہاڑی کی طرف جا رہا ہے۔ ہانیہ نے آمنہ سے کہا۔ جو تھکی ہوئی لیٹی تھی۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور باہر دیکھنے لگی۔
ہاں۔ ہمیں اس کا پیچھا کرنا چاہیے۔

نہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ہانیہ نے خوف سے کہا جب سے تم نے مجھے اس کے بارے میں بتایا ہے مجھے ہر طرف موت نظر آ رہی ہے۔

ہاں موت سے تو ڈرنا چاہیے لیکن اتنا بھی کہ انسان خوف سے ہی مر جائے۔ میں تیرے ساتھ ہوں چلو بس دیکھتے ہیں وہ پہاڑی کی طرف کیوں جا رہا ہے اگر وہی سایہ ہوا تو اس کا بھی پتہ چل جائے گا کہ وہ انسانوں کو کہاں لے کر جاتا ہے۔ اور ان کے مردہ جسموں کو کہاں رکھتا ہے آمنہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ خیمہ سے باہر نکل گئی اس کو دیکھتے ہوئے۔ ہانیہ بھی باہر نکل گئی۔ اس نے بھی اپنے خوف کو کچھ کم کر دیا تھا۔ دونوں ہی اس کے تعاقب میں چلتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھیں وہ سایہ اپنے ہی انداز میں چلتا جا رہا تھا اس کو کسی بھی بات کی خبر نہ تھی کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ پہاڑی پر جا کر رک گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا پہاڑی زیادہ اونچی نہ تھی کہ وہ اس پر نہ پہنچ سکتے تھوڑی محنت کے بعد وہ پہاڑی پر چڑھ گیا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا اس کو دو سائے پہاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس کی تمام توجہ ان سایوں کی طرف ہو گئی۔ وہ مسلسل اس کی طرف بڑھ رہے تھے وہ ان کو دیکھ کر ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ چڑیلیں ہوئی تو تب بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور کوئی اور مخلوق ہوئی تو تب بھی وہ ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ سائے چلتے چلتے اس کے سامنے ہی پہاڑی سے نیچے رک گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر چونک گیا اس کی خوشی کی کوئی بھی انتہا نہ رہی یہ تو وہ ہے آمنہ ہے۔ جس کا عکس پانی میں تیرتا ہوا اس نے دیکھا تھا۔ اس نے چاند کی مدھم روشنی میں بھی اس کو پہنچان لیا تھا۔ اور تیزی سے پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔ ہانیہ کا دل کانپ رہا تھا جبکہ آمنہ پر سکون کھڑی تھی وہ دل ہی دل میں کچھ پڑھتی جا رہی تھی وہ نیچے اتر کر ان کے سامنے کھڑا ہوا ہی تھا کہ آمنہ اسے دیکھ کر دیکھتی ہی رہ گئی۔ اس کی نظریں اس کے سراپا پر رک گئیں۔ واقعی وہ بہت ہی حسین تھا۔ یہی کچھ راج بھی سوچ رہا تھا اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک خوبصورت حسینہ اس کے سامنے کھڑی ہے۔ دونوں کی نظریں ایک دوسرے کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں اور دونوں یہ بھی بھول گئے تھے کہ ان کے پاس کوئی تیسرا وجود بھی کھڑا ہے اور وہ وجود ہانیہ کا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے میں اس قدر مگن تھے کہ ان کو کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا دونوں کی سوچیں ایک جیسی تھیں دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے چاہت ابھرنے لگی تھی وہ جو ایک دوسرے کو ایک عکس کی حد تک دیکھتے آ رہے تھے آج حقیقت میں ایک دوسرے کے سامنے تھے اور ان کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ خواب دیکھ رہے ہیں یا حقیقت۔ بس اتنا جانتے تھے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے تھے اور ہانیہ بھی ان کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی کہ یہ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں کیا اور پھر اس کو یاد آنے لگا کہ آمنہ کو جس کا انتظار تھا شاید وہی وہ نوجوان ہے ہاں بالکل ایسا ہی تھا۔

اس سے قبل کچھ وہ بولتے یکدم زمین کانپنے لگی۔ پہاڑی کی طرف سے کوئی سایہ اوپر پہاڑی پر چڑھتا ہوا انہیں نظر آ رہا تھا وہ بہت ہی بھیانک سایہ تھا بہت ہی خوفناک سیاہ بدصورت۔ اور تقریباً پندرہ فٹ لمبا قد کا سایہ۔ ہانیہ کا سانس اکھڑنے لگا اس کی سانسیں بند ہونے لگیں۔ وہ سایہ ہانیہ کی طرف بڑھنے لگا اس کی نظریں ہانیہ پر لگی ہوئی تھیں اس کو کسی کا بھی کوئی خوف نہیں تھا اور ہانیہ کا دل مسلسل کانپ رہا تھا اس کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور پھر ایک سیاہ اور لمبے لمبے ناخنوں والا ہاتھ ہانیہ کی طرف بڑھا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھیں۔

اُبھرتی ہوئی شاعرہ بلقیس ریاض کی شاعری

مسکرانا نہیں آتا

تمہیں تو میری مسکراہٹ بہت عزیز تھی...... اور تم کہتے تھے کہ تمہاری مسکراہٹ پھول عکس ہے...... اور تم نہ مسکراؤ تو...... میں اداس ہو جاتا ہوں...... اور تم ہی تو کہتے تھے میرا مسکرانا...... لازم ہے تیرے جینے کے لئے...... یہ تیرے ہی لفظ تھے کہ میں نہ مسکراؤں...... تو آسمان بھی اداس ہو جاتا ہے...... سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے تیرے لئے...... میں نہ مسکراؤں تو...... یہ تمہارے ہی بول تھے ناں کہ...... آباد ہے جہاں میری مسکراہٹ سے...... مگر...... یہ کیا ہوا میرے ساتھ...... کیا کہا تم نے مجھ کو ایسا...... کہ اب تو یہ لب...... مسکرانا بھول گئے...... یہاں تک کہ...... مسکرانا نہیں آتا

غزل

بے نور آنکھوں میں کوئی خواب تو دے
میری بے قرار راتوں کا کچھ حساب تو دے
تو خفا ہے مجھ سے لیکن پھر بھی اگر ہو سکے
میرے ان سوالوں کا جواب تو دے
ہم نے جس میں لکھے تھے کچھ وعدے
اگر ممکن ہے تو وہ میری کتاب تو دے
دے نہیں سکتا اگر پیار تو ایسا کر
غم دے، زہر دے یا شراب تو دے
جس میں بہہ جائے میرے دل کی دنیا
ایسا کوئی ان آنکھوں میں سیلاب تو دے
کبھی تم کہا کرتے تھے آپ اچھے ہیں
اب برا ہی سہی کوئی خطاب تو دے

نیکی میں سب کچھ ہے

آنکھ میں شرم ہے...... شرم میں حیا ہے...... حیا میں ادا ہے...... ادا میں وفا ہے...... وفا میں جھجک ہے...... جھجک میں پاکیزگی ہے...... پاکیزگی میں نیکی ہے...... اور نیکی میں ہی سب کچھ ہے

دکھ تو یہ ہے......

فرق بس اتنا سا تھا
اس کی بارات اٹھی میری میت اٹھی
پھول اس پر بھی تھے پھول مجھ پر بھی تھے
دو گل اس پر بھی تھے، مجھ پر بھی تھے
اس پر قاضی تھا، مجھ پر مولوی تھا
دوست اس کے بھی تھے سہیلیاں میری بھی تھیں
ادھر محفل تھی، یہاں بھی لوٹ تھے
اس کا ہنسنا تھا، یہاں رونا بھی تھا
فرق بس اتنا سا تھا
وہ اٹھ گیا، مجھ کو اٹھایا گیا
اس کو اپنایا گیا، مجھ کو دفنایا گیا

اے دوست بچھڑنا نہیں

ہر جذبے کو زباں نہیں ملتی
ہر آرزو کو دعا نہیں ملتی
ہم دل میں بسا کے بھلایا نہیں کرتے
کیونکہ آنکھوں میں آنسو کو پناہ نہیں ملتی
دوست، دوست نہیں دل کی صدا ہوتی ہے
محسوس تب ہوتا ہے جب وہ جدا ہوتا ہے
دوست کے بنا جینا سزا ہوتا ہے
دوست اچھا ہو تو خدا کی عطا ہوتا ہے

قطعات

کبھی جذبات کو تو کبھی یادوں کو دفن کرتے ہیں
کبھی آنسوؤں کو تو کبھی درد پایا کرتے ہیں
ہم محتاج تو نہیں پھر بھی
آپ کے ایس ایم ایس کا انتظار بہت کرتے ہیں

تیرے ہاتھ کو سینے سے لگا کر روئے
ہم تصور میں تجھے پاس بلا کر روئے
تجھ کو سو بار پکارا شب تنہائی میں
اور ہر بار تجھے پاس نہ پا کر روئے

فردیات

مت پوچھ کہ ہم ضبط کی کس راہ سے گزرے
یہ دیکھ کر تجھ پہ کوئی الزام نہ آیا

قیامت سے بہت پہلے قیامت ہم نے دیکھی ہے
تیرا مل کر بچھڑ جانا قیامت اور کیا ہو گی

عجب طریقہ ہے جاناں تجھے بھلانے کا
کہ تیری یاد سے ایک پل بھی بے خبر نہ ہوئے

جیسے ملتی ہیں کنارے سے یہ لہریں آ کر
ہم بھی اک شخص سے ہر روز ملا کرتے تھے

جب کشتی بیچ بھنور میں تھی تب تجھ کو بچانا یاد رہا
پھر تجھ کو اتارا ساحل پر اور خود میں اترنا بھول گیا

اتنی بھی خود پسند بھی نہ بن اے نگاہ ناز
جیسے تجھے کسی سے کوئی واسطہ نہ ہو

کوئی ظلم کرتا ہے، کوئی ظلم سہتا ہے
ذرا بتائیے آپ کا تعلق ہے کس گھرانے سے

☆...... بلقیس ریاض
چک 135 این بی

راز

---تحریر: اسد شہزاد۔ گوجرہ منڈی بہاؤالدین حصہ اول۔

0305.3395532

یکم اکتوبر کا منگل کا دن حویلی کے لیے ہمیشہ منحوس ثابت ہوا ہے آخری بار خالد۔ کاش میں نے دادی اماں کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہوتا اور خالد کو خط نہ لکھتی۔ اس لیے وہ یہاں آئے ورنہ اتنے سالوں سے وہ انگلینڈ میں تھے۔ میں نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ یکم اکتوبر سے پہلے یہاں سے چلا جائے لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا اس نے مجھ سے کہا فوزیہ انسان اپنی موت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ کیا تم میری درخواست نہیں مانو گی۔ فوزیہ نے اسے دیکھا۔ مجھے مجبور نہ کریں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں۔ اگر آپ مجھے اس خاندان کا ایک حصہ تسلیم کرتی ہیں تو جو دوسروں کے ساتھ ہوگا وہی میرے ساتھ بھی ہوگا۔ رابعہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی نقصان ہو۔ بات وہی ہے جو میرے مقدر میں لکھا ہے اسے آپ یا میں چاہنے کے باوجود بھی بدل نہیں سکتے رابعہ نے کہا پھر اسے خیال آیا آپ جانتی ہیں یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ فوزیہ کھڑی ہو گئی اس کے چہرے پر وہی سرد تاثر آ گیا اس نے جواب دینے کی بجائے کہا میرا خیال ہے کہ اب تم آرام کرو اور کمرے سے چلی گئی۔ اچانک اسے کسی عورت کی اذیت بھری سسکی سنائی دی۔ رابعہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ۔ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

جب اس نے ہوش سنبھالا تو اسے اپنے باپ خالد کے بارے میں بس اتنا ہی معلوم ہوا کہ وہ پاکستانی اور مسلمان ہے وہ رابعہ کی پیدائش سے دو سال پہلے انگلینڈ آ گیا تھا۔ اور دوبارہ پاکستان نہیں گیا تھا خالد نے اسے کبھی اپنے ماضی کے بارے میں نہیں بتایا تھا پانچ چھ سال کی عمر میں رابعہ جان گئی تھی کہ اس باپ کو دنیا میں جو بات سب سے زیادہ ناپسند ہے وہ اپنے پس منظر کے بارے میں بات کرنا ہے البتہ کبھی کبھی وہ اپنے آپ سے باتیں کرتا تھا جس سے رابعہ کو اندازہ ہوا کہ اس کے باپ کا تعلق پاکستان کے جنوب میں بسنے والی ایک جگہ سے ہے اور جاگیردار فیملی سے تعلق رکھتا ہے اور وہ کسی وجہ سے خاندان اور اپنا ملک چھوڑ کر ہزاروں میل دور آبسا ہے

خالد اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا اس نے پاکستان میں انجینئرنگ کی ڈگری لی تھی اور انگلینڈ میں مزید کچھ کورس کیے تے وہ ایک تعمیراتی فرم میں اچھے عہدے پر فائز تھا اس کی تنخواہ بہت اچھی تھی اور اس وجہ سے وہ اپنی فیملی کو ایک پر آسائش زندگی دے سکا تھا رابعہ نے ایک مقامی سکول میں سے اسلامی تعلیم حاصل کی تھی عائشہ کا بھی تعلق پاکستان سے تھا اور اس کا باپ انگلینڈ میں آبسا تھا عائشہ کی شادی خالد سے ہوئی پھر رابعہ پیدا ہوئی رابعہ کے پیدا ہونے کے بعد عائشہ کے باپ ماں بہن بھائی ایک حادثے کا شکار ہو گئے اور چل بسے عائشہ ساری زندگی اسی غم میں گھلتی رہی خالد کی تمام تر کوششوں کے بعد بھی وہ بجھ کر رہ گئی جب رابعہ انیس سال کی تھی تو عائشہ کا انتقال ہو گیا تھا رابعہ نے



روروکر اپنا برا حال کرلیا خالد مرد تھا اس لیے صبر برداشت پر مجبور ہوگیا تھا ماں کے بعد سارے گھر کا انتظام رابعہ نے سنبھال لیا اور زندگی اپنے معمول پر آگئی مرنے والے مرجاتے ہیں رونے سے واپس نہیں آتے۔

رابعہ کچھ دنوں سے دیکھ رہی تھی کہ خالد چپ رہنے لگا ہے وہ زیادہ تر سوچ میں گم رہتا تھا اگر رابعہ اس سے پوچھتی تو وہ اسے ٹال دیتا رابعہ نے محسوس کیا کہ اس کا باپ کسی وجہ سے فکر مند ہے اور اسے نہیں بتا رہا یہ مسئلہ جاب سے متعلق نہیں تھا ورنہ رابعہ کو ضرور پتہ چل جاتا اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس سے بات کرے گی۔

بابا مجھے آپ سے بات کرنی ہے رات کے ڈنر کے بعد وہ جب ٹی وی لاؤنج میں آئے تو رابعہ نے کہا۔

خالد نے چونک کر اسے دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہ کس طرح رابعہ کے سوالوں کے جواب دے گا خالد نے نفی میں سر ہلایا۔

میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

پلیز بابا۔ رابعہ نے التجا کی۔ میں آپ کو اس طرح فکر مند اور پریشان نہیں دیکھ سکتی میرا آپ کے سوا کون ہے کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں۔

یہ بات نہیں ہے۔ خالد ے ایک خاکی لفافہ رابعہ کے ہاتھ میں پکڑا دیا لفافے پر پاکستان کا پتہ لکھا تھا اور کوریئر سے آیا تھا اندر سے ایک کاغذ نکلا جس پر مختصر سا خط تھا۔۔ خالد امی کی حالت ٹھیک نہیں ہے یوں سمجھ لو کہ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے وہ تمہیں دیکھنا چاہتی ہیں تمہیں معلوم ہے ناں یکم اکتوبر کو منگل ہے۔ فوزیہ۔

خط پڑھ کر رابعہ نے سوالیہ نظروں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا یہ امی کس کی ہے۔

میری امی اور تمہاری دادی خالد نے دھیمے لہجے میں کہا لیکن اس کی بات دھماکے کی طرح گونجی۔

میری دادی۔ رابعہ نے بے یقینی سے کہا وہ زندہ ہیں۔

ہاں میری ماں زندہ ہے۔

اور آپ اتنے سالوں سے ایک بار بھی ان سے ملنے نہیں گئے بابا۔

ہاں جانتا ہوں اور یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ خالد نے ٹالنے کے انداز میں کہا میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے جانا چاہیے یا نہیں۔

آپ کو جانا چاہیے رابعہ نے جلدی سے کہا بلکہ میں بھی۔

نہیں تمہارا جانا ٹھیک نہیں ہوگا خالد کا لہجہ اتنا فیصلہ کن تھا کہ پھر رابعہ کی ہمت نہیں ہوئی کہ اس سے مزید کوئی سوال کرسکے یہ بات اس کے لیے انکشاف انگیز بھی۔

تب آپ جارہے ہیں۔

ہاں میں دو دن بعد جارہا ہوں بس تم سے بات کرنی ہے۔

لیکن بابا یہ یکم اکتوبر منگل کے دن والی کیا بات ہے۔

یہی دن تو سارے فساد کی جڑ ہے ہمارے خاندان کی تباہی کا ذمہ دار ہے خالد نے دکھی لہجے میں کہا پھر وہ اٹھ کر بیڈروم میں چلا گیا رابعہ سوچتی رہ گئی۔ کہ باپ سے اس بارے میں مزید کچھ معلوم کرے یا نہیں وہ فوزیہ کے بارے میں پوچھنا چاہتی تھی گر اسے موقع ہی نہیں ملا۔

دو دن بعد رابعہ نے جب ائرپورٹ پر سی آف کیا تو اس نے سوچا نہیں تھا کہ وہ آخری بار اپنے باپ کو دیکھ رہی ہے وہ اکتوبر سے چھ دن پہلے روانہ ہوا تھا اور اس نے وہاں سے رابعہ کو تقریبا روزانہ فون کیا آخری فون اس نے یکم اکتوبر سے ایک دن پہلے کیا تھا اور اس دن وہ بہت عجیب موڈ میں تھا رابعہ سے بہت

طویل بات کی اور آخر میں کہا رابعہ میری ایک بات مانو گی۔

جی بابا۔ میں آپ کی ہر بات مانوں گی۔

اگر مجھے کچھ ہو جائے اور میں واپس نہ آسکوں تو مجھ سے وعدہ کروں کہ تم وہیں رہو گی۔

بابا۔۔وہ چلا اٹھی۔ لیکن خالد بولتا رہا کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرو گی کہ مجھے کیا ہوا ہے۔

بابا۔ وہ رودی ۔ یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔

رابعہ مجھ سے وعدہ کرو۔

بابا۔ آپ فوراً واپس آجائیں۔

میں نہیں آسکتا۔ کل یکم اکتوبر ہے اور امی جان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔

بابا۔ یہ کیا معمہ ہے۔

میری جان میں آکر بتاؤں گا خالد نے بہت محبت سے کہا وہ رابعہ سے اس طرح بہت کم بات کرتا تھا حالانکہ وہ اسے جنون کی حد تک چاہتا تھا مجھ سے وعدہ کرو۔ پلیز۔

آپ یوں مت کہیں۔ رابعہ بولی۔ ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں لیکن بابا آپ وعدہ کریں کہ واپس آئیں گے۔ وہ رو رہی تھی۔

ہاں اگر زندہ رہا تو۔ اس نے جواب دیا اس کے بعد فون بند کر دیا۔ یا لائن کٹ گئی رابعہ نے کال ملانی چاہی لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آرہا تھا۔ خالد کا خاندان جہاں آباد تھا وہ پہاڑی علاقہ تھا اور وہاں موبائل سگنل نہیں تھے لینڈ لائن تھی اور خالد اسی سے کال کرتا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ کبھی کبھی لائن خراب ہو جاتی ہے وہاں تین فون تھے رابعہ نے ٹرائی کیا لیکن کسی نے کال ریسو نہیں کی رابعہ بہت دیر تک کوشش کرتی رہی لیکن بے سود۔ اس رات بڑی مشکل سے اس کو نیند آئی

یکم اکتوبر رابعہ کی آنکھ سیل فون کی بیل پر کھلی کال پاکستان سے اور جاگیردار کے نمبر سے آرہی تھی اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کال ریسو کی۔ بابا۔

میں فوزیہ بات کر رہی ہوں۔ دوسری طرف سے ایک سرد آواز سنائی دی۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ گذشتہ رات خالد کا انتقال ہو گیا ہے۔

کیا۔ رابعہ چیخ اٹھی۔

وہ باتھ ٹب میں نہا رہا تھا کہ پانی میں ڈوب گیا فوزیہ اس کی چیخ کا اثر لیے بغیر بولتی چلی گئی۔ رابعہ رونے لگی فوزیہ اس کا رونا سنتی رہی اس کو آج دفن کر دیا گیا ہے۔

کیا مجھ سے پوچھے بغیر۔

خالد کی آخری یہ وصیت تھی اس نے تمہیں یہاں آنے سے منع کر دیا ہے اور اس کی تحریری وصیت بھی کی ہے میں نے اس کی وصیت ایکسپریس کوریئر سے بجھوا دی ہے کل تک تمہیں مل جائے گی فوزیہ نے بغیر کسی جذبے کے کہا اسے ایک شدید شاک لگا تھا کہ کیا ہوا ہے کیسے ہوا پھر وہ بے ہوش ہو گئی۔ اسے ہوش آیا تو وہ ہسپتال میں تھی اتفاق سے صبا جو کہ اس کی بہترین دوست تھی وہ اسے کال کر رہی تھی اور جب اس نے کال ریسو نہیں کی تو وہ خود اس کے گھر چلی گئی تھی اور صبا اور اسکی فیملی بھی اسی علاقے میں رہتی تھی اسے بے ہوش پا کر صبا نے ایمرجنسی کال کی اور دس منٹ میں ایمبولنس مع ڈاکٹر کے آگئی۔ اسے ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا جہاں اس کا مکمل معائنہ ہوا اسے ہلکا ذہنی صدمہ پہنچا تھا۔ لیکن اس کی حالت خطرے سے باہر تھی چند گھنٹے بعد اسے ہوش آ گیا تھا اسے ہوش میں آتا دیکھ کر صبا نے سکون کا سانس لیا۔ صبا کو سامنے پا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی خالد کے بارے میں سن کر صبا کو یقین نہیں آیا اس نے رونے سے گریز کیا اور رابعہ

کو سنبھالنے لگ گئی۔ صبا کے لیے خالد کی موت سانحہ تھی لیکن اس وقت مسئلہ رابعہ کو سنبھالنے کا تھا صبا نے اسے اپنے ساتھ گھر لے جانے کا فیصلہ کرلیا اور صبا اس کے بہت ہی قریب تھی اور اس مشکل وقت میں وہ اسے سنبھال سکتی تھی خالد اور اس کی فیملی کی یہاں زیادہ لوگوں سے جان پہچان نہیں تھی لیکن صبا جن لوگون اور آفس میں جن کو جانتی تھی انہیں کال کر کے اطلاع دے دی اور وہ سب باری باری رابعہ کو مل کر تعزیت کرنے لگے۔

اگلی صبح وہ گھر جانے کے لیے تیار ہوگئی صبا تیار نہیں تھی کہ وہ ابھی گھر جائے بڑی مشکل سے اس نے صبا کو راضی کرلیا لیکن اس شرط پر کہ صبا بھی اس کے ساتھ ہی جائے گی۔ رابعہ گھر میں مس کر رہی تھی دوسرے اسے پاکستان سے آنے والے پارسل کا بے تابی سے انتظار تھا وہ اپنے باپ کی وصیت دیکھنا چاہتی تھی گھر آتے ہی اسے باپ کی یاد ستانے لگی یہ تو اچھا تھا کہ صبا اس کے ساتھ ورنہ وہ پھر بکھر جاتی صبا بڑی حکمت عملی سے اسے سنبھالتی رہی۔

شام کے وقت کوریئر پارسل دے گیا یہ خاصا بڑا تھا گتے کے مضبوط پیک میں خالد کی تمام چیزیں تھیں جو پاکستان ساتھ لے گیا تھا اس کا پاسپورٹ کارڈ اور دوسری دستاویزات کے ساتھ دو لفافے بھی تھے ایک میں اس کے ہاتھ سے لکھی ہوئی وصیت تھی اور یہ وصیت اس نے اپنی موت سے صرف دو دن پہلے لکھی تھی وصیت مختصر اور جامع تھی۔

میں خالد وہ اکبر وصیت کرتا ہوں کہ پاکستان میں قیام کے دوران میں انتقال کی صورت میں مجھے میرے آبائی قبرستان میں دفن کر دیا جائے میری بیٹی اور وراث رابعہ کو اس کی اطلاع دی جائے لیکن اسے پاکستان آنے اور میری تدفین میں شرکت کی اجازت نہ دی جائے نہ ہی بعد میں وہ یہاں آئے۔ خالد نے یہ وصیت کیوں کی رابعہ نے کئی بار یہ سوال خود سے کیا اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

یہ سارا معاملہ بہت پراسرار لگ رہا تھا اس نے صبا سے کہا تو اس نے رابعہ کی بات مسترد کر دی۔

اس میں کوئی پراسراریت نہیں ہے انکل اتنے عرصے بعد اپنے وطن گئے اور اپنے گھر والوں سے ملے اس لیے وہ جذباتی ہوگئے اور انہوں نے یہ وصیت کر دی اتفاق کی بات ہے کہ اس کے فوراً بعد ان کا انتقال ہوگیا اور ان کی وصیت پر عمل ہوگیا۔

لیکن بابا نے مجھے وہاں آنے سے منع کیوں کیا۔

ہاں تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ وہاں کے حالات ٹھیک نہ ہوں۔ صبا کی وضاحت قابل قبول تھی لیکن نجانے کیوں اس کے دل کو نہ لگی تھی صبا سارا دن اس کے ساتھ رہی وہ کالج میں پڑھنے کے ساتھ شام کے وقت ایک آئی ٹی فرم میں جزوقتی کام بھی کرتی تھی رابعہ کو احساس تھا کہ اس کے دو دن نکل گئے تھے اس لیے اس نے اصرار کر کے صبا کو اس کے گھر چھوڑ دیا اس نے صبا کو یقین دلایا اور کہا۔

اب میں بالکل ٹھیک ہوں اور میں خود کو سنبھال لوں گی۔

میرا دل نہیں چاہ رہا۔ صبا بولی۔

تب تم جمعے کی شام کو آجانا رابعہ نے تجویز پیش کی لیکن ابھی تمہارا دو دن نقصان ہو چکا ہے۔ صبا کو گھر چھوڑ کر وہ واپس چلی گئی تو کچھ دیر کے لیے اکیلا گھر کاٹنے کو دوڑنے لگا۔ وہ باپ کے بیڈروم میں آگئی اس کا دل بھر آیا۔ لیکن اس نے خود کو قابو میں رکھا اور وہ لفافہ کھولا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا اندر سے ایک صفحہ نکلا جس پر خالد کی تحریر میں اس کے لیے خط تھا اس نے لکھا تھا۔

رابعہ میری جان۔ میری بیٹی تم یہ خط پڑھ رہی ہو اس کا مطلب ہے میں اس دنیا میں نہیں ہوں تم حیران ہوگی کہ میں نے تمہیں اپنی موت کی صورت

میں پاکستان آنے سے کیوں منع کیا تھا میری بچی یہ ایک لمبی کہانی ہے میں تفصیل میں نہیں جا سکتا یوں سمجھ لو کہ یہ ہمارے خاندان کی بدقسمتی تھی آج سے چالیس سال پہلے پے در پے سانحات کا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے کوئی بلا ہے یا بدقسمتی ہے یا پھر ہمارے اعمالوں کی سزا ہے جو ایک ایک کر کے اس خاندان کے لوگوں کو نگل گئی۔ میری جان تم پاکستان نہیں آؤ گی۔ خالد۔ ولد اکبر۔

رابعہ یہ تحریر پڑھ کر بہت حیران ہوئی اسے یہ معاملہ بہت پراسرار لگ رہا تھا ایک طرف اس کے والد کی وصیت تھی تو دوسری طرف اس کا تجسس اور اس کے دوسرے سوالوں کے جواب۔ وہ بہت کشمکش میں پھنس گئی تھی اس کو راستہ نہیں مل رہا تھا کہ وہ کس طرف جائے آخر کار اسے اپنے بابا کی آخری خواہش کا احترام کرنا پڑا رابعہ نے اپنے بابا کی جاب جوائن کر لی اور اسکو ترقی ملتی گئی خوش قسمتی سے رابعہ کو کولیگ بھی بہت اچھے تھے صبا سے رابطہ برقرار تھا صبا کی شادی ہو چکی تھی اور تین سال گزر چکے تھے۔ صبا کا ایک بیٹا تھا صبا اب رابعہ کو مجبور کر رہی تھی وہ اسے بار بار کہتی۔

شادی کر لو اب۔

یار میں کس سے شادی کروں راستے سے پکڑ لوں۔

لیکن تم نیت تو کرو کسی سے ملو تو سہی یہاں مسلم کمیونٹی میں پاپا کے واقف کار ہیں تمہاری پرسنلٹی بھی اچھی ہے۔ جاب بھی ہے اپنا گھر ہے تمہیں کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے۔

میں ایسے شخص سے شادی نہیں کر سکتی جو میری جاب یا دولت دیکھ کر مجھ سے شادی کرے رابعہ نے کہا۔

او بی بی کس زندگی میں جی رہی ہو اب تو گورے بھی یہ سب دیکھ کر شادی کرتے ہیں۔

پھر میں شادی سے بھلی اچھی۔ رابعہ نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ یعنی وہ اس بارے میں مزید بات نہیں کرنا چاہتی تھی صبا خاموش ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی رابعہ کو اپنی کمپنی کی طرف سے پاکستان جانے کا موقع ملا پاکستان میں اس کو کچھ لوگوں سے اپنی کمپنی کی طرف سے جس میں وہ جاب کرتی تھی ڈیل کرنی تھی اس نے صبا کو فون کر کے بتایا۔

کیا تم ابو کے گھر بھی جاؤ گی۔ صبا نے پوچھا۔

پتہ نہیں۔ رابعہ نے جواب دیا۔

یار یہ کیا بات ہوئی کہ پتہ نہیں۔ صبا نے تیز لہجے میں کہا۔

میرا دل تو ہے جانے کو۔ رابعہ نے جواب دیا۔

کب جا رہی ہو۔ صبا نے سوال کیا۔

پچیس ستمبر کو اور واپسی کا پتہ نہیں ڈیل لمبی بھی ہو سکتی ہے رابعہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اسکا مطلب تم پرسوں جا رہی ہو

ہاں۔ اوکے پھر بات ہو گی میں کھانا بنا لوں گی ۔ اللہ حافظ۔ اس نے فون بند کر دیا۔

طیارے نے رن وے چھوا تو اس نے پہلی بار اس نے اس سرزمین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اسکا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔ وہ اپنے والد کے وطن پاکستان میں تھی اس کا دل چاہا کہ وہ اپنی زمین کو چوم لے بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو نکل آئے ائیر پورٹ پر اس کو ریسیو کرنے کے لیے آدمی موجود تھا اس نے رابعہ کے نام کا ہاتھ میں بورڈ پکڑا ہوا تھا۔ رابعہ سے سلام دعا کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل چلی گئی۔ اور ریسٹ کرنے لگی کمرہ پہلے سے ہی اس کے باس نے بک کروا دیا تھا اور ایک ڈرائیور کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ تاکہ پاکستان میں اس کو کوئی مسئلہ نہ پیش آئے۔ اس نے ڈرائیور کو کال کی وہ گاڑی تیار کرے وہ نیچے آ رہی ہے فون کرنے کے بعد اس

نے ڈریس تبدیل کیا اور گاڑی کے پاس آئی۔

جی مادام آپ کو کہاں جانا ہے ڈرائیور نے شائستہ لہجے میں پوچھا۔

میرا موڈ تھوڑا گھومنے پھرنے کو تھا کیا تم مجھے کسی مشہور جگہ پر لے جا سکتے ہو۔

کیوں نہیں۔آپ بیٹھیے۔

رابعہ گاڑی میں بیٹھ گئی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور لاہور کے مشہور جگہوں پر رابعہ کو خوب گھمایا۔ چونکہ اس کی صبح میٹنگ تھی وہ اپنے ذہن کو فریش کرنا چاہتی تھی۔

میٹنگ میں دو دن لگ گئے اور میٹنگ کامیاب رہی باس نے خوش ہو کر اس کو چھٹی دے دی کہ وہ جتنے دن پاکستان رہنا چاہتی ہے رہے رابعہ سوچ رہی تھی کہ وہ اپنے خاندان والوں سے ملے یا نہ ملے۔اس کو اپنے باپ کی وصیت بھی یاد تھی لیکن اس کا تجسس سر ابھار رہا تھا کہ اس کے باپ کی موت کیسے ہوئی۔ اور یکم اکتوبر والی کیا بات ہے اور چار دن بعد یکم اکتوبر بھی تھا وہ بہت ہی پریشان حالت میں بیٹھی اسی کشمکش میں پھنسی ہوئی تھی

وہ بہت ہی پریشان حالت میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اس کے اباؤ اجداد کا کیا ہوا زندگی کیسے گزارے گی دیکھنے میں بہت ہینڈسم اور پرکشش نوجوان تھا اس کا اصلی نام عمر دراز تھا وہ اسوقت اپنی محل نما حویلی میں بیٹھا تھا پیچھے سے کسی نے آ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اس نے چونک کر پیچھے دیکھا تو بڑی خانم کھڑی تھی۔

او بڑی خانم آپ کب آئیں عمر نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

ابھی آئی ہوں تم کس سوچ میں گم ہو۔ بڑی خانم نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

کچھ خاص نہیں بڑی خانم عمر نے جواب دیا۔

چلو عام ہی بتا دو بڑی خانم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں انکل کی موت کی وجہ اس پریشان ہوں ان کو اسی دن آنا تھا پتہ نہیں کیوں مجھے عجیب سی وحشت ہونے لگی ہے آخر کب تک ہم لاشیں اٹھاتے رہیں گے۔ گھر کے افراد ہی کتنے بچے ہیں میں آپ اور دادی اماں اور کل مجھے دادی اماں نے شادی کا کہا ہے میری شادی کے بعد میں اور میری بیوی بھی موت کا شکار ہو جائے گی۔ میں شادی کے لیے دادی کو منع بھی نہیں کر سکتا۔ان کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے۔اور میں شادی بھی نہیں کر سکتا عمر نے تفصیل سے ساری بات بتاتے ہوئے کہا۔

بیٹا پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جائیگا بڑی خانم نے عمر کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

کیا ٹھیک ہو جائے گا کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوگا مجھے وحشت ہونے لگی ڈر لگنے لگا ہے میں پاگل ہو جاؤں گا عمر نے بات کرتے ہی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔

ہاہاہا۔ابھی تو عشق کے امتحان اور بھی ہیں میں تم دونوں کو اتنا تنگ کروں گی کہ تم زندگی بھر یاد رکھو گے تمہارا دل چاہے گا کہ تم کہیں بھاگ جاؤ بڑی خانم نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا

رابعہ نے حویلی میں کال کی کال فوزیہ نے ریسیو کی رابعہ نے اپنا تعارف کرایا تو وہ سرد لہجے میں بولی۔

میں پہچان گئی ہوں کہو کیوں فون کیا ہے۔

میں پاکستان آئی ہوں اور آپ لوگوں سے ملنا چاہتی ہوں۔

کیوں۔

میں بابا کی موت کے حالات جاننا چاہتی ہوں اور اس کے پس پردہ حقیقت۔

اس کی ضرورت نہیں ہے۔فوزیہ نے کہا اب

یہاں کال مت کرنا۔

ایک منٹ۔۔رابعہ جلدی سے کہا۔

میں نہیں جانتی آپ کون ہیں۔

لیکن میں اتنا جانتی ہوں میرے بابا اس جاگیر کے وارثوں میں سے ایک ہیں میں ان کی اکلوتی بیٹی ہوں اس حیثیت سے مجھے کوئی بھی وہاں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا رابعہ نے تیز لہجے میں کہا۔

تم کہاں ٹھہری ہو۔فوزیہ نے سرد لہجے میں کہا رابعہ نے ہوٹل کا پتہ بتادیا۔اور شہر کا بھی۔

ٹھیک ہے تم کو پانچ گھنٹے تک پکر کرنے تمہارا کزن آجائے گا تم اپنا پرسنل نمبر بتادو رابعہ نے اپنے موبائل کا نمبر بتادیا جو کہ پاکستان آتے ہی لے لیا تھا ۔تمہارے کزن کا نام عمر دراز ہے۔فوزیہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔اور کال بند کردی۔

عمر بیٹے کدھر ہو فوزیہ یعنی بڑی خانم نے آواز لگاتے ہوئے کہا۔

جی بڑی خانم ادھر اس کمرے میں ہوں ایک کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔

عمر تم کو اپنی کزن کو لینے لاہور جانا ہے فوزیہ نے کہا۔

کیا رابعہ پاکستان آئی ہوئی ہے عمر نے حیرانگی سے پوچھا۔

ہاں اور ہاں اس کا موبائل نمبر اور ہوٹل کا بتادیا

بڑی خانم مجھے تو زمین کے کام کے سلسلے میں دوسرے شہر جانا تھا اور لازمی جانا ہے۔اسد کو کال کردیتا ہوں وہ لے آئے گا عمر نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے جیسے تم بہتر سمجھو۔فوزیہ نے جاتے ہوئے کہا عمر نے اپنا موبائل نکال کر اسد کا نمبر ڈائل کیا تیسری بل پر اس نے کال ریسیو کر لی کیسے ہو عمر نے پوچھا۔

ٹھیک ہوں جناب آج ہماری یاد کدھر آگئی اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بس یار تم کو پتہ ہے ناں میں زمین کے سلسلے میں کتنا مصروف ہوں اور دیکھو ابھی بھی مجھے کام کے سلسلے میں دوسرے شہر جانا ہے اور کزن کو لینے لاہور بھی جانا ہے عمر نے اپنی مصروفیات بتاتے ہوئے کہا ۔تم کو اسی لیے کال کی ہے کہ مجھے کام ہے تم جاکر کزن کو لے آؤ۔

لیکن یار وہ تو مجھے جانتی تک نہیں اس نے کہا۔

مجھے کون سا جانتی ہے میں تمہارا نمبر اس کو بتادوں گا اور اپنی مجبوری بھی کیا تم کو چھٹی مل جائے گی عمر نے سوال کیا۔

یار چھٹی تو مل جائے گی اس نے جواب دیا۔

اوکے پھر ٹھیک ہے۔۔میں رابعہ کو کال کرتا ہوں اور پھر اس نے فون بند کرکے رابعہ کو کال کی ۔جو دوسری بیل پر اوکے ہوگئی۔

ہیلو۔رابعہ کی پرکشش آواز سنائی دی۔

میں عمر بول رہا ہوں آپ کا کزن۔کیا حال ہے آپ۔عمر نے پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں آپ کب آرہے ہیں مجھے لینے

جی وہ ہی بتانے کے لیے کال کی ہے کہ میں نہیں آسکتا میرا ایک دوست اسد آپ کو لینے آئے گا وہ میرے بھائی کی طرح ہے عمر نے کہا۔آپ اس کا نمبر نوٹ کرلیں ۔وہ لاہور آکر آپ سے رابطہ کرے گا۔عمر نے کہا۔

اوکے میں ویٹ کروں گی اللہ حافظ۔

عمر نے کال کرکے اسد کو سب کچھ بتادیا اور اس کو روانہ ہونے کا کہا۔

رابعہ کو اسد لینے پانچ گھنٹے میں ہی لاہور آگیا تھا رابعہ اس وقت اسد کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی سفر کررہی تھی اسد کو پہلی نظر میں رابعہ اچھی لگی تھی اس کے دل میں اتر گئی تھی۔

آپ کیا کام کرتے ہیں ۔۔ رابعہ نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

میں آرمی میں ہوتا ہوں اور آپ۔

میں انگلینڈ ہوتی ہوں وہاں جاب کرتی ہوں کیا آپ جانتے ہیں گھر میں کون کون ہے۔

عمر آپ کے چچا کا بیٹا بڑی خانم اور دادی اماں ہوتی ہیں اسد نے بتایا۔

فوزیہ کون ہے۔

فوزیہ آپ کے والد کے چاچا کی بیٹی ہے اس کو بڑی خانم کہتے ہیں۔

کیا دادی اماں زندہ ہیں۔

ہاں لیکن وہ بیمار رہتی ہیں۔

اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا مثلاً ابو کے بہن بھائی وغیرہ۔ رابعہ کے دل میں سوال مچل رہا تھا

ہوتے ہیں اس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

کیا مطلب۔ ہوتے ہیں۔ رابعہ نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ تین بھائی ہوتے تھے ۔ احمد ۔ ریاض ۔ اور تیسرا خالد ۔ اور بہن تھی ہی نہیں اس نے بتایا۔

دونوں بھابھیوں کی صرف ایک اولاد تھی۔

نہیں بیٹا اور بیٹی بھی بہت تھے لیکن اب کوئی زندہ نہیں ہے اس کے بدستور ہونٹ بھینچے ہوئے تھے

ان کو کیا ہوا۔

اس بات کا جواب عمر ہی آپ کو دے گا۔

کیا فوزیہ کی اولاد ہے۔ رابعہ نے پھر پوچھا

نہیں فوزیہ نے شادی نہیں کی۔

عمر کو آپ کب سے جانتے ہیں۔

سات ماہ سے جانتا ہوں وہ بھی میری یونٹ میں ٹریننگ کے لیے آیا تھا اور ہماری ملاقات ہوگئی تھی پھر پکی دوستی ہوگئی ہمارا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا ہوتا رہتا ہے۔

رابعہ بھی اس میں خوب دلچسپی لے رہی تھی شاید وہ بھی اسد سے متاثر ہوگئی تھی آپ کے مشاغل کیا ہیں ۔

میں کرکٹ کھیلتا ہوں سٹوریاں لکھتا ہوں وہ بھی صرف خوفناک ڈائجسٹ میں اس نے کہا۔

او آپ رائٹر ہیں گڈ۔ رابعہ نے کہا۔

بس جی چھوٹا موٹا رائٹر ہوں وہ آپس میں باتیں کررہے تھے جیسے برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں باتیں کرتے ہوئے ان کو احساس ہی نہ ہوا کہ وہ حویلی پہنچ چکے ہیں وہ محل نما حویلی کو دیکھ کر حیران ہوئی بہت ہی خوبصورت حویلی تھی وہ دونوں گاڑی سے باہر نکلے تو ایک ملازم باہر آیا اس نے رابعہ کا سامان لیا اور اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا رابعہ اس کے پیچھے چل پڑی حویلی حویلی اندر سے بھی اتنی ہی خوبصورت تھی جتنی باہر سے تھی ملازم اس کو لے کر ایک کمرے میں آگیا کمرہ بہت ہی خوبصورت تھا وہاں ملازم نے اس کا سامان رکھا اور کہا۔

بیگم صاحبہ آپ نہا کر فریش ہوجائیں بڑی خانم آپ کو دوپہر کے کھانے پر ملیں گی۔ کھانا لگنے میں صرف آدھا گھنٹہ باقی ہے۔

ٹھیک ہے اور اسد کدھر گیا ہے۔

وہ واپس چلے گئے ہیں ملازم کہہ کر چلا گیا۔

اسے اپنا یہ استقبال توہین آمیز لگا لیکن وہ اس کے لیے تیار ہوکر آئی تھی اس نے نہا کر کپڑے تبدیل کیئے سر پر دوپٹہ لیا اور تیار ہوکر باہر آئی باہر ایک ملازمہ کھڑی تھی۔

آیئے بیگم صاحبہ آپ کو ڈائننگ حال میں لے چلوں وہاں بڑی خانم آپ کا انتظار کررہی ہیں ملازمہ اس کو حویلی کے فلور سے کسی دوسرے راستے سے ایک عالی شان روم میں لے آئی جہاں میز کے ایک سرے پر بڑی خانم بیٹھی تھی انکی عمر پچاس کے قریب تھی لیکن دیکھنے میں انتہائی خوبصورت اور پرکشش تھی رابعہ نے انہیں سلام کیا جس کو فوزیہ نے بڑی سردمہری سے

جواب دیا۔

بیٹھو۔تم خالد کی بیٹی ہو۔

جی آپ کو کوئی شک ہے رابعہ نے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔

نہیں۔اتنے میں ڈائننگ ہال میں عمر داخل ہوا عمر نے رابعہ کو سلام کیا اور اپنا تعارف کروایا اور رابعہ نے اپنا یہ ریاض کا بیٹا عمر ہے اور اس جائیداد کا اکلوتا وارث فوزیہ نے سخت لہجے میں کہا۔رابعہ نے اس بات پر کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔

آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔

مجھے بھی۔سوری آپ کو لینے نہ آسکا۔عمر نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

کوئی بات نہیں آپ کا دوست بھی اچھا ہے ۔رابعہ نے کہا۔بے اختیار اس کے منہ سے اسد کی تعریف نکل گئی۔

وہ میرا دوست نہیں بھائی ہے اور اچھا لڑکا ہے

دادی اماں کدھر ہیں رابعہ کھانا کھانے کے بعد کہا۔

وہ بیمار ہیں اپنے کمرے میں رہتی ہیں فوزیہ نے جواب دیا۔

میں ان سے ملنا چاہتی ہوں

میں نے ان کو تمہارے بارے میں بتا دیا ہے

جب ان کو ملنا ہوا وہ خود کہہ دے گی۔فوزیہ نے کہا۔

لیکن میں ان کو ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔

اس میں ہرج بھی کوئی نہیں ہے عمر نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے تم دکھا دو میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں فوزیہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

میں بڑی خانم کی طرف سے معافی چاہتا ہوں وہ ایسی ہی ہیں عمر نے کہا اور اسے اوپر لے آیا جس طرف رابعہ کا کمرہ تھا تین کمرے چھوڑ کر دادی اماں کا کمرہ تھا ایک ملازمہ باہر کھڑی تھی۔

دادی اماں سو رہی ہیں یا جاگ رہی ہیں۔

جاگ رہی ہیں لیکن ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔

اچھا ہم بھی ان کو ایک نظر دیکھنا چاہتے ہیں۔تم دروازہ کھولو۔ملازمہ نے دروازہ کھولا رابعہ نے دیکھا کہ ایک بوڑھی سی عورت بیڈ پر لیٹی ہوئی ہے اس کی آنکھیں بند ہیں ان کی ایک سائیڈ فالج کی وجہ سے ڈھلک گیا تھا لیکن ان کی صحت قابل رشک تھی چہرے پر سختی کا تاثر تھا۔رابعہ واپس پلٹ گئی عمر اس کے ساتھ تھا۔

بڑی خانم نے جب بابا کو خط لکھا تھا کہ دادی اماں کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے رابعہ نے پوچھا۔

ہاں اس وقت دادی اماں کی طبیعت واقع ہی خراب تھی ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا تھا اور ہم نے قبر بھی تیار کروالی تھی لیکن ان نے خود کو حیرت انگیز طور پر سنبھال لیا اور اس قبر میں خالد چاچا کو دفن کر دیا گیا۔

باپ کے ذکر پر رابعہ بے چین ہو گئی تھی بابا کی موت کیسے ہوئی۔

وہ پانی کے ٹب میں ڈوب گئے تھے۔یا تو وہ سو گئے تھے یا ان کی طبیعت خراب ہوئی تھی وہ بے ہوش تھے جس کی وجہ سے ان کا سر پانی میں ڈوب گیا تھا۔عمر نے تفصیل بتائی۔

میں بابا کی قبر پر جانا چاہتی ہوں رابعہ نے کہا عمر اس کو لے کر اپنے آبائی قبرستان جو کہ حویلی کے بیک سائیڈ پر تھا وہاں پر بارہ قبریں تھیں۔ریاض۔احمد۔اور خالد دونوں بہوؤں کی قبریں تین بیٹے اور تین بیٹیاں۔جو کہ ریاض کی اولاد تھیں ایک قبر ان کے ابا اکبر کی تھی۔خالد کی قبر دیکھ کر رابعہ کی آنکھیں بھیگ گئیں خیر وہ واپس عمر کے ساتھ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

کیا بڑی خانم بھی جاگیر میں حصہ دار ہیں
نہیں ان کو دادی اماں نے یہ ذمہ داری سونپی ہے۔عمر نے بتایا۔
آپ یہ مت سمجھئے گا کہ میں جاگیر میں یا حویلی میں اپنا حصہ مانگنے آئی ہوں میں تو یہ جاننے آئی ہوں بابا کی موت کن حالات مین ہوئی اور یہ یکم اکتوبر منگل والے دن کی کیا پراسراریت ہے۔عمر کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا۔
میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔آپ کو اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے کیا۔عمر نے تعجب سے کہا۔
جی میں کچھ نہیں جانتی کیونکہ بابا نے یہاں آنے سے پہلے مجھے اپنے خاندان کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا وہ اس بارے میں بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے انہوں نے اپنی موت سے ایک دن پہلے مجھ سے کہا تھا کہ اگر انہیں کچھ ہو جائے تو تب بھی میں یہاں نہ آؤں اور نہ ہی اس بارے میں جاننے کی کوشش کروں۔
آپ پھر بھی چلی آئیں۔
ہاں۔کیونکہ میں اس خاندان کی ایک فرد ہوں اور اس کے بارے میں جاننا میرا حق ہے
کیا خالد چاچا یا کسی اور نے آپ کی حق تلفی نہیں کی ہے مجھے یقین ہے کہ خالد چاچا آپ کو کسی ممکنہ خطرے سے بچانا چاہتے ہوں۔
کس خطرے سے۔
اس سوال پر عمر کسی قدر بے چین ہو گیا اس نے کہا۔ٹھیک سے تو میں نہیں جانتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب بھی یکم اکتوبر کی تاریخ منگل کے دن آئی حویلی کے کسی فرد کی پراسرار موت ہوئی رابعہ کے بدن میں سرد سی لہر پھیل گئی۔
اب تک کتنی اموات ہو چکی ہیں۔
گیارہ اموات۔

اف میرے خدا۔رابعہ نے حیران ہو کر کہا۔کیا تمام اموات حادثاتی تھیں۔
نہیں کچھ طبعی بھی کہی جاسکتی ہیں لیکن وہ یکم اکتوبر منگل والے دن ہی ہوئی تھی۔
رابعہ دم بہ خود ہوئی اس نے بمشکل کہا۔یہ کیا آپ نے اس کے پس منظر جاننے کی کوشش نہیں کی۔
میں اس کا پس منظر تو نہیں جانتا صرف حالات واقعات سے واقف ہوں اگر کوئی پوری بات جانتا ہے تو وہ دادی اماں اور بڑی خانم رابعہ ہیں اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن اسے ایک کام کے سلسلے میں جانا پڑا اس نے رابعہ سے معذرت کرلی کوئی بات نہیں میں بھی سفر کی تھکی ہوئی ہوں تھوڑی دیر آرام کرلوں گی عمر چلا گیا۔رابعہ کمرے میں واپس آئی اور منہ ہاتھ دھویا اور ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھ کر ٹشو سے منہ صاف کرنے لگ پڑی اچانک اسے لگا کہ جیسے اس کے پیچھے کوئی ہے اس کے سر کے اوپر کسی عورت کے سر کے بالوں والا حصہ نظر آرہا تھا وہ بری طرح چونک کر پیچھے پلٹی لیکن وہاں کوئی نہیں تھا کچھ دیر تو وہ اپنے دل کی دھڑکنیں سنبھالتی رہی پھر لیٹ گئی اسے پتہ نہیں چلا کہ سوچوں کے درمیان وہ کیسے سوگئی۔اس کی آنکھ کھلی تو شام ہو چکی تھی دن میں موسم خوشگوار تھا لیکن اس وقت ہلکی سی خنکی محسوس ہو رہی تھی اس کا ارادہ تھا کہ شام سے ذرا پہلے اٹھ کر وہ حویلی کے باہر کا معائنہ کرے گی لیکن یہ وقت سونے میں نکل گیا اتفاق سے اس کمرے کی بالکونی میں آئی پہاڑوں میں اور وادی کے اوپر والے حصوں میں روشنی ختم ہو گئی تھی۔اس نے دائیں بائیں دیکھا اتفاق سے اس کا کمرہ درمیان میں تھا اس کے دائیں بائیں دو بالکونیاں تھیں رابعہ نے بائیں طرف دیکھا تو اسے آخری بالکونی میں حرکت کرتا ہوا نظر آیا یہ جھلک صرف چند سیکنڈ کی تھی اسے یوں لگا جیسے کوئی عورت تیزی سے اندر گئی ہو رابعہ نے زیادہ توجہ نہ دی وہ کوئی ملازمہ بھی ہو سکتی تھی جو کسی کام

کے لیے بالکونی میں آئی ہو۔ وہ واپس کمرے میں آئی اس کو چائے کی طلب ہو رہی تھی اس ملازمہ کو طلب کیا اور چائے لانے کو کہا دس منٹ بعد وہ چائے لے آئی اور بڑے سلیقے سے چائے بنا رہی تھی۔

تمہارا نام کیا ہے۔

جی نور بانو۔ ملازمہ نے شرماتے ہوئے کہا۔

اچھا نور بانو حویلی میں کل کتنے لوگ ہیں رابعہ نے سرسری انداز میں پوچھا۔

مالکوں میں تین لوگ ہیں بڑی خانم دادی جی اور عمر صاحب حویلی میں کوئی بیس کے قریب ملازم ہیں ان میں نو عورتیں اور باقی مرد۔ بڑی خانم اور دادی اوپر رہتی ہیں جبکہ عمر صاحب نیچے رہتے ہیں۔

میرے کمرے کی لائن کا آخری کمرہ کس کا ہے

نور بانو کے چہرے پر خوف نمودار ہوا جی۔ یہ کمرہ دادی اماں کے بڑے بیٹے احمد کا ہے۔

اس میں کوئی رہتا ہے۔

جی نہیں یہ کمرہ تو چالیس سال سے خالی پڑا ہے مطلب وہاں کوئی نہیں رہتا کوئی ملازمہ وہاں اکیلے جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔

کیوں۔ رابعہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

اس بات کو اپنے تک ہی رکھیے گا۔ نور بانو نے راز دارنہ لہجے میں کہا۔ وہ کمرہ آسیب زدہ ہے وہاں ایک عورت دکھائی دیتی ہے اچانک نظر آتی ہے اور پھر اچانک ہی غائب ہو جاتی ہے۔ رابعہ چونک گئی اسے کمرے کی بالکونی میں کسی عورت کی جھلک دکھائی دی اس نے نور بانو سے کہا کوئی خادمہ بھی ہو سکتی ہے توبہ کریں جی نور بانو نے کان کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا ہم تو اس کمرے کے قریب نہیں جاتے اندر جانے کو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بڑی خانم سال میں دو تین بار صفائی کے لیے کمرہ کھولتی ہیں تب بھی ہم تین چار ملازمہ اکھٹے جاتی ہیں۔ رابعہ کو یقین تھا کہ اس نے جس کمرے کی بالکونی میں عورت کی ایک جھلک دیکھی تھی وہ آخری تھی اور نور بانو بتا رہی تھی کہ بالکونی والا کمرہ بند رہتا ہے رابعہ بذات خود آسیب وغیرہ پر یقین نہیں رکھتی تھی لیکن یہاں گذشتہ چالیس سال برسوں سے اموات ہو چکی تھیں اور وہ بھی مخصوص ایک ان جب کسی سال میں یکم اکتوبر منگل کو پڑتی تھی حویلی کا کوئی فرد اس جہاں فانی سے گزر جاتا تھا اتفاق کی بات مرنے والے تمام افراد کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ صرف خالد کی بیوی بچ گئی کیونکہ اس کا اس حویلی سے کوئی تعلق نہیں تھا دوسرے وہ پہلے ہی وفات پا گئی تھیں رابعہ کو خیال آیا کہ اگر وہ بھی اس کے باپ کے ساتھ یہاں ہوتی تو شاید وہ بھی بچ نہ پاتی یہ میں کیا سوچ رہی ہوں اس نے سر جھٹکا یہ کوئی آسیب نہیں ہے بلکہ کوئی دوسرا چکر ہے رابعہ نے اپنے یقین کو جھٹلا رہی تھی ابھی پوری بات اس کے علم میں نہیں تھی اور جتنی آتی تھی اس نے اس کا تجسس مزید بڑھا دیا تھا رابعہ نے پیالی پرچ میں رکھی۔

پتہ نہیں کیا چیز یہاں کے لوگوں کے پیچھے پڑ گئی ہے ایک ایک کر کے دادی اماں کی ساری اولادیں اس کا نشانہ بن گئی ہیں نور بانو نے دکھی لہجے میں کہا۔

تمہارا مطلب ہے یہ کوئی آسیبی چیز ہے کوئی جن بھوت نور بانو نے حیرت سے اسے دیکھا۔

تو بی بی اور کیا ہو سکتا ہے آپ خود سوچیں کسی گھر میں اس طرح لوگ مرتے ہیں ایک خاص دن ایک خاص تاریخ کو اور پھر ہم سب ملازموں نے خود دیکھا ہے جس رات عمر صاحب کے والد کی موت ہوئی اس رات میری بڑی بہن نے خود ان کے کمرے کے پاس ایک عورت کو کھڑے دیکھا تھا۔

کون سی عورت۔

کوئی نہیں جانتا لیکن جس سال یکم اکتوبر کو منگل کے دن آنے والی ہوتی ہے اکتوبر کے مہینے شروع ہونے سے چار دن پہلے وہ دکھائی دینے لگتی ہیں۔ بس اس کی ایک دو لمحے کی جھلک دکھائی دیتی ہے رابعہ اس

کی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن ساتھ ہی اسے یہ بہت مشکل بھی لگ رہا تھا اس نے چائے ختم کی تو نور بانو برتن سمیٹ کر رخصت ہوگئی۔ رابعہ سوچ رہی تھی کہ اس راز سے پردہ کس طرح ہٹایا جائے کافی دیر وہ اس کے بارے میں سوچتی رہی کوئی سرا اس کے ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا نور بانو کمرے میں آئی۔

بی بی جی کھانا لگ چکا ہے۔

تم چلو میں آتی ہوں۔ فوزیہ میز پر موجود تھی لیکن آج عمر موجود نہیں تھا رابعہ نے عمر کا پوچھا فوزیہ مخصوص سرد لہجے میں بولی۔

وہ مصروف ہے آج کل زمینوں پر بہت کام ہے کھانے کے بعد رابعہ نے فوزیہ سے دادی جان سے ملنے کا کہا۔

انہیں تمہاری آمد کے بارے میں بتا دیا گیا ہے جب وہ مناسب سمجھیں گی تو وہ تم کو بلا لیں گی۔ رابعہ اپنے کمرے میں چلی گئی نور بانو بھی ساتھ ہی تھی بی بی جی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے رابعہ کو سونے سے پہلے مطالعے کا شوق تھا اس نے نور بانو سے کسی کتاب ڈائجسٹ کا پوچھا۔

بی بی جی عمر صاحب کے کمرے میں ہوگی۔

جاؤ وہاں سے لے آؤ۔ نور بانو تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں خوفناک ڈائجسٹ تھا یہ لیں بی بی جی یہ ہی ملا ہے۔

ٹھیک ہے تم جاؤ۔ نور بانو چلی گئی۔ رابعہ نے ٹائٹل والا صفحہ نکالا اور اسد کا نام پڑھ کر حیران ہوئی پھر اس کو یاد آیا کہ اسد نے اس کو بتایا تھا کہ وہ رائٹر ہے رابعہ نے اسد کی سٹوری پڑھنا شروع کر دی وہ اس میں کھو گئی اچانک کسی آواز نے اسے چونکا دیا اسے کچھ اندازا نہیں ہوا کہ آواز کس طرف سے آئی ہے اس نے دو دروازے کی طرف دیکھا وہ اندر سے بند تھا پھر اس کی نظر بالکونی کی طرف گئی یہ دروازہ شیشے کا تھا اور رابعہ نے اس کا پردہ برابر نہیں کیا تھا کمرے کی روشنی باہر تک جا رہی تھی۔ اس لیے رابعہ با آسانی اس عورت کو دیکھ لیا جو ریلنگ کی طرف منہ کر کے کھڑی تھی اس نے مقامی طرز کا لباس پہن رکھا تھا اس کے لمبے سیاہ بال اس کی پشت پر پھیلے ہوئے تھے رابعہ کے جسم میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے وہ بالکونی والا دروازہ اندر سے بند کرنے گئی تھی اور اس نے دیکھا تھا کہ بالکونی خالی تھی وہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی پھر یہ عورت کہاں سے آئی ہے وہ بالکل صاف دکھائی دے رہی تھی اور رابعہ اسے نظروں کا دھوکہ سمجھنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھی اس نے ہمت کی اور ڈائجسٹ رکھ کر آہستہ سے بستر سے اتری وہ دبے پاؤں بالکونی کی طرف بڑھی لکڑی کی کھڑکیوں پر بالکونی کی لحاظ سے پردے لگے ہوئے تھے دروازے کے پاس آ کر رابعہ نے دیکھا عورت ننگے پاؤں تھی اور رابعہ اور رابعہ چونکی کیونکہ اس کی ایڑیوں سے خون بہہ بہہ کر بالکونی کے فرش پر جمع ہو رہا تھا رابعہ نے جلدی سے دروازہ کھولا اور عورت کو آواز دی۔ تم کون ہو تم زخمی ہو۔ عورت نے کوئی حرکت نہیں کی اور نہ ہی رابعہ کو کوئی جواب دیا رابعہ باہر آئی اس نے عورت کے پاس جاتے ہوئے کہا تم زخمی ہو تمہیں مدد کی ضرورت ہے اس بار بھی عورت نے کوئی جواب نہ دیا رابعہ نے ڈرتے ڈرتے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے اپنی طرف گھمایا عورت اس کی طرف مڑی اس کا چہرہ ورم آلود تھا اور زخموں سے سجا ہوا تھا سب سے خوفناک بات یہ تھی کہ اس کی آنکھوں کی جگہ گڑھے تھے رابعہ کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ ہڑبڑا کر بے ہوش ہوگئی۔ اور ڈائجسٹ اس کے سینے پر لگا ہوا تھا۔

میں سو گئی تھی اس نے سوچا کیا یہ خواب تھا اس نے بالکونی کی طرف دیکھا اور اسے خالی پا کر سکون کا سانس لیا لیکن بالکونی کا دروازہ کھلا تھا یہ بات اس کو پریشان کر رہی تھی یہ خواب تھا یا حقیقت رابعہ کا حلق

خشک ہو رہا تھا اس نے بستر کے برابر میں موجود پانی کی طرف دیکھا لیکن وہاں پانی کا جگ نہیں تھا وہ نور بانو سے کہنا بھول گئی تھی وہ اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ راہداری خالی اور خاموش تھی رابعہ کو پھر خوف محسوس ہوا اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا اس کا دل چاہا کہ واپس کمرے میں چلی جائے لیکن خشک حلق نے اسے مجبور کر دیا یہاں نشست گاہ کے ساتھ ایک فریج رکھا تھا اس نے ڈرتے ڈرتے پانی نکالا اور وہ پانی پی کر واپس آ رہی تھی کہ دادی اماں کے کمرے کا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا لیکن اسے دروازے سے آتی ہوئی سسکیوں کی آواز نے متوجہ کر لیا کوئی عورت رو رہی تھی۔ رابعہ کو ایک بار پھر رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا اسے لگا کہ وہ عورت رو رہی ہے اس نے ڈرتے ڈرتے کھلے دروازے سے اندر جھانکا تو اس نے فوزیہ کو دادی اماں کے بستر کے ساتھ پایا اس کا ہلتا ہوا جسم بتا رہا تھا کہ وہ رو رہی ہے دادی اماں کا ہاتھ فوزیہ کے سر پر تھا اور وہ اسے تھپک رہی تھی رابعہ نے سسکیوں کے درمیان ایک نام لیا۔ فوزیہ نے یہ نام کئی بار لیا تھا رابعہ خاموشی سے واپس پلٹ آئی۔

کمرے میں آ کر وہ بستر پر لیٹ گئی اس کا ذہن زیادہ الجھ گیا تھا۔

ناشتے پر آج اسد بھی موجود تھا رابعہ کو خوشگوار حیرت ہوئی اس نے اسد سے حال احوال پوچھا ناشتے کے بعد اس نے عمر سے باہر وادی دیکھنے کا کہا۔

نہیں جی میں تو آج بہت زیادہ بزی ہوں زمینوں پر کاشت کرنے کا موسم ہے اسد کو آج چھٹی ہے وہ گھما پھرا دے گا کیوں اسد عمر نے اسد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جناب بندہ حاضر ہے۔ اسد نے مسکرا کر کہا۔

او کے میں کپڑے تبدیل کر کے آتی ہوں۔

وہ دونوں باہر نکلے تو آسمان پر ہلکے بادل تھے اور موسم بہت خوبصورت تھا رابعہ یہ حسن دیکھ کر مبہوت رہ گئی بہت خوبصورت علاقہ ہے رابعہ نے اسد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جی ہاں یہاں کا موسم ایسا ہی رہتا ہے اور یہ جو آپ کو پہاڑوں سمیت جو وادی دیکھائی دے رہی ہے یہ آپ کے خاندان کی ملکیت ہے اسد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

کیا ہمارا خاندان اتنا امیر ہے۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا فوزیہ نے شادی کیوں نہیں کی۔ رابعہ نے یکدم بات بدلتے ہوئے پوچھا۔ اور اسد نے عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

کیا آپ کو معلوم نہیں ہے۔

نہیں۔ رابعہ نے مختصرا کہا۔

بڑی خانم آپ کے والد خالد کے سنگ تھیں اور وہ انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے یہاں اپنی منگ کو چھوڑ کر کوئی نہیں چھوڑتا۔ اور اگر کوئی چھوڑ دے تو کوئی دوسرا اسے اپنانا نہیں چاہتا دادی اماں تو انہیں ریاض کے لیے لے رہی تھیں لیکن بڑی خانم نے انکار کر دیا۔

رابعہ سن کر حیران رہ گئی اس کے لیے ہر بات انکشاف تھی اسے رات کا منظر یاد آیا جب فوزیہ دادی ماں کے بستر کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی اور خالد کا نام لے لے کر رو رہی تھی ایک طرف دادی اماں کو اپنے شوہر کی بھتیجی سے اتنی ہمدردی تھی کہ اسے حویلی کا منتظم بنا دیا تھا لیکن دوسری طرف وہ اپنی سگی پوتی سے ملنے کو تیار نہیں تھی لازمی بات تھی کہ خالد کے سنگ چھوڑنے اور دوسرے ملک میں جا بسنے پر خوش نہیں تھی اتنے عرصے تک دونوں میں تعلقات انتہائی کشیدہ تھے وہ خالد کی اولاد تھی شاید اسی لیے سب سے یہ سلوک کر رہے تھے پھر اسے خیال آیا کہ اس کے باپ کو تو بلا لیا گیا تھا یعنی تعلقات میں بہتری آئی ہوگی پھر اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا یہ اس کے لیے ایک اور راز بڑھ گیا تھا۔

سنبھل کر۔ اسد نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ چونکی بے خیالی میں وہ خطرناک حد تک ترچھی ڈھلان پر قدم رکھنے جا رہی تھی۔ آپ کدھر کھو گئی تھیں۔

کچھ نہیں اپنے خاندان کے بارے میں سوچ رہی تھی خیر آپ کو یہ سب کیسے پتا ہے۔

مجھے عمر نے بتایا ہے۔ اس نے مختصرا جواب دیا۔

او سچ میں نے آپ کی سٹوری پڑھی تھی بہت انٹرسنگ تھی۔

تھینکس۔ لیکن آپ کو ڈائجسٹ کہاں سے ملا۔

عمر سے۔

اسد نے رابعہ کو خوب سیر کروائی پھر رابعہ کے ساتھ شاپنگ کرنے بازار چلی گئی۔

یہ یہاں کے مشہور کباب ہیں آپ چیک تو کریں اس نے کباب والی پلیٹ رابعہ کے نزدیک کرتے ہوئے کہا۔

چلیں آپ کہتے ہیں تو میں چیک کر لیتی ہوں ہوں ورنہ میں نے کبھی کھائے نہیں او یہ تو بہت مزیدار ہیں رابعہ نے کباب کھاتے ہوئے کہا۔ اچھا ایک بات پوچھوں ہے تو پرسنل لیکن بتائی آپ نے سچ ہے

جی پوچھیے۔ اسد نے کہا۔

کیا آپ کسی سے پیار کرتے ہیں یا آپ کی منگیتر ہے یا گرل فرینڈ رابعہ نے ڈھرکتے دل سے کہا

سچی پوچھیئے تو ابھی تک کوئی ایسی ملی ہی نہیں جو دل کو اچھی لگی ہو لیکن۔

لیکن کیا رابعہ نے جلدی سے کہا۔

لیکن اب دل میں کوئی اتر گیا ہے۔ آنکھوں میں کوئی بس گیا ہے۔

کتنے حسین لوگ ہیں جو مل کے ایک بار اسد
آنکھوں میں جذب ہو گئے دل میں سما گئے

واہ تو آپ شاعر بھی ہیں اچھا بتایئے ناں وہ کون سی خوش قسمت ہے۔

نہیں پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔ اسد نے رابعہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

جی پوچھیے۔ اگر یہ سوال میں آپ سے کروں تو۔ اسد نے بدستور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

میرا بھی جواب یہ ہی ہوگا۔

مانگی تھی ہم نے خدا سے محبت کی زندگی
خدا نے تم سے ملا کر زندگی کو ہی محبت بنا دیا

سچ میں۔ اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

جی۔ رابعہ نے شرماتے ہوئے کہا۔

شام کو دونوں واپس آئے اسد نے رابعہ کو حویلی چھوڑا اور کال کرنے کا کہہ کر چلا گیا۔ کھانے کا ٹائم ہو چکا تھا رابعہ بہت تھک چکی تھی اس لیے اس نے نور بانو کو کہا کہ مجھے بھوک نہیں ہے میں تھک چکی ہوں اس لیے آرام کروں گی۔ نور بانو چلی گئی کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو وہ سمجھی نور بانو آئی ہے اس نے بلند آواز میں کہا۔ آجاؤ دروازہ کھلا ہے۔

یکدم دروازہ کھلا اور عمر اندر آیا۔ اس کے چہرے پر پیار بھرے تاثرات تھے رابعہ اٹھ بیٹھی آپ۔

جی مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کو بھوک نہیں ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔

جی بس تھوڑی تھکن ہو گئی تھی۔

او کے آپ آرام کریں۔ عمر نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

ایک منٹ آپ نے مجھے یہاں ہونے والی اموات کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا۔

مجھے اس کا افسوس ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ سے کچھ بھی چھپایا نہیں جا رہا ہے اگر کہیں لاعلمی ہے تو وہ بھی آپکی بہتری کے لیے ہے

کیسی بہتری۔ جبکہ میرا یہاں کے کسی معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

رابعہ آپ نہیں جانتی ہم لوگ کن حالات سے گزرتے رہے ہیں آپ بہت غلط وقت پر یہاں آئی

ہیں۔ عمر نے افسردہ لہجے میں کہا۔
اس لیے کہ کچھ دن بعد یکم اکتوبر ہے اور منگل کا دن ہے۔ رابعہ نے اسے دیکھا۔
بالکل اور اس دن اس خاندان کا کوئی فرد اس دنیا سے گزر جاتا ہے۔
میں ان چیزوں کو نہیں مانتی۔
مانتا تو میں بھی نہیں ہوں لیکن اسے کیا کہا جائے کہ حقائق اور واقعات سامنے ہیں ان کو کسی صورت جھٹلایا نہیں جا سکتا۔
عمر میں جاننا چاہتی ہوں یہاں کیا ہوتا رہا ہے۔
ایسی کوئی بات نہیں ہے عمر نے سرد آہ بھر کر کہا۔
بات صرف اتنی ہے کہ ہم لوگ اپنی بدقسمتی میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے۔
کیا مطلب۔
میرے والد چاچا اور تایا بچ نہیں سکے اب اس خاندان میں صرف تین افراد بچے ہیں دادی اماں اور آپ اسی وجہ سے فوزیہ اور دادی اماں آپ کے آنے کی مخالفت کر رہی تھیں اور چاچا نے بھی سختی سے منع کیا تھا یہاں آنے سے۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپ آگئیں۔
اس کی دو وجوہات ہیں اول تو میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتی۔ اور دوسرا میں تقدیر پر یقین رکھتی ہوں جو میرے ساتھ ہونا ہے وہ ہو کر ہی رہنا ہے بابا بھی جان بچانے کے لیے انگلینڈ چلے گئے تھے لیکن وہ بھی بچ نہیں سکے میں تقدیر پر یقین رکھتی ہوں۔
سچی بات تو یہ ہے کہ میں بھی ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا لیکن بچپن سے یہ واقعات میرے سامنے ہو رہے ہیں عمر نے گہری سانس لی۔ دیکھتے اس بار کیا ہوتا ہے۔
کیا اس بار بھی کچھ ہوگا۔ کیا آپ کو یقین ہے۔
یقین تو نہیں لیکن چالیس سال میں یہ دن ایک بار بھی خالی نہیں گیا۔

پلیز عمر مجھے سب کچھ بتاؤ ناں رابعہ نے التجا کی
صبح آپ کو ضرور بتاؤں گا فی الحال مجھے ایک کام جانا ہے عمر نے کہا۔
لیکن مجھے سب کچھ سننا ہے میں اس راز کو جاننے کے لیے بہت بے تاب ہوں رابعہ نے منہ بنایا اور عمر کو رابعہ کی یہ ادا اتنی اچھی لگی کہ اس نے سوچا کہ کاش یہ ہر روز ایسے ہی دیکھنے کو ملے۔
سوری رابعہ پلیز ناراض مت ہونا آج شاید بارش آئے میرا زمین پر جانا لازمی ہے صبح ہر حال میں بتا دوں گا۔
ٹھیک ہے۔ رابعہ نے مختصراً کہا۔
اتنے میں رابعہ کا فون بجا سکرین پر اسد کا نام آ رہا تھا اس نے کال پک کی۔
کیسی ہو۔
ٹھیک ہوں۔
میں کب سے کال کر رہا تھا تم کال کیوں پک نہیں کر رہی تھی اسد نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔
یار عمر آیا ہوا تھا اس سے بات چیت کر رہی تھی۔
خیریت تو تھی ناں۔
وہ دراصل میں یہ حویلی میں ہونے والی اموات کے بارے میں جاننا چاہ رہی تھی کیا تم اس بارے میں کچھ جانتے ہو۔
اس بارے میں عمر اچھی طرح جانتا ہے اور تم کو اچھی طرح بریف کر سکتا ہے پھر ایک سانس لیتے ہوئے کہا اچھا تم ایک اور بات مانو گی۔
کیا بات بولو۔
تم چلی جاؤ۔ یکم اکتوبر کے بعد پھر آ جانا پلیز۔
دیکھو اسد عمر نے بھی مجھے یہی کہا تھا لیکن میں یہ ہی جاننے آئی ہوں کہ آخر کیا وجہ ہے خیر چھوڑو تم اس بات کو کوئی اور بات کرو رابعہ نے لاڈ پیار سے کہا۔
آئی لو یو۔
یہ بات کرنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا۔

تم میری بات کا جواب دو ناں۔ اسد نے ضد کی
آئی لو یو ٹو۔
واقعی۔ اسد خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔
ہاں واقعی۔
پھر وہ دونوں کافی دیر تک آپس میں بات کرتے رہے رابعہ نے کال بند کی اور نور بانو کو چائے لانے کا کہہ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ گئی اس نے آئینے میں دیکھا اور چونک گئی کیونکہ آئینے میں جو عورت نظر آ رہی تھی وہ نور سے مختلف تھی اس نے وہی لباس پہنا ہوا تھا جو اس رات کو بالکونی میں نظر آنے والی عورت نے پہن رکھا ہوا تھا رابعہ کا جسم لرزنے لگا اس کے ہاتھ سے برش چھوٹ گیا۔
ک ک۔ کون ہو تم۔ رابعہ کی آواز پر عورت کے جسم میں پیدا ہوئی اس کا ایک ہاتھ پھیلا ہوا تھا جس میں چائے کی پیالی تھی رابعہ کا سانس رکنے لگا یہ وہی چہرہ تھا زخموں اور نشانوں سے چور پھر رابعہ کی نظر چائے پر پڑ گئی جس میں خون جیسا سرخ سیال تھا اور اس میں دو گول سی چیزیں تیر رہی تھی وہ چیزیں نہیں آنکھیں تھیں انسانی آنکھیں بے ساختہ رابعہ کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی اور کرسی سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی اور آنکھیں بند کر لیں اور خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔
کیا ہوا بی بی جی۔ نور بانو نے چائے والا ٹرے ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا آپ ٹھیک تو ہیں۔
تم ابھی آئی ہو۔ رابعہ نے پوچھا۔
نور بانو اس سوال پر حیران ہوئی جس بس آپ کی چیخ سنی تو میں دروازہ کھول رہی تھی آپ کو گرے ہوئے پایا اس نے رابعہ کو سہارا دے کر کہا آپ ٹھیک تو ہیں ناں آپ کو چوٹ تو نہیں لگی ناں۔
نہیں بس میں ٹھیک ہوں چکر آ گیا تھا مجھے ایک گلاس پانی دے دو نور بانو نے اسے پانی دیا پانی پینے سے اس کے ہوش بحال ہوئے۔

بی بی جی اگر طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کو بلا لوں یہاں حویلی کا اپنا ڈاکٹر ہے۔
نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے چائے دو نور بانو نے سے چائے بنا کر دو رابعہ بے خیالی میں گرم چائے کا گھونٹ لینے لگی اس کا ذہن اسی عورت میں الجھا ہوا تھا جیسے وہ پہلے اپنا خواب سمجھتی تھی لیکن ابھی جو ہوا وہ اسے خواب سمجھنے کو تیار نہ تھی اس نے سب جاگتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا تھا اور یہ کوئی لمحاتی جھلک نہیں تھی۔
نور بانو تم نے بتایا تھا کہ تمہیں اور دوسرے لوگوں کو یہاں ایک عورت کئی بار دیتی ہے تم نے اسے خود دیکھا ہے۔
کئی بار بی بی جی نور بانو خوفزدہ نظر آنے لگی کیا آپ کو بھی دکھائی دی ہے۔
نہیں۔ وہ زبردستی ہنسنے لگی میں تو پوچھ رہی تھی کہ وہ دیکھنے میں کیسی لگتی ہے۔
دیکھنے میں جی تو جوان لگتی ہے بال کالے گھنے اور پشت پر کھلے ہوتے ہیں سفید رنگ کا سوٹ پہنا ہوتا ہے اور چہرہ اللہ معاف کرے ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے اسے مارا ہو آنکھوں کی جگہ خالی گڑھے نظر آتے ہیں جیسے جیسے نور بانو حلیہ بیان کر رہی تھی رابعہ کا جسم سرد پڑ رہا تھا وہ بالکل اس عورت کا حلیہ بتا رہی تھی جسے رابعہ نے چند منٹ پہلے دیکھا تھا۔ نور بانو اب خاموش اور سہمی ہوئی تھی۔ بی بی جی یہ آپ نے اچھا نہیں کیا ان دنوں اور اس جگہ کوئی اس کا ذکر نہیں کرتا ہے۔
یہ سب توہمات ہیں رابعہ نے کہا لیکن خود اسے اپنے الفاظ کے کھوکھلے پن کا شدت سے اندازہ ہو رہا تھا اسی لمحے باہر بادل گرجے اور تیز بارش شروع ہو گئی آغاز اتنا تھا کہ پورا ماحول دھندلا گیا اور چند گز سے آگے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا سر دہوا کے جھونکے آنے لگے نور نے اٹھ کر کھڑکیاں بند کیں بی بی جی کوئی اور کام ہو تو بتائیں۔

نہیں تم اب جاؤ نور چلی گئی۔

اس سے پہلے اسے نہیں معلوم تھا کہ جاگیر دارانہ نظام کیا ہوتا ہے اور اب پتہ چلا تھا اس واقعے نے رابعہ کو خوفزدہ کر دیا اور اب اس کو اکیلے کمرے سے ڈر لگ رہا تھا لیکن ساتھ ہی اس کا تجسس مزید بڑھ گیا تھا اور اسے شدت سے انتظار تھا کہ عمر اسے ماضی کے واقعات سے آگاہ کرے۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ سہم گئی۔

کون ہے۔ اسے اس عورت کا ڈر تھا کہ کہیں وہ نہ ہو۔ اس کا خیال غلط ثابت ہوا لیکن وہ فوزیہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ پھر کھڑی ہو گئی۔

آپ۔

ہاں ابھی نور نے بتایا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ فوزیہ ذرا آگے آکر بولی۔

ہاں ذرا سا معمولی سا چکر آ گیا تھا آپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھ جائیں ناں۔ فوزیہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔ فوزیہ کے چہرے پر فکر مندی کے تاثرات تھے تم جانتی ہو یہ خاندان کن سانحات سے گزر رہا ہے۔ یکم اکتوبر کا منگل کا دن حویلی کے لیے ہمیشہ منحوس ثابت ہوا ہے آخری بار خالد۔ وہ بولتے بولتے رک گئی کاش میں نے دادی اماں کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہوتا اور خالد کو خط نہ لکھتی۔

میں تقدیر کی قائل ہوں رابعہ نے کہا جو ان کی قسمت میں لکھا تھا اس لیے وہ یہاں آئے ورنہ اتنے سالوں سے وہ انگلینڈ میں تھے۔

میں نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ یکم اکتوبر سے پہلے یہاں سے چلا جائے لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا اس نے مجھ سے کہا فوزیہ انسان اپنی موت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ کیا تم میری درخواست نہیں مانو گی۔ فوزیہ نے اسے دیکھا۔

مجھے مجبور نہ کریں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں۔

میری ایسی خواہش نہیں ہے تم حویلی کے وارثوں میں شامل ہو۔

اگر آپ مجھے اس خاندان کا ایک حصہ تسلیم کرتی ہیں تو جو دوسروں کے ساتھ ہو گا وہی میرے ساتھ بھی ہو گا۔ رابعہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی نقصان ہو۔

بات وہی ہے جو میرے مقدر میں لکھا ہے اسے آپ یا میں چاہنے کے باوجود بھی بدل نہیں سکتے رابعہ نے کہا پھر اسے خیال آیا آپ جانتی ہیں یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ فوزیہ کھڑی ہو گئی اس کے چہرے پر وہی سرد تاثر آ گیا اس نے جواب دینے کی بجائے کہا میرا خیال ہے کہ اب تم آرام کرو اور کمرے سے چلی گئی رابعہ کا موڈ خراب ہو گیا وہ سوچنے لگا آخر اسے کوئی کچھ بتاتا کیوں نہیں اس حقیقت سے پردہ کیوں نہیں اٹھاتے عمر نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے یہ راز ضرور بتائے گا آج سردی تھی اس لیے رابعہ نے کمبل کمر تک کھینچ لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی مگر نیند آنکھوں سے دور تھی تنگ آکر وہ اٹھ بیٹھی اس نے خوفناک ڈائجسٹ اٹھایا اور پڑھنے لگی اس میں چند خوفناک سین پڑھ کر اسے ڈر لگا تو اس نے خوفناک ڈائجسٹ رکھ دیا اور تکیہ سینے سے لگا کر بیٹھ گئی۔ واقعی خوفناک اتنا بھیانک ہے کہ انسان ڈر جاتا ہے۔ باہر بارش ہو رہی تھی لیکن بند کھڑکیوں کی وجہ سے اندر تک نہیں آ رہی تھی اچانک رابعہ کو لگا جیسے دور کسی عورت نے اذیت بھری سسکی لی ہو۔ رابعہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وہ عورت کون تھی جو رابعہ کو دکھائی دیتی تھی آخر کیا راز تھا کہ اس خاندان کا ہر فرد یکم اکتوبر کو مر رہا تھا کیا رابعہ یہ راز جان پائے گی کیا رابعہ یکم اکتوبر کو زندہ رہے گی یہ جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ میں اس کا دوسرا اور آخری حصہ ضرور پڑھیں۔

بھید

۔۔خالد شاہان لوہار۔صادق آباد۔قسط نمبرا..0334.7284018

شاہان کی لاش کو پوسٹ مارٹم والے کمرے میں پہنچا دیا گیا ڈاکٹر نے جب اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرنے لگا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لاش پتھر کی طرح سخت ہو چکی ہے اس نے اس وقت وارڈ کے انچارج کو اطلاع دی انچارج نے پولیس کو ساتھ لیا اور پوسٹ مارٹم روم میں آ گیا۔ لاش کو ایک بار پھر چیک کیا گیا لاش اتنی سخت ہو چکی تھی کہ پوسٹ مارٹم کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا پولیس انسپکٹر نے یہ صورتحال دیکھی تو وہ بھی پریشان ہو گیا۔ پھر جو جو قانونی کاروائی کرنی تھی کی گئی اور لاش کو ورثہ کے حوالے کر دیا گیا۔ رفیقہ بی بی اور صدف روتے ہوئے وہ لاش کو گھر واپس لے آئے شاہان سب کچھ دیکھ رہا تھا سب کچھ سن رہا تھا مگر کسی کو پتہ نہیں تھا اور وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ وہ سن سکتا ہے اور زندہ ہے اسے مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہے۔ وہ اس تصور سے کانپ رہا تھا اب اس کو زمین میں دفن کر دیا جائیگا۔ محلے کے لوگ ان کے گھر میں جمع ہوتے جا رہے تھے ہر ایک آنکھ اشکبار تھی جوان بیٹے کی موت پر وہ چیخ رہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے میں زندہ ہوں لیکن زبان حرکت نہیں کر رہی تھی ہر طرف رونا دھونا تھا وقت ایسے ہی بیتتا جا رہا تھا۔ جب غسل کی باری آئی اس کے اوپر پانی ڈالا جانے لگا۔ تو اس نے اونچی آواز میں کہنا چاہا یہ کیا کر رہے ہو ابو جان میں ابھی مرا نہیں ہوں میں زندہ ہوں۔ لیکن وہ آواز نہ نکال سکا۔ اس کی وہاں سنتا کون کچھ دیر بعد انکل جواد اور ان کا بیٹا بھی آ گئے تھے ان کی آنکھیں بھی نم تھیں ظاہر ہے شاہان کا علاج کیا تھا ان کے ساتھ سب ہی سمجھ رہے تھے کہ اقبال صاحب کے جوان بیٹا شاہان کا انتقال ہو چکا ہے اور اب اسے قبرستان میں دفن کر دیا جائیگا۔ شاہان کی حالت اندر سے بہت بری ہو رہی تھی اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہاں سب لوگ اسے مردہ سمجھ رہے تھے جبکہ وہ زندہ تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اسے زندہ دفن کیا جانے والا تھا وہ ان سب کو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مجھے قبر میں مت اتارنا میں زندہ ہوں تم مجھے دفن کر دو گے تو پھر میں ضرور مر جاؤں گا مگر اس کی آواز کسی کو بھی سنائی نہیں دے رہی تھی سب کچھ کام سے فارغ ہونے کے بعد اسے کفن پہنا کر جب گھر کی دہلیز سے اٹھایا گیا۔ تو اس وقت کا منظر دیکھ کر سب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے جب ایک ماں اپنے جوان بیٹے کی موت پر اور ایک بہن اپنے بھائی کی موت پر وارے جا رہی تھی کہ جیسے وہ جانے نہ دے گیں۔ مگر اماں یہ غم برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی سب عورتیں اور باجی امی کی طرف بڑھیں شاہان کا امی اور باجی ابو کا یہ حال دیکھ کر چیخ چیخ کر رونے کو جی چاہ رہا تھا مگر وہ بھی کیا کر سکتا تھا وہ جانتا تھا کہ امی ابو اور باجی اسے کتنا پیار کرتے ہیں خیر سب اسے اٹھا کر قبرستان میں لے گئے قبر پہلے سے کھودی جا چکی تھی وہاں کوئی گورکن تو تھا نہیں اسی لیے خود ہی قبر بنائی گئی تھی شاہان کے زندہ جسم کو مردہ سمجھ کر قبر میں اتار دیا گیا۔ پھر مٹی ڈال کر اس کی ایک ڈھیری سی بنا دی۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

مسلمانوں کا قبرستان معلوم نہیں ہوتا تھا قبروں پر جو کتبے لگے ہیں وہ تکونے اور چوکور ہیں محراب نما نہیں ہیں کسی کتبے پر اسلامی نام نہیں لکھا ہوا تھا بلکہ ہر کتبے پر انسان کھوپڑی کا نشان بنا ہوا تھا اس نشان



کے نیچے مرنے والے کا نام اور تاریخ وفات لکھی ہوتی تھی یہ کسی اور ہی قوم کسی اور ہی فرقے کے لوگوں کا قبرستان لگتا ہے یہ بڑا پرانا قبرستان ہے قبروں کی حالت بے حد شکستہ ہو رہی ہے کئی قبروں کے کتبے گرے ہوئے ہیں جو گرنے سے بچ گئے ہیں وہ ٹیڑھے ہو کر ایک طرف کو جھک گئے ہیں قبرستان ایک چاردیواری میں گھیرا ہوا تھا یہ چاردیواری خستگی کا شکار ہے اور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ گئی ہے قبروں کو جانے والا راستہ ایک ڈیوڑھی میں سے ہو کر گزرتا ہے جس میں دن کے وقت بھی اندھیرا چھایا رہتا ہے ڈیوڑھی کی پیشانی میں بھی کھوپڑی کا نشان بنا ہوا ہے ایک جنگلی بیل نے ڈیوڑھی کی آدھی دیوار کو ڈھانپ رکھا ہے قبروں کے اوپر عجیب شکل والے ڈراؤنے درختوں کی بے برگ وبار سوکھی ٹہنیاں اپنے اپنے پنجے پھیلائے جھکی ہوئی ہیں آدھی رات کا وقت ہے شاید یہ مہینے کی سب سے تاریک رات ہے اندھیرے میں قبروں پر جھکے ہوئے تکونے اور چوکور کتبے سایوں کی طرح لگ رہے تھے جو قبروں کے اوپر جھک کر ساکت ہو گئے ہوں ہر طرف موت کی خاموشی اور سناٹا چھایا ہے ایک پراسرار سی دھند چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی جس نے قبرستان کی ماتمی فضا کو اور سوگوار بنا دیا تھا اس خاموشی اور سناٹے میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد دبی دبی اور گھٹی گھٹی ایک انسانی آواز سنائی دے جاتی تھی کبھی یہ آواز ایک لمبی کراہ میں شامل ہو جاتی تھی پھر ایک لمحے کے لیے یہ آواز خاموش ہو جاتی تھوڑی دیر کے بعد ٹھک ٹھک کی آواز آنے لگتی ہے جیسے کوئی لکڑی کے تختے کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہا ہو قبرستان کی پراسرار خاموشی میں یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز ایک قبر کے اندر سے آ رہی تھی یہ تازہ بنی ہوئی قبر تھی لگتا تھا کسی میت کو وہاں دفن کئے چھ سات گھنٹے ہی گزرے ہوں۔ پانی کے چھڑکاؤ کی وجہ سے قبر کی مٹی ابھی تک گیلی تھی اور اس پر چند ایک تازہ پھولوں کے ہار پڑے ہوئے تھے آواز اسی قبر کے اندر سے آ رہی تھی اور اس قبر کے سامنے دو الگ الگ گول دائرے چونے سے بنے ہوئے تھے ایک دائرے کے اندر ایک عجیب سی شکل کا ڈراؤنے شکل والا پنڈت لال دھوتی پہنے ہوئے اپنے تھیلے سے سامان نکال رہا تھا اس کی شکل دیکھ کر ایک عجیب سی کراہٹ کا احساس ہوتا ہے اس کے سر کے بال خشک جھاڑیوں کی طرح اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے، بہت ہی مکروشکل کا ایک پنڈت تھا اسکے گرد چونے سے گول دائرہ بنا ہوا تھا جس کے اندر وہ بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک معصوم سی شکل کا نوجوان لڑکا چونے کے ایک اور دائرے میں بیٹھا ہوا تھا وہ لڑکا گھبراتے ہوئے بولا۔

کالی چرن مہاراج مجھے کچھ ہوگا تو نہیں۔

دیکھو عمران تم ایک نوجوان لڑکے ہو اور ابھی سے گھبرانے لگے اگر اسی طرح گھبراتے رہے تو کبھی بھی اپنے خوابوں کو پورا نہ کر سکو گے بس یہ عمل ہونے دو اس کے بعد تمہارے سب ادھورے خواب پورے ہو جائیں گے اب آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اور خبردار چاہے جو کچھ بھی ہو جائے تم نے اپنے اس دائرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھنا ٹھیک ہے ناں۔ اب مجھے کام کرنے دو۔ یہ کہہ کر کالی چرن نے چراغ کا تیل لیا اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا وہ لمحات آ ہی گئے جب پنڈت کالی چرن نے عمل شروع کیا عمران کو اچھی طرح سمجھانے کے باوجود چرن کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اس پر جو گزرتی وہ بھگت لیتا۔ کیونکہ چرن تو اس کا عادی ہو چکا تھا لیکن اصل فکر اسے عمران کی تھی جو اس کا دو چار دن پہلے ہی شاگرد بنا تھا۔ اگر کوئی خوفناک منظر دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن رک جاتی یا وہ یہاں سے بھاگ جاتا تو چرن کے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا چار روز ہو گئے تھے چرن کو یہ عمل کرتے ہوئے اور آج کی رات آخری تھی اور اس آخری رات کو اسے ایک انسانی بلی بھی دینی تھی بدقسمتی سے عمران خود ہی آ گیا تھا اور عمران کی صورت میں کالی چرن کو بلی کے لیے انسان مل گیا تھا۔ بہر حال چرن نے عمران کے اندیشوں

کو جھٹکنے کے بعد اپنی تمام تر توجہ عمل پڑھنے میں لگادی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ چراغ کی لو جیسے چرن کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی قبرستان میں گھپ اندھیرا ہوگیا یہ صورت حال چرن کے لیے خلاف توقع ہی تھی وہ یہ سمجھا کہ چراغ بجھ گیا اس کے باوجود اس نے اپنی نظریں اس جگہ سے نہ ہٹائیں عمل کی شرط یہ تھی کہ نظریں چراغ کی لو سے نہ ہٹیں لیکن چراغ غائب ہوگیا چرن نے سوچا کہ عمل پڑھتے ہوئے اسے دوبارہ چراغ جلادینا چاہیے لیکن اسی لمحے اچانک چرنکو پھر چراغ دکھائی دیا اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ چراغ بجھا نہ اور نہ ہی وہاں اندھیرا ہوا تھا وہ صرف نظر کا دھوکا تھا اسی وقت چراغ کے دو فٹ کے فاصلے پر بالکل سامنے کالی چرن کو عمران فضا میں معلق نظر آیا اس کے ہاتھ پیر رسی سے بندھے ہوئے تھے منہ پر ایک سیاہ کپڑا بندھا ہوا تھا یہ بھی فریب نظر ہے چرن نے سوچا اور اپنا عمل جاری رکھا چند لمحے ہی گزرے تھے کہ بھیانک شکل والا ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام اپنے ہاتھ میں تیز دھار لمبا چھرا لیے نمودار ہوا اس نے چرن کے دیکھتے ہی دیکھتے عمران کی تھوڑی کو اس طرح اوپر اٹھایا جس طرح جانور کو قربان کرتے ہیں سیاہ فام کے ہاتھ میں موجود چھرے کی دھار پر روشنی پڑنے پر چمک رہی تھی اس نے چھرے کی دھار عمران کی گردن پر رکھ دی اور پھر اس کا ہاتھ حرکت میں آیا وہ کسی جانور کی طرح عمران کا گلا کاٹ رہا تھا گردن سے خون کا فوارہ سا بلند ہوا اور جیسے کسی نے چرن کے دل کو مٹھی میں بھینچ لیا ہو وہ ایسا ہی دل ہلا دینے والا دہشت ناک منظر تھا سیاہ فام کا ہاتھ رکا نہیں اس نے عمران کی گردن کاٹ کر ایک ہاتھ سے سر کے بال پکڑ لیے اب اس کے ہاتھ میں عمران کی کٹی ہوئی گردن لٹک رہی تھی اور گردن سے خون ٹپک رہا تھا جب اس سیاہ فام نے عمران کی گردن کالی چرن کی طرف اچھالی تو چرن کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی اس کے باوجود چرن کو احساس تھا کہ نہ ہی چراغ کی طرف سے نظر اٹھانی ہے اور نہ ہی عمل پڑھنا ترک کرنا ہے کٹی ہوئی گردن کے ساتھ ہی عمران کا بقیہ جسم بھی چرن کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اب سیاہ فام بھی نظر نہیں آرہا تھا اس یقین کے باوجود کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا چرن کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اسے معلوم نہیں تھا کہ اس وقت عمران پر کیا گزر رہی ہے ذرا سی دیر میں جلتا ہوا چراغ ایک بار پھر چرن کی نظروں سے اوجھل ہوگیا تو وہ سمجھ گیا کہ اب اسے کوئی اور بھیانک منظر دکھائی دینے والا ہے اس کا یہ اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا چند ہی لمحے گزرے تھے کہ عمران اسے ایک ایسے بھیانک وجود کی گرفت میں نظر آیا جسے نہ تو درندہ کہا جاسکتا تھا نہ ہی آدمی وہ بن مانس سے ملتا جلتا تھا اس کے سارے جسم پر بڑے بڑے بال تھے چھوٹی چھوٹی آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے جن کی گہرائی میں انگارے سے دہک رہے تھے بقیہ چہرہ کسی آدمی جیسا تھا اس نے ایک ہاتھ سے عمران کا منہ دبا رکھا تھا بالوں بھرے اس کے ہاتھ کے لمبے لمبے ناخن کسی درندے کے ناخنوں کی طرح نوکیلے تیز اور مڑے ہوئے تھے اس نے اپنے ہاتھ کے دوسرے نوکیلے ناخن عمران کے پیٹ میں مارے چرن نے عمران کا پیٹ پھٹتے ہوئے دیکھا اس کے ساتھ خون بہنے لگا عمران کے پھٹے ہوئے پیٹ میں اس نے اپنا ہاتھ ڈال دیا جب اس کا لہولہان ہاتھ باہر نکلا تو اس میں چرن کو دل نظر آیا عمران کا تڑپتا ہوا جسم اب ساکت ہوچکا تھا اس درندے نے عمران کے جسم کو ایک طرف پھینک دیا اور اپنا منہ کھولا اسے اس کے بڑے بڑے دانت دکھائی دئے آنکھوں کی جگہ سوراخوں میں دہکتے ہوئے انگاروں سے شعلے لپکنے لگے اور اس کے بعد سب کچھ غائب ہوگیا چرن نے پھر دائرے کے اندر عمران کی طرف دیکھا تو وہ عجیب سی حالت میں بیٹھا تھر تھر کانپ رہا تھا ابھی چرن نے اسے دیکھ رہا تھا کہ اچانک چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ اور عمران اسی اندھیرے میں گم ہوگیا چند لمحوں بعد ہی پھر ایسا ہی ہولناک منظر دکھائی دیا عمران خوفناک صورت والے ایک آدمی کے چنگل میں تھا وہ یا تو بے ہوش تھا یا پھر گہری نیند

میں تھا لیکن چند ہی لمحوں بعد یہ منظر بدل گیا اب طویل قامت خوفناک صورت والا آدمی زمین پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اور تھوڑی دیر بعد اس نے عمران کے ماتھے پر پیڑی سی ایک آہنی کیل کی نوک رکھی کیل کو وہ ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے اس کے دوسرے ہاتھ میں ہتھوڑا تھا کیل پر اس نے ہتھوڑے سے ضربیں لگائیں اور وہ آدھی سے زیادہ عمران کی پیشانی میں اتر گئیں عمران اگر زندہ ہوتا تو ظاہر ہے تڑپتا لیکن ایسا نہیں ہوا معا اس خوفناک آدمی نے چرن کی طرف دیکھا اور ہتھوڑا اس کے ہاتھ سے نکل کر چرن کی طرف آتا دکھائی دیا چرن اچھل پڑا مگر چراغ کی طرف سے نگاہ نہ ہٹائی ہتھوڑا نہ جانے کہاں غائب ہو گیا اس خوفناک آدمی کے ہاتھ میں اسے خنجر نظر آیا۔ اس نے عمران کا ایک ہاتھ کاٹ کر کالی چرن کی طرف پھینکا پھر اس طرح جسم کے دوسرے حصے کاٹ کاٹ کر چرن کی طرف اچھالتا رہا ہر طرف سے عمران کے جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے کہیں اس کا کٹا ہوا ہاتھ پڑا تھا تو کہیں پیر آخر میں اس آدمی نے عمران کی گردن کاٹ کر الگ کر دی پھر دونوں آنکھوں میں خنجر کی نوک گھسیڑ کر دونوں ڈھیلے باہر نکال دیئے درندگی کا یہ کھیل اس وقت ختم ہوا جب وہ آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے عمران کے کٹے ہوئے سر کو زمین پر دے مارا اس کے ساتھ ہی عمران کا سر پھٹ گیا اور دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور مغز باہر جا گرا حیرت کی بات یہ تھی کہ اس دوران میں چرن کو ہلکی سی بھی کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی یکایک پھر اندھیرا چھا گیا تو چرن کو دوبارہ چراغ نظر آیا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا اس کے بعد چند لمحے ہی سکون سے گزرے ہوں گے کہ اچانک چرن نے کسی درندے کی غراہٹ کی آواز سنی یہ غراہٹ شیر کی دھاڑ سے مشابہ تھی یوں لگ رہا تھا کہ جیسے قبرستان میں وہ خوفناک درندہ گھس آیا ہو پھر یکدم شیر کی دھاڑ کی آواز سنائی دی چند لمحوں بعد ہی اسے اپنے سامنے ہی شیر نظر آیا غیر معمولی طور پر وہ شیر خاصا تندرست اور توانا تھا خوف کی وجہ سے چرن کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے حالانکہ کالی چرن اپنے وقت کا بڑا مانا ہوا پنڈت ہے۔ بہرحال اس نے خوفناک انداز میں اپنا منہ کھولا اور پھر کالی چرن پر چست لگائی اور غائب ہو گیا چرن غیر ارادی طور پر جھک گیا لیکن اپنی نظریں چراغ کی طرف سے نہ ہٹائی اور نہ ہی عمل پڑھنا چھوڑا اس وقت چرن کو ایک اور دہشت ناک منظر دکھائی دیا اسے ویسا ہی ایک اور شیر نظر آیا جو عمران کے سینے پر چڑھ بیٹھا تھا۔

بچاؤ مجھے بچاؤ کالی چرن عمران چرن کو مدد کے لیے پکار رہا تھا پھر عمران سے وہ شیر اس طرح کھیلنے لگا جیسے کوئی بلی چوہے سے کھیلتی ہے عمل پڑھتے ہوئے چرن نے یہ سوچ کر اپنے دل کو تسلی دی کہ جو کچھ اسے دکھائی دے رہا ہے اور سنائی دے رہا ہے محض فریب نظر ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں عمران کی چیخیں کسی تیز دھار خنجر کی طرح کالی چرن کے سماعت سے ٹکرا رہی تھیں اور اس کے احساس کو جھنجھوڑ رہی تھیں لیکن چرن نے کوئی پروا نہ کی۔

گرو کالی چرن یہ کوئی فریب نہیں حقیقت ہے یہ شیر مجھے مار ڈالے گا خدا کے واسطے مجھے بچا لو عمران فریاد کرنے لگا عمران کی آہ وزاری اور فریاد کے باوجود کالی چرن اپنی جگہ سے نہ ہلا تو چرن کی آنکھوں کے سامنے شیر نے عمران کو بھنبھوڑنا شروع کر دیا۔ عمران کی دردناک اور بھیانک چیخوں سے کمرہ گونجنے لگا جگہ جگہ پنجے مار کر شیر نے عمران کے جسم کو لہولہان کر دیا تھا۔ پھر اس نے بڑی بے دردی سے عمران کے ایک ہاتھ کو چبا ڈالا چرن کی مجبوری یہ تھی کہ وہ اپنی آنکھیں بھی بند نہیں کر سکتا تھا اگر وہ منظر واقعی حقیقی ہوتا تو چبا لیے جانے پا عمران بے ہوش ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہوا اور وہ بری طرح تڑپ رہا تھا اسے شیر نے چیر پھاڑ ڈالا تھا اور آخر کار اس کی گردن میں اپنے بڑے نکیلے دانت گاڑ دیئے چرن اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا یہ روح فرسا منظر دیکھتا رہا۔ چند ساعتیں مزید گزری ہوں گی کہ زبردست تیز آندھی سی چلنے لگی اس کے ساتھ ہی اندھیرا چھا گیا ہوا سے گویا چراغ بجھ گیا تھا اسے یوں لگ رہا تھا کہ وہ خود

بھی تیز ہوا کیساتھ اڑ جائے گا بے اختیار کسی چیز کا سہارا لینے کے لیے چرن کے دونوں ہاتھ ادھر ادھر اٹھے لیکن اس نے سامنے سے نظر نہ ہٹائی جہاں چراغ رکھا تھا۔

یکا یک بجلی کی اتنی تیز کڑک سنائی دی کہ کالی چرن اچھل پڑا اسے یوں محسوس ہوا تھا کہ کئی بہت ہی قریب ہی بجلی گری ہے بجلی کے بار بار کڑ کنے اور آندھی سے چرن کے کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے کافی دیر تک یہی دل دہلا دینے والی آوازیں آتی رہیں پھر ایک دم موت کی سی خاموشی چھا گئی اپنے تیز سانسوں کے سوا اب چرن کو کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی ذرا ہی دیر میں بڑی زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اس سے چرن کو دوبارہ چراغ نظر آنے لگ پڑا گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی زمین ہلنے لگی چرن کی نگاہ سامنے ہی اٹھی ہوئی تھی چراغ کے پیچھے زمین میں ایک شگاف پڑ گیا تھا زلزلہ چرن کے ذہن میں ایک لفظ گونجا اسے یاد آیا کہ یہ بھی فریب ہے کافی دیر تک ایسی ہی دہشت ناک آوازیں آتی رہیں۔اور خوفناک منظر دل کو دہلاتے رہے پھر بھی وہ ثابت قدم رہا یہاں تک کہ سندراج کا عمل پورا ہوتے ہی جلتا ہوا چراغ بجھ گیا اور اتنی خاموشی چھا گئی کہ کالی چرن کو اپنے کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی چرن ابھی اسی خاموشی کی وجہ سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ ایک بار پھر شیر کی دھاڑ قبرستان کی خاموش فضا میں گونجتی چلی گئی شیر کی دھاڑ کی آواز پھر سن کر عمران گھبراہٹ کے عالم میں سمٹ کر بیٹھ گیا اور چرن بھی سنبھل گیا شیر کی دھاڑ کے بعد پورے قبرستان میں آہستہ آہستہ غلیظ سرانڈ سی پھیلتی جا رہی تھی وہ سرانڈ اتنا پھیل گئی کہ سانس لینا بھی دشوار ہو گیا تھا سرانڈ کی بو کی وجہ سے عمران نے اپنی انگلیوں سے ناک کو بند کر دیا تھا مگر کالی چرن دشوار ہو رہا تھا سرانڈ کی بو کی وجہ سے عمران نے اپنی انگلیوں سے ناک کو بند کر لیا تھا مگر کالی چرن تو ایسے بیٹھا تھا کہ جیسے اسے سرانڈ کی بو کے بجائے خوشبو آ رہی ہو بلکہ سرانڈ کی بو پھیلتے ہی چرن کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آ رہے تھے اور پھر پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنائی دی جیسے کوئی بہت بڑا پرندہ بہت تیزی سے قبرستان کے اوپر گول دائرے کی صورت میں چکر لگا رہا ہو پھر چند لمحوں بعد ہی کالی چرن کے سامنے والی قبر اچانک پھٹی اور اس میں سے دھواں نکلنے لگا اور دھواں لہراتا ہوا سانپ کی طرح چرن کے سامنے آ کر ٹھہر گیا چند لمحوں تک وہ دھواں فضا میں معلق رہا پھر وہ انسانی جسم کی صورت اختیار کرنا شروع ہو گیا اور آہستہ آہستہ وہ انتہائی بڈھی عورت کے روپ میں آ گئی اس عورت کے چہرے پر جا بجا کٹ کے نشان لگے ہوئے تھے اور ان زخموں سے خون قطروں کی صورت میں نکل نکل کر زمین پر گرتے وہ قطرے گرتے ہی کالے بچھو بن کر جھاڑیوں میں گم ہو جاتے عمران اس عورت کو دیکھ کر ڈر سا گیا۔

گودنی حاضر ہے کالی چرن بولو مجھے کیوں بلوایا ہے سب سے پہلے تو مجھے بلوانے کی بھینٹ دو۔

مجھے پتہ ہے گودنی میں تمہاری بھینٹ کا انتظام کر رہا ہے وہ جو نوجوان لڑکا کڑے کے اندر بیٹھا ہوا ہے جاؤ گودنی جا کر اس کی بھینٹ لے لو اس کا کڑہ میں نے بس اس عمل کے بیروں سے بچنے کے لیے بنایا ہے پر تمہارے لیے نہیں۔ جاؤ گودنی جاؤ پہلے اپنی بھینٹ لے لو پھر بات ہوگی۔ یہ کہہ کر کالی چرن نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر بعد چرن کو عمران کی چیخیں سنائی دیں وہ بار بار کالی چرن کو مدد کے لیے پکار رہا تھا پر کالی چرن اس کی چیخوں سے بے نیاز ہو کر بیٹھا رہا چند لمحوں بعد عمران کی چیخوں کی آواز بھی دم توڑ گئی۔ تھوڑی بعد گودنی کی آواز سنائی دی۔

میں نے تمہاری بھینٹ سوہگار کر لی ہے اب بولو کالی چرن۔

چرن نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ گودنی جانتی ہو تم کہ میں نے تمہیں کیوں بلوایا ہے میں

برسوں سے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہوں اور اپنا بہت کچھ گنوا چکا ہوں پر ابھی تک کچھ نہیں پا سکا میں ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہوں گودنی ہمیشہ کی زندگی۔ کالی چرن کی بات پر چند لمحے تک تو خاموشی چھائی رہی پھر گودنی کی آواز گونجی۔

کالی چرن تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمیشہ کی زندگی پانے کے لیے کئی پنڈت سادھو سنیاسی اور سادھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کر چکے ہیں پر وہ بھی کچھ نہیں پا سکے اب تک پر تم ان سے سے خاص ہو ہمارے لیے کالی چرن تم نے بہت کام کیا ہے اب تک ہمارے لیے کئی چیلے بنائے ہیں اور اس بار تمہاری قسمت بھی لگی ہے کالی چرن نے کہا۔

کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔

ایک لڑکا ایسا پیدا ہو گیا ہے اس دنیا میں جس میں کچھ نہ کچھ خاص بات ضرور ہے جو ہمیں بھی سمجھ نہیں آئی اس کے آس پاس روشنی کی چادر تنی ہوئی ہے۔ جو ہمیں آگے بڑھنے نہیں دیتی اور تو اور جوگی بابا کا بھی اس سے ٹکراؤ ہو گیا ہے پر اس سے جوگی بابا کی کیا بات ہوئی ہے مجھے کچھ پتہ نہیں پر جوگی بابا بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا وہ لڑکا تمہیں تمہاری قسمت کے حساب سے خود مل جائیگا۔ اس سے ملو اور پوچھنا کہ جوگی سے کیا بات ہوئی ہے جب وہ تمہیں جوگی بابا کی بات بتا دے گا اور تمہیں لگے کہ وہ لڑکا تمہارے لیے اہمیت کا ہے تو اس کی بلی گا مومردے کو دے کر اس کے خون سے اشنان کر لینا اور ایک گلاس خون پی بھی لینا تمہارا سپنا پورا ہو جائے گا اب تم جا سکتے ہو کالی چرن پھر گودنی دھواں بن کر قبر کے اندر چلی گئی۔ اور گڑگڑاہٹ کے ساتھ قبر پھر سے برابر ہو گئی۔ کالی چرن نے بھی اپنا سامان سمیٹا اور چلتا ہوا قبرستان کے اندھیروں میں غائب ہو گیا۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے ایسے میں ایک کار ٹوٹی پھوٹی سڑک سے کم رفتار میں چل رہی تھی ڈرائیور جس کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار تھے وہ قدرے ہلکی آواز پر گانے کے ساتھ گاڑی بھی چلا رہا تھا ایک خوبرو لڑکی پچھلی سیٹ پر پھیل کر لیٹی ہوئی تھی اور سب سے بے خبر ہو کر سو رہی تھی ڈرائیور کبھی کبھی اسے بیک مرر سے دیکھنے کی کوشش کرتا مگر اندھیرے کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ دیکھنے سے قاصر تھا ڈرائیور کی ساتھ والی سیٹ پر ایک خوبرو نوجوان لڑکا بیٹھا ہوا اپنی مستی میں سامنے دیکھ رہا تھا اور سادھا سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سوچ رہا تھا کہ وہ جلد ہی اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔ یہی سوچتے ہوئے اس نے گاڑی سے باہر جھانکنا شروع کیا باہر سڑک کے دونوں جانب گھپ اندھیرا تھا اور گھنے درختوں کا ایک طویل سلسلہ سڑک کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا جب کہ دھند کی وجہ سے سڑک پر پڑنے والی لائٹ کی روشنی بڑی پراسرار سماں پیدا کر رہی تھی ایک لڑکے نے دوبارہ باہر جھانکا اور اسے لگا جیسے باہر تاریکی میں کچھ انسانی چہرے اسے تاریکی میں گھور رہے ہوں اس نے سر جھٹکا اور سامنے سڑک پر نظریں جما دیں تھوڑی دیر بعد اس نے نہ چاہتے ہوئے پھر سے کھڑکی سے باہر جھانکا اسے یوں لگا اسے یوں لگا جیسے بہت سے مسخ شدہ انسانی چہرے سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہے ہوں اور اس نے ڈر کے مارے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اسم کا ورد شروع کر دیا کچھ لمحوں بعد اس لڑکے نے اپنی آنکھیں کھولیں اور ڈرتے ڈرتے باہر جھانکا تو سوائے اندھیرے کچھ نظر نہیں آیا اچانک اسے اس لڑکی کا خیال آیا اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ ویسے ہی سو رہی تھی ایک بار اس نے پھر باہر جھانکا تو اسے وہ ہی چہرے نظر آئے وہ اب ڈرائیور کی طرف پلٹا تا کہ اسے بتائے کہ وہ بھی باہر دیکھے لیکن ڈرائیور پہلے ہی دوسری طرف کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اسے حیرت ہوئی کہ وہ اس کی طرف پلٹا تا کہ اسے بتائے کہ وہ بھی باہر دیکھے لیکن ڈرائیور پہلے ہی دوسری طرف کی کھڑکی سے باہر

دیکھ رہا تھا اسے حیرت ہوئی کہ وہ اتنی رات گئے سامنے دیکھے بنا گاڑی کیسے چلا رہا ہے اس نے اسے پکارا ڈرائیور بھائی۔ وہ اچانک اس کی طرف پلٹا۔

او میرے خدا اس کے منہ سے نکلا وہ ڈرائیور نہیں تھا بلکہ خونی لال آنکھوں والا شیطانی مسخ شدہ چہرہ تھا یہ وہ ہی چہرہ تھا جو اسے کھڑکی کے باہر سے دیکھ رہا تھا اس نے چیخ کر لڑکی کو اٹھایا لڑکی نے ہڑ بڑا کر آنکھیں کھولیں مگر وہ چہرہ بھی اس لڑکی کا چہرہ نہ تھا بلکہ وہ ایک مکروہ جلا ہوا چہرہ تھا اس لڑکے نے زور سے گھبراہٹ کے عالم میں چلتی گاڑی سے کود گیا یوں سڑک پر گرنے سے اسے کافی چوٹیں آئیں مگر اس وقت اسے اپنی جان کی فکر تھی لڑکے نے اٹھ کر دائیں بائیں دیکھا چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا سامنے صرف گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آرہی تھی اچانک اسے لگا کہ جیسے سڑک کے دونوں جانب کافی لوگ کھڑے ہوں اور اپنی خونی نگاہوں سے اسے گھور رہے ہوں کچھ لمحوں بعد اسے ہزاروں آنکھیں گھورتی ہوئیں نظر آئیں اس نے بے اختیار سڑک پر دوڑنا شروع کر دیا اسے اپنے پیچھے سڑک میں کافی لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دینے لگی وہ اور زیادہ تیزی سے بھاگنے لگا بھاگتے بھاگتے اسے ٹھوکر لگی۔

شاہان چیخ مارتا ہوا ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا شاہان کے چہرے میں پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے اور وہ کافی ڈرا ہوا تھا شاہان کی چیخ کی آواز سن کر اس کے امی ابو اور چھوٹی بہن دوڑتے ہوئے آ گئے اس کی ماں اس کا ماتھا اپنے سینے سے لگائے ہوئے بولی۔

کیا ہوا بیٹا شاہان اس کے ابو اور امی بھی حیران و پریشان کھڑے تھے بہن الگ پریشان تھی۔

بھائی جان کیا ہوا آج آپ پھر ڈر گئے۔ امی لگتا ہے بھائی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے کسی اچھے سے مولوی کو دکھائیں اماں۔ بہن پریشان ہوتے ہوئے بولی۔

ہاں بیٹا ایسا ہی اب کریں گے اب شاہان بیٹا پہلے سے زیادہ ڈرنے لگ گیا ہے راتوں کو بیٹے کی خاموشی سے وہ اور پریشان ہو گئے تھے۔

یہ ایک چھوٹا سا اور کافی خوشحال گھرانہ تھا جس میں شاہان اس کی امی رفیقہ ابو اقبال اور بہن صدف تھی شاہان بہت ہی اچھا اور نیک انسان ہونے کے ساتھ ساتھ پڑھائی میں بھی اول آتا تھا کافی ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ نماز میں سب سے آگے ہوتا پڑھائی کے ساتھ اسے چند چیزوں کے شوق بھی تھے اسے پرانے کھنڈرات تاریخی مقامات اور اہرام دیکھنے کا کافی حد تک شوق تھا اور ان پر تحقیق بھی کرتا تھا اور ساتھ ہی پراسرار علوم کے بارے میں معلومات کا بھی شوق تھا اور تو اور سب گھر والوں سے چھپ کر حکمت بھی کر سکتا رہا شاہان نے حکمت سیکھنے کے لیے ہزاروں سال پرانی کتابوں پر ریسرچ کر کر کے اپنی محنت اپنی لگن سے اتنی چھوٹی سی عمر میں مہارت حاصل کر لی کہ بڑے سے بڑے ڈاکٹر بڑے سے بڑا حکیم علاج میں اس کا مقابلہ نہیں کر پاتے تھے اس نے صرف حکمت اس لیے سیکھی تھی کہ غریب لوگوں کا مفت علاج کر سکے اور شاہان کی اس بات کا اس کے گھر والوں کو نہیں پتہ تھا کہ ان کا بیٹا کافی بڑا حکیم ہے یہ تھا شاہان کے گھرانے کا نقشہ۔ پھر شاہان کو رات خوابوں میں دورے پڑنے لگے کہ وہ کبھی اہرام میں ہوتا تو کبھی کہیں ہوتا۔

بیٹا بولو چپ کیوں ہو کیا ہوا جواب دو بھائی بتاؤ کیا ہوا اس کی بہن بھی پریشان ہوتی تھی آج پھر خواب تھا پہلے سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔

ابو یہ سب کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ کہ مجھے یہ کیسے خواب اور کیوں نظر آتے ہیں کبھی کار میں سفر کے دوران حادثہ ہو جاتا ہے تو کبھی کچھ کبھی میں بادشاہ کے بہت پرانے دور میں ہوتا ہوں تو کبھی اہراموں میں اور ایک بار تو ایسا ہوا ابو کہ میں اور باجی دوڑتے ہوئے ایک حویلی میں داخل ہوئے سب ممانی اور پریشانی سے شاہان کی باتیں سن رہے تھے ابو خواب میں میں اور باجی جیسے ہی اس حویلی میں داخل ہوئے حویلی دردناک چیخوں سے گونج اٹھی۔ ایسی خوفناک آوازیں کہ جیسے کسی انسان کو ذبح کیا جا رہا ہو پھر یہ چیخیں زوردار قہقہوں میں بدل گئی اور باجی نے خوف کے مارے مجھے بازو سے پکڑ لیا میں نے باجی کو حوصلہ دیا مگر میں خود بھی حواس باختہ ہوا جا رہا تھا پھر بھی ابھی دو قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ مجھے چاروں اطراف سے گہری سانسوں کی آوازیں دینے لگی میں رک گیا میں نے آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا تو خوف کی ایک لہر میرے بدن میں دوڑ گئی وہ ہی خوفناک آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں جو مجھے اکثر خواب میں نظر آتی تھیں چند لمحوں بعد یہ آنکھیں مجھے اپنے قریب آتی نظر آئیں چاروں طرف گہری سانسوں کی آواز اور گہری ہو گئی یوں لگ رہا تھا جیسے ہمارے چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں بدروحیں کھڑی ہوں اچانک تھوڑی دیر بعد ہمارے قریب سے ایک دردناک چیخ سنائی دی اور باجی مجھ سے ہاتھ چھڑا کر صدر دروازے سے باہر کی جانب بھاگی شاید باجی کے نزدیک اس خوفناک ماحول میں رہنا دشوار تھا اسی میں باجی کو درکنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگا۔ مگر میرے قدم تو منوں بھاری ہو گئے تھے اور باجی چیختی ہوئی باہر نکل گئی۔ اور میں اسے روکنے کی کوشش میں ناکام ہو گیا تھا اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھتا سوچتا میرے پاؤں زمین سے خود بخود اٹھنے لگے اور میں چھت سے چند انچ نیچے ہوا میں معلق ہو گیا۔ شعلہ برساتی لال خوفناک آنکھیں اب بھی مجھے گھور رہی تھیں میں نے خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں حویلی ایک بار پھر دردناک چیخوں سے لرز اٹھی اور مجھے ایک بہت زور کا دھکا لگا میں اڑتا ہوا سیڑھیوں پر جا گرا تکلیف کے مارے میرے منہ سے آہ نکل گئی اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا میرا جسم ایک بار پھر ہوا میں معلق ہو گیا تھوڑی دیر بعد ایک اور زوردار دھکا لگا اور میں اڑتا ہوا سامنے کی دیوار سے ٹکرایا میرا سر لہولہان ہو گیا قہقہوں کی اور چیخوں کی آواز بلند ہونے لگی اچانک پہلی منزل پر ایک کمرہ روشن ہو گیا میں اپنی تکلیف بھلا کر اس کمرے کی طرف بھاگا کمرے کے قریب پہنچ کر میں رک گیا اندر کچھ انسانی حرکات محسوس ہو رہی تھیں میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کمرے کے اندر جھانکا سامنے مسہری پر ایک لڑکی بال کھولے میری جانب پیٹھ کئے بیٹھی تھی میں نے ہمت کر کے اسے آواز دی اے سنو تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو وہ لڑکی میری آواز پر میری جانب مڑی اور میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی وہ باجی صدف تھی اور اس کے چہرے پر گہرے زخموں کے نشان سے تھے جیسے نوکیلے پنجوں سے اس کے چہرے کو کریدا گیا ہو اس کے بائیں جانب کا آدھا کان کٹا ہوا تھا جس میں سے خون رس رہا تھا انگلیوں کے ناخن اترے ہوئے تھے اور ہونٹ پھٹ چکے تھے جن میں سے خون بہہ رہا تھا اس کی آنکھوں میں بے حد تکلیف کے آثار تھے باجی کو اس حالت میں دیکھ کر میں خود میں پریشان ہو گیا تھا باجی روتے ہوئے۔

بولی بھائی تم واپس چلے جاؤ ورنہ یہ شیطانی بدروحیں مجھے مار ڈالیں گی۔

میں نے اس کے قریب جا کر کہا میں تمہیں لے کر ہی جاؤں گا باجی۔

یہ سننا تھا کہ باجی آپے سے باہر ہو گئی اور چیخ کر بولیں۔ دیکھو بھائی مجھے تمہاری وجہ سے میرے ساتھ یہ سب ہوا ہے مجھے موت کے منہ میں دھکیل دیا ہے اب میری جان اس طرح ہی بچ سکتی ہے کہ بھائی تم ابھی اور اسی وقت لوٹ جاؤ میں نے پرعزم ہو کر کہا۔

نہیں میں اپسے واپس نہیں جاؤں گا میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا باجی یہ کہنا تھا کہ باجی کی چیخیں بلند ہو گئیں جیسے اسے کوئی مار رہا ہو میرے دیکھتے ہی دیکھتے باجی کے چہرے کا گوشت اڑنے لگا اس کی ایک آنکھ ابل کر باہر آ گئی ہونٹ پھٹنے لگے وہ چیخنے لگی۔

بھائی مجھے بچاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ ورنہ یہ یہ مجھے مار ڈالیں گے۔ باجی کی یہ حالت دیکھ کر میں فورا ایک اسم پڑھ کر باجی کی طرف پھونک ماری پھونک کا باجی کے جسم کو چھونا تھا کہ دردناک چیخوں سے کھنڈرات لرزا ٹھے لیکن یہ دردناک چیخیں باجی کی نہ تھیں بلکہ باجی کا چہرہ بھی بالکل ٹھیک ہو گیا تھا جیسے اس کے چہرے پر کبھی کوئی زخم تھا ہی نہیں۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ ہوا میں معلق ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کرتا باجی کا جسم ہوا میں اڑتا ہوا حویلی کے صدر دروازے سے باہر نکل گیا میں اس کی صرف چیخیں ہی سنتا رہ گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ اب اجی شیطانی بدروحوں کے حصار میں جکڑی جا چکی تھی اسے بچانا بھی ضروری تھا پھر میں چلتا ہوا دا میں کمرے کی طرف بھاگا بھاگتے بھاگتے مجھے احساس ہوا کہ میں جتنا آگے بڑھ رہا ہوں وہ کمرہ اتنا ہی دور ہوتا جا رہا تھا میں نے پھر بھا اس کمرے تک پہنچنے کی کوشش جاری رکھی اور کافی دیر بعد میں آخر کار کمرے تک پہنچ ہی گیا کمرے کا دروازہ بند تھا میں نے ہلکے سے دھکے سے دروازہ کھولا۔ تو وہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا ہی چلا گیا اندر کمرے میں گھپ اندھیرا تھا میں نے ہمت کر کے کمرے کے اندر قدم رکھا اور امی ابو میرے وہاں پاؤں رکھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی اگلے ہی لمحے میں گہرے اندھیرے میں گہرائی میں اترتا چلا گیا۔ میرے پیچھے سے قہقہے ہی گونج رہے تھے اور میں گہرائی میں گرتا ہی جا رہا تھا چاروں طرف سے وہ خوفناک آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں میرا دماغ ماؤف ہونے لگا اتنی فٹ کی بلندی سے نیچے گر کر میرے پرزے پرزے ہو جاتے اس خوف سے امی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ساتھ ہی میرا ذہن بھی تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ اور جب ہوش آیا تو ابو میں اپنے کمرے میں اپنے بستر پر تھا ابو امی یہ سب کیا ہے میرے ساتھ ہی ایسے خواب کیوں آتے ہیں رفیقہ اقبال اور صدف شاہان کے منہ سے اپنے خواب کی ہوشربا داستان سن کر گم سم تھے کہ آخر یہ سب کیا بھید ہے انکے بیٹے کے ساتھ یہ سب کیا اور کیوں ہو رہا ہے۔

شاہان بیٹے

جی ابو جان۔

غور کرو شاید تم سے جانے انجانے میں کوئی ایسی غلطی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے تمہارے ساتھ ایسا کچھ ہو رہا ہے آخر یہ بھید کیا ہے ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

نہیں ابو ایسی تو مجھے کوئی بات یاد نہیں۔

ٹھیک ہے بیٹا ابھی تم آرام کرو۔۔ میں ابھی صوفی عنایت سے فون پر بات کرتا ہوں تمہارے بارے میں دیکھوں کیا کہتے ہیں اور دوسرا بیٹے میں الگ پریشان ہوں اپنے دوست اور پاٹنر جواد احمد کی وجہ سے انکے بارے میں دعا کراؤں گا عنایت صاحب سے۔

کیا ہوا ابو انکل جواد کو۔

پتہ نہیں بیٹے ہفتہ پہلے تھوڑا سا بخار تھا اس کے بعد ایسی اچانک طبیعت خراب ہوئی ہے کہ ٹھیک ہونے کا نام نہیں لے رہے یہاں تک کہ اب وہ بیڈ سے لگ کر رہ گئے ہیں اب نہ تو وہ چل سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں ابو نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

ابو انکل جواد کو کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھانا تھا۔ میں نے رائے دی۔
بیٹے سب ڈاکٹروں کو دکھایا ہے امریکہ سے بھی ڈاکٹر آگئے ہیں یہاں تک کہ انکے فیملی حکیم انوار صاحب بھی چیک کرتے رہے ہیں دوائی بھی دی پر نہ انکی بیماری کسی کی سمجھ میں آئی ہے اور نہ ہی وہ ٹھیک ہوئے سب نے جواب دے دیا ہے کہ جواد احمد کچھ عرصہ چند دن کے مہمان ہیں دفتر میں اور جواد احمد کے گھر میں سوگواری فضا قائم ہے۔ بہت ہی اچھے اور نیک انسان ہیں جواد احمد۔
ابو زندگی اور موت تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے انسان کو نا امید نہیں ہونا چاہیے دیکھنا ابو انشاء اللہ انکل جواد جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔
ٹھیک ہے بیٹے تم آرام کرو میں صوفی عنایت سے بات کرتا ہوں آؤ رفیقہ بیگم اور صدف بیٹی چلیں شاہان بیٹے کو آرام کرنے دو امی ابو اور بہن کے جانے کے بعد شاہان نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کل ابو کے ساتھ جا کر خود انکل جواد کا علاج کرے گا اسے اللہ کی رحمت پر یقین تھا کہ وہ جواد انکل کا علاج اپنی حکمت سے کرے گا اور وہ یہ بھی سوچنے لگا کہ اس سے ایسی کون سی غلطی ہوگئی ہے کہ اس کی وجہ سے اسے پرانے دور کے ڈراؤنے خواب نظر آرہے ہیں پہلے پہلے تو اسے پرانے دور کے خواب آتے تھے کہ وہ بھی کسی اہرام میں کھڑا ہے تو کبھی جنگیں ہوتی دیکھتا تھا پر اب آہستہ آہستہ یہ پرانے خواب دور ہوتے گئے اور ان کی جگہ ڈراؤنے خوابوں نے لے لی۔ یہ سوچتے ہوئے اچانک اسے وہ دو واقعات یاد آگئے جن کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا گزرے ہوئے وہ سوچنے لگا کہ کہیں یہ خوابوں کا سلسلہ انہی سے نہ جڑا ہوا کہ جب وہ اپنے اس پرانے دور کے خوابوں کی پریشانی کی وجہ سے جا رہا تھا تو اسی پریشانی کے عالم میں اسے ایک عجیب سی شکل والا پنڈت ٹائپ کا ایک آدمی ملا تھا اس نے کہا تھا۔
میں اگر اپنے خوابوں کی وجہ سے پریشان ہے تو رات کو وہ کسی بھی وقت اس کی کٹیا میں آجاؤں۔ اور اس نے اپنی کٹیا کا پتہ بھی بتا دیا پہلے تو میں بہت پریشان ہوا کہ اسے میرے پراسرار خوابوں کا کیسے پتہ چلا پھر بھی میں اس سے آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔
اگلی رات پھر میں کافی سوچ وچار کے بعد اس سے اس کی کٹیا میں جا کر ملا کافی گندی اور بدبودار اس کی کٹیا تھی۔ بحر حال مجھے اس سے کام تھا سو میں چپ رہا۔
کیوں بالک تم اپنے پراسرار خوابوں کی وجہ سے پریشان ہو۔
پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ تم ہو کون اور تمہیں میری ان باتوں کا کیسے پتہ چلا۔
دیکھو شاہان اس بات کو چھوڑو کہ مجھے کیسے پتہ چلا کیا تمہیں اپنے پراسرار خوابوں سے چھٹکارا چاہیے یا نہیں
جی ہاں مجھے ان خوابوں سے چھٹکارہ چاہیے لیکن آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ اور کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں
مجھے کالی چرن کہتے ہیں اور رہی بات میرے فائدے کی وہ بھی تمہیں پتہ چل جائے گا بلکہ پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ لال جوگیا رنگ کے لباس والا جوگی بابا تم سے کیا کہہ رہا تھا۔
کالی چرن تمہیں اس جوگی بابا کا بھی پتہ ہے۔
ہاں۔ بالک پتہ ہے۔ اب تم اپنی کہانی سناؤ۔ جب تک مجھے یہ پتہ نہیں لگے گا کہ اس جوگی بابا نے تم سے کیا کہا ہے تو میں تمہارے پراسرار خوابوں کو دور نہیں کر سکتا ہوں۔ اب بتاؤ کہ تمہاری بابا سے مڈبھیڑ کب کہاں اور کیسے ہوئی۔
کالی چرن تم میرے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہو۔ اور یہ بھی جانتے ہوں گے کہ مجھے پرانے دور کے

خشک ہو رہا تھا اس نے بستر کے برابر میں موجود پانی کی طرف دیکھا لیکن وہاں پانی کا جگ نہیں تھا وہ نور بانو سے کہنا بھول گئی تھی وہ اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ راہداری خالی اور خاموش تھی رابعہ کو پھر خوف محسوس ہوا اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا اس کا دل چاہا کہ واپس کمرے میں چلی جائے لیکن خشک حلق نے اسے مجبور کر دیا یہاں نشست گاہ کے ساتھ ایک فریج رکھا تھا اس نے ڈرتے ڈرتے پانی نکالا اور وہ پانی پی کر واپس آ رہی تھی کہ دادی اماں کے کمرے کا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا لیکن اسے دروازے سے آتی ہوئی سسکیوں کی آواز نے متوجہ کر لیا کوئی عورت رو رہی تھی۔ رابعہ کو ایک بار پھر رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا اسے لگا کہ وہ عورت رو رہی ہے اس نے ڈرتے ڈرتے کھلے دروازے سے اندر جھانکا تو اس نے فوزیہ کو دادی اماں کے بستر کے ساتھ پایا اس کا ہلتا ہوا جسم بتا رہا تھا کہ وہ رو رہی ہے دادی اماں کا ہاتھ فوزیہ کے سر پر تھا اور وہ اسے تھپک رہی تھی رابعہ نے سسکیوں کے درمیان ایک نام لیا۔ فوزیہ نے یہ نام کئی بار لیا تھا رابعہ خاموشی سے واپس پلٹ آئی۔

کمرے میں آ کر وہ بستر پر لیٹ گئی اس کا ذہن زیادہ الجھ گیا تھا۔

ناشتے پر آج اسد بھی موجود تھا رابعہ کو خوشگوار حیرت ہوئی اس نے اسد سے حال احوال پوچھا ناشتے کے بعد اس نے عمر سے باہر وادی دیکھنے کا کہا۔

نہیں جی میں تو آج بہت زیادہ بزی ہوں زمینوں پر کاشت کرنے کا موسم ہے اسد کو آج چھٹی ہے وہ گھما پھرا دے گا کیوں اسد عمر نے اسد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جناب بندہ حاضر ہے۔ اسد نے مسکرا کر کہا۔

او کے میں کپڑے تبدیل کر کے آتی ہوں۔

وہ دونوں باہر نکلے تو آسمان پر ہلکے بادل تھے اور موسم بہت خوبصورت تھا رابعہ یہ حسن دیکھ کر مبہوت رہ گئی بہت خوبصورت علاقہ ہے رابعہ نے اسد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جی ہاں یہاں کا موسم ایسا ہی رہتا ہے اور یہ جو آپ کو پہاڑوں سمیت جو وادی دکھائی دے رہی ہے یہ آپ کے خاندان کی ملکیت ہے اسد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

کیا ہمارا خاندان اتنا امیر ہے۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا فوزیہ نے شادی کیوں نہیں کی۔ رابعہ نے یکدم بات بدلتے ہوئے پوچھا۔ اور اسد نے عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

کیا آپ کو معلوم نہیں ہے۔

نہیں۔ رابعہ نے مختصراً کہا۔

بڑی خانم آپ کے والد خالد کے سنگ تھیں اور وہ انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے یہاں اپنی منگ کو چھوڑ کر کوئی نہیں چھوڑتا۔ اور اگر کوئی چھوڑ دے تو کوئی دوسرا اسے اپنانا نہیں چاہتا دادی اماں تو انہیں ریاض کے لیے لے رہی تھیں لیکن بڑی خانم نے انکار کر دیا۔ رابعہ سن کر حیران رہ گئی اس کے لیے ہر بات انکشاف تھی اسے رات کا منظر یاد آیا جب فوزیہ دادی ماں کے بستر کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی اور خالد کا نام لے لے کر رو رہی تھی ایک طرف دادی اماں کو اپنے شوہر کی بھتیجی سے اتنی ہمدردی تھی کہ اسے حویلی کا منتظم بنا دیا تھا لیکن دوسری طرف وہ اپنی سگی پوتی سے ملنے کو تیار نہیں تھی لازمی بات تھی کہ خالد کے سنگ چھوڑنے اور دوسرے ملک میں جا بسنے پر خوش نہیں تھی اتنے عرصے تک دونوں میں تعلقات انتہائی کشیدہ تھے وہ خالد کی اولاد تھی شاید اسی لیے اس سے یہ سلوک کر رہے تھے پھر اسے خیال آیا کہ اس کے باپ کو تو بلا لیا گیا تھا یعنی تعلقات میں بہتری آئی ہوگی پھر اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا یہ اس کے لیے ایک اور راز بڑھ گیا تھا۔

سنبھل کر۔اسد نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ چونکی بے خیالی میں وہ خطرناک حد تک ترچھی ڈھلان پر قدم رکھنے جارہی تھی۔آپ کدھر کھوگئی تھیں۔

کچھ نہیں اپنے خاندان کے بارے میں سوچ رہی تھی خیر آپ کو یہ سب کیسے پتا ہے۔

مجھے عمر نے بتایا ہے۔اس نے مختصراجواب دیا۔

او سچ میں نے آپ کی سٹوری پڑھی تھی بہت انٹرسٹنگ تھی۔

تھینکس۔لیکن آپ کو ڈائجسٹ کہاں سے ملا۔

عمر سے۔

اسد نے رابعہ کو خوب سیر کروائی پھر رابعہ کے ساتھ شاپنگ کرنے بازار چلی گئی۔

یہ یہاں کے مشہور کباب ہیں آپ چیک تو کریں اس نے کباب والی پلیٹ رابعہ کے نزدیک کرتے ہوئے کہا۔

چلیں آپ کہتے ہیں تو میں چیک کر لیتی ہوں ہوں ورنہ میں نے کبھی کھائے نہیں او یہ تو بہت مزیدار ہیں رابعہ نے کباب کھاتے ہوئے کہا۔اچھا ایک بات پوچھوں ہے تو پرسنل لیکن بتانی آپ نے سچ ہے

جی پوچھیے۔اسد نے کہا۔

کیا آپ کسی سے پیار کرتے ہیں یا آپ کی منگیتر ہے یا گرل فرینڈ رابعہ نے ڈھرکتے دل سے کہا

سچی پوچھیے تو ابھی تک کوئی ایسی ملی ہی نہیں جو دل کو اچھی لگی ہو لیکن۔

لیکن کیا رابعہ نے جلدی سے کہا۔

لیکن اب دل میں کوئی اتر گیا ہے۔آنکھوں میں کوئی بس گیا ہے۔

کتنے حسین لوگ ہیں جو مل کے ایک بار اسد
آنکھوں میں جذب ہوگئے دل میں سما گئے

واہ تو آپ شاعر بھی ہیں اچھا بتائیے ناں وہ کون سی خوش قسمت ہے۔

نہیں پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجیے۔اسد نے رابعہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

جی پوچھیے۔اگر یہ سوال میں آپ سے کروں تو ۔اسد نے بدستور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

میرا بھی جواب یہ ہی ہوگا۔

مانگی تھی ہم نے خدا سے محبت کی زندگی
خدا نے تم سے ملا کر زندگی کو ہی محبت بنا دیا

سچ میں۔اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

جی۔رابعہ نے شرماتے ہوئے کہا۔

شام کو دونوں واپس آئے اسد نے رابعہ کو حویلی چھوڑا اور کال کرنے کا کہہ کر چلا گیا۔کھانے کا ٹائم ہو چکا تھا رابعہ بہت تھک چکی تھی اس لیے اس نے نور بانو کو کہا کہ مجھے بھوک نہیں ہے میں تھک چکی ہوں اس لیے آرام کروں گی۔نور بانو چلی گئی کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو وہ سمجھی نور بانو آئی ہے اس نے بلند آواز میں کہا۔آجاؤ دروازہ کھلا ہے۔

یکدم دروازہ کھلا اور عمر اندر آیا۔اس کے چہرے پر پیار بھرے تاثرات تھے رابعہ اٹھ بیٹھی آپ۔

جی مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کو بھوک نہیں ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔

جی بس تھوڑی تھکن ہوگئی تھی۔

او کے آپ آرام کریں۔عمر نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

ایک منٹ آپ نے مجھے یہاں ہونے والی اموات کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا۔

مجھے اس کا افسوس ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ سے کچھ بھی چھپایا نہیں جارہا ہے اگر کہیں لاعلمی ہے تو وہ بھی آپکی بہتری کے لیے ہے

کیسی بہتری۔جبکہ میرا یہاں کے کسی معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

رابعہ آپ نہیں جانتی ہم لوگ کن حالات سے گزرتے رہے ہیں آپ بہت غلط وقت پر یہاں آئی

ہیں۔عمر نے افسردہ لہجے میں کہا۔

اس لیے کہ کچھ دن بعد یکم اکتوبر ہے اور منگل کا دن ہے۔رابعہ نے اسے دیکھا۔

بالکل اور اس دن اس خاندان کا کوئی فرد اس دنیا سے گزر جاتا ہے۔

میں ان چیزوں کو نہیں مانتی۔

ماننا تو میں بھی نہیں ہوں لیکن اسے کیا کہا جائے کہ حقائق اور واقعات سامنے ہیں ان کو کسی صورت جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

عمر میں جاننا چاہتی ہوں یہاں کیا ہوتا رہا ہے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے عمر نے سرد آہ بھر کر کہا۔

بات صرف اتنی ہے کہ ہم لوگ اپنی بدقسمتی میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے۔

کیا مطلب۔

میرے والد چاچا اور تایا بچ نہیں سکے اب اس خاندان میں صرف تین افراد بچے ہیں دادی اماں اور آپ اسی وجہ سے فوزیہ اور دادی اماں آپ کے آنے کی مخالفت کر رہی تھیں اور چاچا نے بھی سختی سے منع کیا تھا یہاں آنے سے۔لیکن اس کے باوجود بھی آپ آگئی۔

اس کی دو وجوہات ہیں اول تو میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتی۔ اور دوسرا میں تقدیر پر یقین رکھتی ہوں جو میرے ساتھ ہونا ہے وہ ہو کر ہی رہنا ہے بابا بھی جان بچانے کے لیے انگلینڈ چلے گئے تھے لیکن وہ بھی بچ نہیں سکے میں تقدیر پر یقین رکھتی ہوں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ میں بھی ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا لیکن بچپن سے یہ واقعات میرے سامنے ہو رہے ہیں عمر نے گہری سانس لی۔دیکھتے اس بار کیا ہوتا ہے۔

کیا اس بار بھی کچھ ہوگا۔کیا آپ کو یقین ہے۔

یقین تو نہیں لیکن چالیس سال میں یہ دن ایک بار بھی خالی نہیں گیا۔

پلیز عمر مجھے سب کچھ بتاؤ ناں رابعہ نے التجا کی

صبح آپ کو ضرور بتاؤں گا فی الحال مجھے ایک کام جانا ہے عمر نے کہا۔

لیکن مجھے سب کچھ سننا ہے میں اس راز کو جاننے کے لیے بہت بے تاب ہوں رابعہ نے منہ بنایا اور عمر کو رابعہ کی یہ ادا اتنی اچھی لگی کہ اس نے سوچا کہ کاش یہ ہر روز ایسے ہی دیکھنے کو ملے۔

سوری رابعہ پلیز ناراض مت ہونا آج شاید بارش آئے میرا زمین پر جانا لازمی ہے صبح ہر حال میں بتادوں گا۔

ٹھیک ہے۔رابعہ نے مختصراً کہا۔

اتنے میں رابعہ کا فون بجا سکرین پر اسد کا نام آرہا تھا اس نے کال پک کی۔

کیسی ہو۔

ٹھیک ہوں۔

میں کب سے کال کر رہا تھا تم کال کیوں پک نہیں کر رہی تھی اسد نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

یار عمر آیا ہوا تھا اس سے بات چیت کر رہی تھی۔

خیریت تو تھی ناں۔

وہ دراصل میں یہ حویلی میں ہونے والی اموات کے بارے میں جاننا چاہ رہی تھی کیا تم اس بارے میں کچھ جانتے ہو۔

اس بارے میں عمر اچھی طرح جانتا ہے اور تم کو اچھی طرح بریف کرسکتا ہے پھر ایک سانس لیتے ہوئے کہا اچھا تم ایک اور بات مانو گی۔

کیا بات بولو۔

تم چلی جاؤ۔یکم اکتوبر کے بعد پھر آجانا پلیز۔

دیکھو اسد عمر نے بھی مجھے یہی کہا تھا لیکن میں یہ ہی جاننے آئی ہوں کہ آخر کیا وجہ ہے خیر چھوڑو تم اس بات کو کوئی اور بات کرو رابعہ نے لاڈ پیار سے کہا۔

آئی لو یو۔

یہ بات کرنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا۔

تم میری بات کا جواب دو ناں۔اسد نے ضد کی
آئی لو یو ٹو۔
واقعی۔اسد خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔
ہاں واقعی۔
پھر وہ دونوں کافی دیر تک آپس میں بات کرتے رہے رابعہ نے کال بند کی اور نور بانو کو چائے لانے کا کہہ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ گئی اس نے آئینے میں دیکھا اور چونک گئی کیونکہ آئینے میں جو عورت نظر آرہی تھی وہ نور سے مختلف تھی اس نے وہی لباس پہنا ہوا تھا جو اس رات کو بالکونی میں نظر آنے والی عورت نے پہن رکھا ہوا تھا رابعہ کا جسم لرزنے لگا اس کے ہاتھ سے برش چھوٹ گیا۔
کک۔کون ہو تم۔رابعہ کی آواز پر عورت کے جسم میں پیدا ہوئی اس کا ایک ہاتھ پھیلا ہوا تھا جس میں چائے کی پیالی تھی رابعہ کا سانس رکنے لگا یہ وہی چہرہ تھا زخموں اور نشانوں سے چور پھر رابعہ کی نظر چائے پر پڑ گئی جس میں خون جیسا سرخ سیال تھا اور اس میں دو گول سی چیزیں تیر رہی تھی وہ چیزیں نہیں آنکھیں تھیں انسانی آنکھیں بے ساختہ رابعہ کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی اور کرسی سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی اور آنکھیں بند کر لیں اور خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔
کیا ہوا بی بی جی۔نور بانو نے چائے والا ٹرے ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا آپ ٹھیک تو ہیں۔
تم ابھی آئی ہو۔رابعہ نے پوچھا۔
نور بانو اس سوال پر حیران ہوئی جس بس آپ کی چیخ سنی تو میں دروازہ کھول رہی تھی آپ کو گرے ہوئے پایا اس نے رابعہ کو سہارا دے کر کہا آپ ٹھیک تو ہیں ناں آپ کو چوٹ تو نہیں لگی ناں۔
نہیں بس میں ٹھیک ہوں چکر آگیا تھا مجھے ایک گلاس پانی دے دو نور بانو نے اسے پانی دیا پانی پینے سے اس کے ہوش بحال ہوئے۔
بی بی جی اگر طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کو بلا لوں یہاں حویلی کا اپنا ڈاکٹر ہے۔
نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے چائے دو نور بانو نے سے چائے بنا کر دو رابعہ بے خیالی میں گرم چائے کا گھونٹ لینے لگی اس کا ذہن اسی عورت میں الجھا ہوا تھا جیسے وہ پہلے اپنا خواب سمجھتی تھی لیکن ابھی جو ہوا وہ اسے خواب سمجھنے کو تیار نہ تھی اس نے سب جاگتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا تھا اور یہ کوئی لمحاتی جھلک نہیں تھی۔
نور بانو تم نے بتایا تھا کہ تمہیں اور دوسرے لوگوں کو یہاں ایک عورت کئی بار دیتی ہے تم نے اسے خود دیکھا ہے۔
کئی بار بی بی جی نور بانو خوفزدہ نظر آنے لگی کیا آپ کو بھی دکھائی دی ہے۔
نہیں۔وہ زبردستی ہنسنے لگی میں تو پوچھ رہی تھی کہ وہ دیکھنے میں کیسی لگتی ہے۔
دیکھنے میں جی تو جوان لگتی ہے بال کالے گھنے اور پشت پر کھلے ہوتے ہیں سفید رنگ کا سوٹ پہنا ہوتا ہے اور چہرہ اللہ معاف کرے ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے اسے مارا ہو آنکھوں کی جگہ خالی گڑھے نظر آتے ہیں جیسے جیسے نور بانو حلیہ بیان کر رہی تھی رابعہ کا جسم سرد پڑ رہا تھا وہ بالکل اس عورت کا حلیہ بتا رہی تھی جسے رابعہ نے چند منٹ پہلے دیکھا تھا۔نور بانو اب خاموش اور سہمی ہوئی تھی۔بی بی جی یہ آپ نے اچھا نہیں کیا ان دنوں اور اس جگہ کوئی اس کا ذکر نہیں کرتا ہے۔
یہ سب توہمات ہیں رابعہ نے کہا لیکن خود اسے اپنے الفاظ کے کھوکھلے پن کا شدت سے اندازہ ہو رہا تھا اسی لمحے باہر بادل گرجے اور تیز بارش شروع ہو گئی آغاز اتنا تھا کہ پورا ماحول دھندلا گیا اور چند گز سے آگے کچھ نظر نہیں آرہا تھا سرد ہوا کے جھونکے آنے لگے نور نے اٹھ کر کھڑکیاں بند کیں بی بی جی کوئی اور کام ہو تو بتائیں۔

نہیں تم اب جاؤ نور چلی گئی۔
اس سے پہلے اسے نہیں معلوم تھا کہ جاگیردارانہ نظام کیا ہوتا ہے اور اب پتہ چلا تھا اس واقعے نے رابعہ کو خوفزدہ کر دیا اور اب اس کو اکیلے کمرے سے ڈر لگ رہا تھا لیکن ساتھ ہی اس کا تجسس مزید بڑھ گیا تھا اور اسے شدت سے انتظار تھا کہ عمر اسے ماضی کے واقعات سے آگاہ کرے۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ سہم گئی۔
کون ہے۔ اسے اس عورت کا ڈر تھا کہ کہیں وہ نہ ہو۔ اس کا خیال غلط ثابت ہوا لیکن وہ فوزیہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ پھر کھڑی ہو گئی۔
آپ۔
ہاں ابھی نور نے بتایا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ فوزیہ ذرا آگے آ کر بولی۔
ہاں ذرا سا معمولی سا چکر آ گیا تھا آپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھ جائیں ناں۔ فوزیہ صوفے پر بیٹھ گئی۔
میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔ فوزیہ کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات تھے تم جانتی ہو یہ خاندان کن ساغات سے گزر رہا ہے۔ یکم اکتوبر کا منگل کا دن حویلی کے لیے ہمیشہ منحوس ثابت ہوا ہے آخری بار خالد۔ وہ بولتے بولتے رک گئی کاش میں نے دادی اماں کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہوتا اور خالد کو خط نہ لکھتی۔
میں تقدیر کی قائل ہوں رابعہ نے کہا جوان کی قسمت میں لکھا تھا اس لیے وہ یہاں آئے ورنہ اتنے سالوں سے وہ انگلینڈ میں تھے۔
میں نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ یکم اکتوبر سے پہلے یہاں سے چلا جائے لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا اس نے مجھ سے کہا فوزیہ انسان اپنی موت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ کیا تم میری درخواست نہیں مانو گی۔ فوزیہ نے اسے دیکھا۔
مجھے مجبور نہ کریں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں۔
میری ایسی خواہش نہیں ہے تم حویلی کے وارثوں میں شامل ہو۔
اگر آپ مجھے اس خاندان کا ایک حصہ تسلیم کرتی ہیں تو جو دوسروں کے ساتھ ہو گا وہی میرے ساتھ بھی ہو گا۔ رابعہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی نقصان ہو۔
بات وہی ہے جو میرے مقدر میں لکھا ہے اسے آپ یا میں چاہنے کے باوجود بھی بدل نہیں سکتے رابعہ نے کہا پھر اسے خیال آیا آپ جانتی ہیں یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ فوزیہ کھڑی ہو گئی اس کے چہرے پر وہی سرد تاثر آ گیا اس نے جواب دینے کی بجائے کہا میرا خیال ہے کہ اب تم آرام کرو اور کمرے سے چلی گئی رابعہ کا موڈ خراب ہو گیا وہ سوچنے لگا آخر اسے کوئی کچھ بتاتا کیوں نہیں اس حقیقت سے پردہ کیوں نہیں اٹھاتے عمر نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے یہ راز ضرور بتائے گا آج سردی تھی اس لیے رابعہ نے کمبل کمر تک کھینچ لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی مگر نیند آنکھوں سے دور تھی تنگ آ کر وہ اٹھ بیٹھی اس نے خوفناک ڈائجسٹ اٹھایا اور پڑھنے لگی اس میں چند خوفناک سین پڑھ کر اسے ڈر لگا تو اس نے خوفناک ڈائجسٹ رکھ دیا اور تکیہ سینے سے لگا کر بیٹھ گئی۔ واقعی خوفناک اتنا بھیانک ہے کہ انسان ڈر جاتا ہے۔ باہر بارش ہو رہی تھی لیکن بند کھڑکیوں کی وجہ سے اندر تک نہیں آ رہی تھی اچانک رابعہ کو لگا جیسے دور کسی عورت نے اذیت بھری سسکی لی ہو۔ رابعہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔
وہ عورت کون تھی جو رابعہ کو دکھائی دیتی تھی آخر کیا راز تھا کہ اس خاندان کا ہر فرد یکم اکتوبر کو مر رہا تھا کیا رابعہ یہ راز جان پائے گی کیا رابعہ یکم اکتوبر کو زندہ رہے گی یہ جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ میں اس کا دوسرا اور آخری حصہ ضرور پڑھیں۔

بھید

۔۔خالد شاہان لوہار۔صادق آباد۔قسط نمبر۱..0334.7284018

شاہان کی لاش کو پوسٹ مارٹم والے کمرے میں پہنچا دیا گیا ڈاکٹر نے جب اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرنے لگا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لاش پتھر کی طرح سخت ہو چکی ہے اس نے اس وقت وارڈ کے انچارج کو اطلاع دی انچارج نے پولیس کو ساتھ لیا اور پوسٹ مارٹم روم میں آ گیا۔ لاش کو ایک بار پھر چیک کیا گیا لاش اتنی سخت ہو چکی تھی کہ پوسٹ مارٹم کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا پولیس انسپکٹر نے یہ صورتحال دیکھی تو وہ بھی پریشان ہو گیا۔ پھر جو جو قانونی کاروائی کرنی تھی کی گئی اور لاش کو وراثہ کے حوالے کر دیا گیا۔ رفیقہ بی بی اور صدف روتے ہوئے وہ لاش کو گھر واپس لے آئے شاہان سب کچھ دیکھ رہا تھا سب کچھ سن رہا تھا مگر کسی کو پتہ نہیں تھا اور وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ وہ سن سکتا ہے اور زندہ ہے اسے مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہے۔ وہ اس تصور سے کانپ رہا تھا اب اس کو زمین میں دفن کر دیا جائیگا۔ محلے کے لوگ ان کے گھر میں جمع ہوتے جا رہے تھے ہر ایک آنکھ اشکبار تھی جوان بیٹے کی موت پر وہ چیخ رہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے میں زندہ ہوں لیکن زبان حرکت نہیں کر رہی تھی ہر طرف رونا دھونا تھا وقت ایسے ہی بیتتا جا رہا تھا۔ جب غسل کی باری آئی اس کے اوپر پانی ڈالا جانے لگا۔ تو اس نے اونچی آواز میں کہنا چاہا یہ کیا کر رہے ہو ابو جان میں ابھی مرا نہیں ہوں میں زندہ ہوں۔ لیکن وہ آواز نہ نکال سکا۔ اس کی وہاں سنتا کون کچھ دیر بعد انکل جواد اور ان کا بیٹا بھی آ گئے تھے ان کی آنکھیں بھی نم تھیں ظاہر ہے شاہان کا علاج کیا تھا ان کے ساتھ سب ہی سمجھ رہے تھے کہ اقبال صاحب کے جوان بیٹا شاہان کا انتقال ہو چکا ہے اور اب اسے قبرستان میں دفن کر دیا جائیگا۔ شاہان کی حالت اندر سے بہت بری ہو رہی تھی اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہاں سب لوگ اسے مردہ سمجھ رہے تھے جبکہ وہ زندہ تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اسے زندہ دفن کیا جانے والا تھا وہ ان سب کو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مجھے قبر میں مت اتارنا میں زندہ ہوں تم مجھے دفن کر دو گے تو پھر میں ضرور مر جاؤں گا مگر اس کی آواز کسی کو بھی سنائی نہیں دے رہی تھی سب کچھ کام سے فارغ ہونے کے بعد اسے کفن پہنا کر جب گھر کی دہلیز سے اٹھایا گیا۔ تو اس وقت کا منظر دیکھ کر سب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے جب ایک ماں اپنے جوان بیٹے کی موت پر اور ایک بہن اپنے بھائی کی موت پر وارے جا رہی تھی کہ جیسے وہ جانے نہ دے گیں۔ مگر اماں یہ غم برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی سب عورتیں اور باجی امی کی طرف بڑھیں شاہان کا امی اور باجی ابو کا یہ حال دیکھ کر چیخ چیخ کر رونے کو جی چاہ رہا تھا مگر وہ بھی کیا کر سکتا تھا وہ جانتا تھا کہ امی ابو اور باجی اسے کتنا پیار کرتے ہیں خیر سب اسے اٹھا کر قبرستان میں لے گئے قبر پہلے سے کھودی جا چکی تھی وہاں کوئی گورکن تو تھا نہیں اسی لیے خود ہی قبر بنائی گئی تھی شاہان کے زندہ جسم کو مردہ سمجھ کر قبر میں اتار دیا گیا۔ پھر مٹی ڈال کر اس کی ایک ڈھیری سی بنا دی۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

مسلمانوں کا قبرستان معلوم نہیں ہوتا تھا قبروں پر جو کتبے لگے ہیں وہ تکونے اور چوکور ہیں محراب یہ نما نہیں ہیں کسی کتبے پر اسلامی نام نہیں لکھا ہوا تھا بلکہ ہر کتبے پر انسان کھوپڑی کا نشان بنا ہوا تھا اس نشان



کے نیچے مرنے والے کا نام اور تاریخ وفات لکھی ہوتی تھی یہ کسی اور ہی قوم کسی اور ہی فرقے کے لوگوں کا قبرستان لگتا ہے یہ بڑا پرانا قبرستان ہے قبروں کی حالت بے حد شکستہ ہو رہی ہے کئی قبروں کے کتبے گرے ہوئے ہیں جو گرنے سے بچ گئے ہیں وہ ٹیڑے ہو کر ایک طرف کو جھک گئے ہیں قبرستان ایک چار دیواری میں گھیرا ہوا تھا یہ چار دیواری خستگی کا شکار ہے اور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ گئی ہے قبروں کو جانے والا راستہ ایک ڈیوڑھی میں سے ہو کر گزرتا ہے جس میں دن کے وقت بھی اندھیرا چھایا رہتا ہے ڈیوڑھی کی پیشانی میں بھی کھوپڑی کا نشان بنا ہوا ہے ایک جنگلی بیل نے ڈیوڑھی کی آدھی دیوار کو ڈھانپ رکھا ہے قبروں کے اوپر عجیب شکل والے ڈراؤنے درختوں کی بے برگ و بار سوکھی ٹہنیاں اپنے اپنے پنجے پھیلائے جھکی ہوئی ہیں آدھی رات کا وقت ہے شاید یہ مہینے کی سب سے تاریک رات ہے اندھیرے میں قبروں پر جھکے ہوئے تکونے اور چوکور کتبے سایوں کی طرح لگ رہے تھے جو قبروں کے اوپر جھک کر ساکت ہو گئے ہوں ہر طرف موت کی خاموشی اور سناٹا چھایا ہے ایک پراسرار سی دھند چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی جس نے قبرستان کی ماتمی فضا کو اور سوگوار بنا دیا تھا اس خاموشی اور سناٹے میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد دبی دبی اور گھٹی گھٹی ایک انسانی آواز سنائی دے جاتی تھی کبھی یہ آواز ایک لمبی کراہ میں شامل ہو جاتی تھی پھر ایک لمحے کے لیے یہ آواز خاموش ہو جاتی تھوڑی دیر کے بعد ٹھک ٹھک کی آواز آنے لگتی ہے جیسے کوئی لکڑی کے تختے کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہا ہو قبرستان کی پراسرار خاموشی میں یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز ایک قبر کے اندر سے آرہی تھی یہ تازہ بنی ہوئی قبر تھی لگتا تھا کسی میت کو وہاں دفن کئے چھ سات گھنٹے ہی گزرے ہوں۔ پانی کے چھڑکاؤ کی وجہ سے قبر کی مٹی ابھی تک گیلی تھی اور اس پر چند ایک تازہ پھولوں کے ہار پڑے ہوئے تھے آواز اسی قبر کے اندر سے آرہی تھی اور اس قبر کے سامنے دو الگ الگ گول دائرے چونے سے بنے ہوئے تھے ایک دائرے کے اندر ایک عجیب سی شکل کا ڈراؤنے شکل والا پنڈت لال دھوتی پہنے ہوئے اپنے تھیلے سے سامان نکال رہا تھا اس کی شکل دیکھ کر ایک عجیب سی کراہٹ کا احساس ہوتا ہے اس کے سر کے بال خشک جھاڑیوں کی طرح اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے بہت ہی مکروہ شکل کا ایک پنڈت تھا اسکے گرد چونے سے گول دائرہ بنا ہوا تھا جس کے اندر وہ بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک معصوم سی شکل کا نوجوان لڑکا چونے کے ایک اور دائرے میں بیٹھا ہوا تھا وہ لڑکا گھبراتے ہوئے بولا۔

کالی چرن مہاراج مجھے کچھ ہوگا تو نہیں۔

دیکھو عمران تم ایک نوجوان لڑکے ہو اور ابھی سے گھبرانے لگے اگر اسی طرح گھبراتے رہے تو کبھی بھی اپنے خوابوں کو پورا نہ کر سکو گے بس یہ عمل ہونے دو اس کے بعد تمہارے سب ادھورے خواب پورے ہو جائیں گے اب آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اور خبردار چاہے جو کچھ بھی ہو جائے تم نے اپنے اس دائرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھنا ٹھیک ہے ناں۔ اب مجھے کام کرنے دو۔ یہ کہہ کر کالی چرن نے چراغ کا تیل لیا اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا وہ لمحات آہی گئے جب پنڈت کالی چرن نے عمل شروع کیا عمران کو اچھی طرح سمجھانے کے باوجود چرن کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اس پر جو گزرتی وہ بھگت لیتا۔ کیونکہ چرن تو اس کا عادی ہو چکا تھا لیکن اصل فکر اسے عمران کی تھی جو اس کا دو چار دن پہلے ہی شاگرد بنا تھا۔ اگر کوئی خوفناک منظر دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن رک جاتی یا وہ یہاں سے بھاگ جاتا تو چرن کے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا چار روز ہو گئے تھے چرن کو یہ عمل کرتے ہوئے اور آج کی رات آخری تھی اور اس آخری رات کو اسے ایک انسانی بلی بھی دینی تھی بدقسمتی سے عمران خود ہی آ گیا تھا اور عمران کی صورت میں کالی چرن کو بلی کے لیے انسان مل گیا تھا۔ بحرحال چرن نے عمران کے اندیشوں

کو جھٹکنے کے بعد اپنی تمام تر توجہ عمل پڑھنے میں لگا دی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ چراغ کی لو جیسے چرن کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی قبرستان میں گھپ اندھیرا ہوگیا یہ صورت حال چرن کے لیے خلاف توقع ہی تھی وہ یہ سمجھا کہ چراغ بجھ گیا اس کے باوجود اس نے اپنی نظریں اس جگہ سے نہ ہٹائیں عمل کی شرط یہ تھی کہ نظریں چراغ کی لو سے نہ ہٹیں لیکن چراغ غائب ہوگیا چرن نے سوچا کہ عمل پڑھتے ہوئے اسے دوبارہ چراغ جلا دینا چاہیے لیکن اسی لمحے اچانک چرن کو پھر چراغ دکھائی دیا اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ چراغ بجھا نہ اور نہ ہی وہاں اندھیرا ہوا تھا وہ صرف نظر کا دھوکا تھا اسی وقت چراغ کے دو فٹ کے فاصلے پر بالکل سامنے کالی چرن کو عمران فضا میں معلق نظر آیا اس کے ہاتھ پیر رسی سے بندھے ہوئے تھے منہ پر ایک سیاہ کپڑا بندھا ہوا تھا یہ بھی فریب نظر ہے چرن نے سوچا اور اپنا عمل جاری رکھا چند لمحے ہی گزرے تھے کہ بھیانک شکل والا ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام اپنے ہاتھ میں تیز دھار لمبا چھرا لیے نمودار ہوا اس نے چرن کے دیکھتے ہی دیکھتے عمران کی تھوڑی کو اس طرح اوپر اٹھایا جس طرح جانور کو قربان کرتے ہیں سیاہ فام کے ہاتھ میں موجود چھرے کی دھار پر روشنی پڑنے پر چمک رہی تھی اس نے چھرے کی دھار عمران کی گردن پر رکھ دی اور پھر اس کا ہاتھ حرکت میں آیا وہ کسی جانور کی طرح عمران کا گلا کاٹ رہا تھا گردن سے خون کا فوارہ سا بلند ہوا اور جیسے کسی نے چرن کے دل کو مٹھی میں بھینچ لیا ہو وہ ایسا ہی دل ہلا دینے والا دہشت ناک منظر تھا سیاہ فام کا ہاتھ رکا نہیں اس نے عمران کی گردن کاٹ کر ایک ہاتھ سے سر کے بال پکڑ لیے اب اس کے ہاتھ میں عمران کی کٹی ہوئی گردن لٹک رہی تھی اور گردن سے خون ٹپک رہا تھا جب اس سیاہ فام نے عمران کی گردن کالی چرن کی طرف اچھالی تو چرن کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی اس کے باوجود چرن کو احساس تھا کہ نہ ہی چراغ کی طرف سے نظر اٹھانی ہے اور نہ ہی عمل پڑھنا ترک کرنا ہے کٹی ہوئی گردن کے ساتھ ہی عمران کا بقیہ جسم بھی چرن کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اب سیاہ فام بھی نظر نہیں آرہا تھا اس یقین کے باوجود کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا چرن کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اسے معلوم نہیں تھا کہ اس وقت عمران پر کیا گزر رہی ہے ذرا سی دیر میں جلتا ہوا چراغ ایک بار پھر چرن کی نظروں سے اوجھل ہوگیا تو وہ سمجھ گیا کہ اب اسے کوئی اور بھیانک منظر دکھائی دینے والا ہے اس کا یہ اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا چند ہی لمحے گزرے تھے کہ عمران اسے ایک ایسے بھیانک وجود کی گرفت میں نظر آیا جسے نہ تو درندہ کہا جا سکتا تھا نہ ہی آدمی وہ بن مانس سے ملتا جلتا تھا اس کے سارے جسم پر بڑے بڑے بال تھے چھوٹی چھوٹی آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے جن کی گہرائی میں انگارے سے دہک رہے تھے بقیہ چہرہ کسی آدمی جیسا تھا اس نے ایک ہاتھ سے عمران کا منہ دبا رکھا تھا بالوں بھرے اس کے ہاتھ کے لمبے لمبے ناخن کسی درندے کے ناخنوں کی طرح نوکیلے تیز اور مڑے ہوئے تھے اس نے اپنے ہاتھ کے دوسرے نوکیلے ناخن عمران کے پیٹ میں مارے چرن نے عمران کا پیٹ پھٹتے ہوئے دیکھا اس کے ساتھ خون بہنے لگا عمران کے پھٹے ہوئے پیٹ میں اس نے اپنا ہاتھ ڈال دیا جب اس کا لہولہان ہاتھ باہر نکلا تو اس میں چرن کو دل نظر آیا عمران کا تڑپتا ہوا جسم اب ساکت ہو چکا تھا اس درندے نے عمران کے جسم کو ایک طرف پھینک دیا اور اپنا منہ کھولا اسے اس کے بڑے بڑے دانت دکھائی دیے آنکھوں کی جگہ سوراخوں میں دہکتے ہوئے انگاروں سے شعلے لپکنے لگے اور اس کے بعد سب کچھ غائب ہوگیا چرن نے پھر دائرے کے اندر عمران کی طرف دیکھا تو وہ عجیب سی حالت میں بیٹھا تھر تھر کانپ رہا تھا ابھی چرن نے اسے دیکھ رہا تھا کہ اچانک چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ اور عمران اسی اندھیرے میں گم ہوگیا چند لمحوں بعد ہی پھر ایسا ہی ہولناک منظر دکھائی دیا عمران خوفناک صورت والے ایک آدمی کے چنگل میں تھا وہ یا تو بے ہوش تھا یا پھر گہری نیند

میں تھا لیکن چند ہی لمحوں بعد یہ منظر بدل گیا اب طویل قامت خوفناک صورت والا آدمی زمین پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اور تھوڑی دیر بعد اس نے عمران کے ماتھے پر پیتری سی ایک آہنی کیل کی نوک رکھی کیل کو وہ ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے اس کے دوسرے ہاتھ میں ہتھوڑا تھا کیل پر اس نے ہتھوڑے سے ضربیں لگائیں اور وہ آدھی سے زیادہ عمران کی پیشانی میں اتر گئیں عمران اگر زندہ ہوتا تو ظاہر ہے تڑپتا لیکن ایسا نہیں ہوا معا اس خوفناک آدمی نے چرن کی طرف دیکھا اور ہتھوڑا اس کے ہاتھ سے نکل کر چرن کی طرف آتا دکھائی دیا چرن اچھل پڑا مگر چراغ کی طرف سے نگاہ نہ ہٹائی ہتھوڑا نہ جانے کہاں غائب ہو گیا اس خوفناک آدمی کے ہاتھ میں اسے خنجر نظر آیا۔ اس نے عمران کا ایک ہاتھ کاٹ کر کالی چرن کی طرف پھینکا پھر اس طرح جسم کے دوسرے حصے کاٹ کاٹ کر چرن کی طرف اچھالتا رہا ہر طرف سے عمران کے جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے کہیں اس کا کٹا ہوا ہاتھ پڑا تھا تو کہیں پیر آخر میں اس آدمی نے عمران کی گردن کاٹ کر الگ کر دی پھر دونوں آنکھوں میں خنجر کی نوک گھیسڑ کر دونوں ڈھیلے باہر نکال دیئے درندگی کا یہ کھیل اس وقت ختم ہوا جب وہ آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے عمران کے کٹے ہوئے سر کو زمین پر دے مارا اس کے ساتھ ہی عمران کا سر پھٹ گیا اور دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور مغز باہر جا گرا حیرت کی بات یہ تھی کہ اس دوران میں چرن کو ہلکی سی بھی کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی یکا یک پھر اندھیرا چھا گیا تو چرن کو دوبارہ چراغ نظر آیا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا اس کے بعد چند لمحے ہی سکون سے گزرے ہوں گے کہ اچانک چرن نے کسی درندے کی غراہٹ کی آواز سنی یہ غراہٹ شیر کی دھاڑ سے مشابہ تھی یوں لگ رہا تھا کہ جیسے قبرستان میں وہ خوفناک درندہ گھس آیا ہو پھر یکدم شیر کی دھاڑ کی آواز سنائی دی چند لمحوں بعد ہی اسے اپنے سامنے ہی شیر نظر آیا غیر معمولی طور پر وہ شیر خاصا تندرست اور توانا تھا خوف کی وجہ سے چرن کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے حالانکہ کالی چرن اپنے وقت کا بڑا مانا ہوا پنڈت ہے۔ بہر حال اس نے خوفناک انداز میں اپنا منہ کھولا اور پھر کالی چرن پر جست لگائی اور غائب ہو گیا چرن غیر ارادی طور پر جھک گیا لیکن اپنی نظریں چراغ کی طرف سے نہ ہٹائی اور نہ ہی عمل پڑھنا چھوڑا اس وقت چرن کو ایک اور دہشت ناک منظر دکھائی دیا اسے ویسا ہی ایک اور شیر نظر آیا جو عمران کے سینے پر چڑھ بیٹھا تھا۔

بچاؤ مجھے بچاؤ کالی چرن عمران چرن کو مدد کے لیے پکار رہا تھا پھر عمران سے وہ شیر اس طرح کھیلنے لگا جیسے کوئی بلی چوہے سے کھیلتی ہے عمل پڑھتے ہوئے چرن نے یہ سوچ کر اپنے دل کو تسلی دی کہ جو کچھ اسے دکھائی دے رہا ہے اور سنائی دے رہا ہے محض فریب نظر ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں عمران کی چیخیں کسی تیز دھار خنجر کی طرح کالی چرن کے سماعت سے ٹکرا رہی تھیں اور اس کے احساس کو جھنجھوڑ رہی تھیں لیکن چرن نے کوئی پروا نہ کی۔ گرو کالی چرن یہ کوئی فریب نہیں حقیقت ہے یہ شیر مجھے مار ڈالے گا خدا کے واسطے مجھے بچا لو عمران فریاد کرنے لگا عمران کی آہ و زاری اور فریاد کے باوجود کالی چرن اپنی جگہ سے نہ ہلا تو چرن کی آنکھوں کے سامنے شیر نے عمران کو بھنبھوڑنا شروع کر دیا۔ عمران کی دردناک اور بھیانک چیخوں سے کمرہ گونجنے لگا جگہ جگہ پنجے مار کر شیر نے عمران کے جسم کو لہولہان کر دیا تھا۔ پھر اس نے بڑی بے دردی سے عمران کے ایک ہاتھ کو چبا ڈالا چرن کی مجبوری یہ تھی کہ وہ اپنی آنکھیں بھی بند نہیں کر سکتا تھا اگر وہ منظر واقعی حقیقی ہوتا تو چبا لیے جانے پا عمران بے ہوش ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہوا اور وہ بری طرح تڑپ رہا تھا اسے شیر نے چیر پھاڑ ڈالا تھا اور آخر کار اس کی گردن میں اپنے بڑے نکیلے دانت گاڑ دیئے چرن اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا یہ روح فرسا منظر دیکھتا رہا۔ چند ساعتیں مزید گزری ہوں گی کہ زبردست تیز آندھی سی چلنے لگی اس کے ساتھ ہی اندھیرا چھا گیا ہوا سے گویا چراغ بجھ گیا تھا اسے یوں لگ رہا تھا کہ وہ خود

بھی تیز ہوا کیساتھ اڑ جائے گا بے اختیار کسی چیز کا سہارا لینے کے لیے چرن کے دونوں ہاتھ ادھر ادھر اٹھے لیکن اس نے سامنے سے نظر نہ ہٹائی جہاں چراغ رکھا تھا۔

یکا یک بجلی کی اتنی تیز کڑک سنائی دی کہ کالی چرن اچھل پڑا اسے یوں محسوس ہوا تھا کہ کئی بہت ہی قریب ہی بجلی گری ہے بجلی کے بار بار کڑ کنے اور آندھی سے چرن کے کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے کافی دیر تک یہی دل دہلا دینے والی آوازیں آتی رہیں پھر ایک دم موت کی سی خاموشی چھا گئی اپنے تیز سانسوں کے سوا اب چرن کو کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی ذرا ہی دیر میں بڑی زوردار گڑ گڑاہٹ ہوئی اس سے چرن کو دوبارہ چراغ نظر آنے لگ پڑا گڑ گڑاہٹ کے ساتھ ہی زمین ہلنے لگی چرن کی نگاہ سامنے ہی اٹھی ہوئی تھی چراغ کے پیچھے زمین میں ایک شگاف پڑ گیا تھا زلزلہ چرن کے ذہن میں ایک لفظ گونجا اسے یاد آیا کہ یہ بھی فریب ہے کافی دیر تک ایسی ہی دہشت ناک آوازیں آتی رہیں۔ اور خوفناک منظر دل کو دہلاتے رہے پھر بھی وہ ثابت قدم رہا یہاں تک کہ سندراج کا عمل پورا ہو گیا عمل پورا ہوتے ہی جلتا ہوا چراغ بجھ گیا اور اتنی خاموشی چھا گئی کہ کالی چرن کو اپنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی چرن ابھی اسی خاموشی کی وجہ سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ ایک بار پھر شیر کی دھاڑ قبرستان کی خاموش فضا میں گونجتی چلی گئی شیر کی دھاڑ کی آواز پھر سن کر عمران گھبراہٹ کے عالم میں سمٹ کر بیٹھ گیا اور چرن بھی سنبھل گیا شیر کی دھاڑ کے بعد پورے قبرستان میں آہستہ آہستہ غلیظ سرانڈ سی پھیلتی جا رہی تھی وہ سرانڈ اتنا پھیل گئی کہ سانس لینا بھی دشوار ہو گیا تھا سرانڈ کی بو کی وجہ سے عمران نے اپنی انگلیوں سے ناک کو بند کر دیا تھا مگر کالی چرن دشوار ہو رہا تھا سرانڈ کی بو کی وجہ سے عمران نے اپنی انگلیوں سے ناک کو بند کر لیا تھا مگر کالی چرن تو ایسے بیٹھا تھا کہ جیسے اسے سرانڈ کی بو کے بجائے خوشبو آ رہی ہو بلکہ سرانڈ کی بو پھیلتے ہی چرن کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آ رہے تھے اور پھر پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنائی دی جیسے کوئی بہت بڑا پرندہ بہت تیزی سے قبرستان کے اوپر گول دائرے کی صورت میں چکر لگا رہا ہو پھر چند لمحوں بعد ہی کالی چرن کے سامنے والی قبر اچانک پھٹی اور اس میں سے دھواں نکلنے لگا اور دھواں لہراتا ہوا سانپ کی طرح چرن کے سامنے آ کر ٹھہر گیا چند لمحوں تک وہ دھواں فضا میں معلق رہا پھر وہ انسانی جسم کی صورت اختیار کرنا شروع ہو گیا اور آہستہ آہستہ وہ انتہائی بڈھی عورت کے روپ میں آ گئی اس عورت کے چہرے پر جا بجا کٹ کے نشان لگے ہوئے تھے اور ان زخموں سے خون قطروں کی صورت میں نکل نکل کر زمین پر گرتے وہ قطرے گرتے ہی کالے بچھو بن کر جھاڑیوں میں گم ہو جاتے عمران اس عورت کو دیکھ کر ڈر سا گیا۔

گودنی حاضر ہے کالی چرن بولو مجھے کیوں بلوایا ہے سب سے پہلے تو مجھے بلوانے کی بھینٹ دو۔

مجھے پتہ ہے گودنی میں تمہاری بھینٹ کا انتظام کر رہا ہے وہ جو نوجوان لڑکا کڑے کے اندر بیٹھا ہوا ہے جاؤ گودنی جا کر اس کی بھینٹ لے لو اس کا کڑہ میں نے بس اس عمل کے بیروں سے بچنے کے لیے بنایا ہے پر تمہارے لیے نہیں۔ جاؤ گودنی جاؤ پہلے اپنی بھینٹ لے لو پھر بات ہوگی۔ یہ کہہ کر کالی چرن نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر بعد چرن کو عمران کی چیخیں سنائی دیں وہ بار بار کالی چرن کو مدد کے لیے پکار رہا تھا پر کالی چرن اس کی چیخوں سے بے نیاز ہو کر بیٹھا رہا چند لمحوں بعد عمران کی چیخوں کی آواز بھی دم توڑ گئی۔ تھوڑی بعد گودنی کی آواز سنائی دی۔

میں نے تمہاری بھینٹ سوہگار کر لی ہے اب بولو کالی چرن۔

چرن نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ گودنی جانتی ہو تم کہ میں نے تمہیں کیوں بلوایا ہے میں

برسوں سے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہوں اور اپنا بہت کچھ گنوا چکا ہوں پر ابھی تک کچھ نہیں پا سکا میں ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہوں گودنی ہمیشہ کی زندگی۔ کالی چرن کی بات پر چند لمحے تک تو خاموشی چھائی رہی پھر گودنی کی آواز گونجی۔

کالی چرن تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمیشہ کی زندگی پانے کے لیے کئی پنڈت سادھو سنیاسی اور سادھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کر چکے ہیں پر وہ بھی کچھ نہیں پا سکے اب تک پر تم ان سے سے خاص ہو ہمارے لیے کالی چرن تم نے بہت کام کیا ہے اب تک ہمارے لیے کئی چیلے بنائے ہیں اور اس بار تمہاری قسمت بھی لگی ہے کالی چرن نے کہا۔

کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔

ایک لڑکا ایسا پیدا ہو گیا ہے اس دنیا میں جس میں کچھ نہ کچھ خاص بات ضرور ہے جو ہمیں بھی سمجھ نہیں آئی اس کے آس پاس روشنی کی چادر تنی ہوئی ہے۔ جو ہمیں آگے بڑھنے نہیں دیتی اور تو اور جوگی بابا کا بھی اس سے ٹکراؤ ہو گیا ہے پر اس سے جوگی بابا کی کیا بات ہوئی ہے مجھے کچھ پتہ نہیں پر جوگی بابا بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا وہ لڑکا تمہیں تمہاری قسمت کے حساب سے خود مل جائیگا۔ اس سے ملو اور پوچھنا کہ جوگی سے کیا بات ہوئی ہے جب وہ تمہیں جوگی بابا کی بات بتا دے گا اور تمہیں لگے کہ وہ لڑکا تمہارے لیے اہمیت کا ہے تو اس کی بلی گاموں مردے کو دے کر اس کے خون سے اشنان کر لینا اور ایک گلاس خون پی بھی لینا تمہارا سپنا پورا ہو جائے گا اب تم جا سکتے ہو کالی چرن پھر گودنی دھواں بن کر قبر کے اندر چلی گئی۔ اور گڑگڑاہٹ کے ساتھ قبر پھر سے برابر ہو گئی۔ کالی چرن نے بھی اپنا سامان سمیٹا اور چلتا ہوا قبرستان کے اندھیروں میں غائب ہو گیا۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے ایسے میں ایک کار ٹوٹی پھوٹی سڑک سے کم رفتار میں چل رہی تھی ڈرائیور جس کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار تھے وہ قدرے ہلکی آواز پر گانے کے ساتھ گاڑی بھی چلا رہا تھا ایک خوبرو لڑکی پچھلی سیٹ پر پھیل کر لیٹی ہوئی تھی اور سب سے بے خبر ہو کر سو رہی تھی ڈرائیور کبھی کبھی اسے بیک مرر سے دیکھنے کی کوشش کرتا مگر اندھیرے کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ دیکھنے سے قاصر تھا ڈرائیور کی ساتھ والی سیٹ پر ایک خوبرو نوجوان لڑکا بیٹھا ہوا اپنی مستی میں سامنے دیکھ رہا تھا اور سادھا سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سوچ رہا تھا کہ وہ جلد ہی اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔ یہی سوچتے ہوئے اس نے گاڑی سے باہر جھانکنا شروع کیا باہر سڑک کے دونوں جانب گھپ اندھیرا تھا اور گھنے درختوں کا ایک طویل سلسلہ سڑک کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا جب کہ دھند کی وجہ سے سڑک پر پڑنے والی لائٹ کی روشنی بڑی پراسرار سماں پیدا کر رہی تھی ایک لڑکے نے دوبارہ باہر جھانکا اور اسے لگا جیسے باہر تاریکی میں کچھ انسانی چہرے اسے تاریکی میں گھور رہے ہوں اس نے سر جھٹکا اور سامنے سڑک پر نظریں جما دیں تھوڑی دیر بعد اس نے نہ چاہتے ہوئے پھر سے کھڑکی سے باہر جھانکا اسے یوں لگا اسے یوں لگا جیسے بہت سے مسخ شدہ انسانی چہرے سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہے ہوں اور اس نے ڈر کے مارے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اسم کا ورد شروع کر دیا کچھ لمحوں بعد اس لڑکے نے اپنی آنکھیں کھولیں اور ڈرتے ڈرتے باہر جھانکا تو سوائے اندھیرے کچھ نظر نہیں آیا اچانک اسے اس لڑکی کا خیال آیا اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ ویسے ہی سو رہی تھی ایک بار اس نے پھر باہر جھانکا تو اسے وہ ہی چہرے نظر آئے وہ اب ڈرائیور کی طرف پلٹا تا کہ اسے بتائے کہ وہ بھی باہر دیکھے لیکن ڈرائیور پہلے ہی دوسری طرف کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اسے حیرت ہوئی کہ وہ اس کی طرف پلٹا تا کہ اسے بتائے کہ وہ بھی باہر دیکھے لیکن ڈرائیور پہلے ہی دوسری طرف کی کھڑکی سے باہر

دیکھ رہا تھا اسے حیرت ہوئی کہ وہ اتنی رات گئے سامنے دیکھے بنا گاڑی کیسے چلا رہا ہے اس نے اسے پکارا ڈرائیور بھائی۔وہ اچانک اس کی طرف پلٹا۔

او میرے خدا اس کے منہ سے نکلا وہ ڈرائیور نہیں تھا بلکہ خونی لال آنکھوں والا شیطانی مسخ شدہ چہرہ تھا یہ وہ ہی چہرہ تھا جو اسے کھڑکی کے باہر سے دیکھ رہا تھا اس نے چیخ کر لڑکی کو اٹھایا لڑکی نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں مگر وہ چہرہ بھی اس لڑکی کا چہرہ نہ تھا بلکہ وہ ایک مکروہ جلا ہوا چہرہ تھا اس لڑکے نے زور سے گھبراہٹ کے عالم میں چلتی گاڑی سے کود گیا یوں سڑک پر گرنے سے اسے کافی چوٹیں آئیں مگر اس وقت اسے اپنی جان کی فکر تھی لڑکے نے اٹھ کر دائیں بائیں دیکھا چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا سامنے صرف گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آرہی تھی اچانک اسے لگا کہ جیسے سڑک کے دونوں جانب کافی لوگ کھڑے ہوں اور اپنی خونی نگاہوں سے اسے گھور رہے ہوں کچھ لمحوں بعد اسے ہزاروں آنکھیں گھورتی ہوئیں نظر آئیں اس نے بے اختیار سڑک پر دوڑنا شروع کر دیا اسے اپنے پیچھے سڑک میں کافی لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دینے لگی وہ اور زیادہ تیزی سے بھاگنے لگا بھاگتے بھاگتے اسے ٹھوکر لگی۔

شاہان چیخ مارتا ہوا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا شاہان کے چہرے میں پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے اور وہ کافی ڈرا ہوا تھا شاہان کی چیخ کی آواز سن کر اس کے امی ابو اور چھوٹی بہن دوڑتے ہوئے آگئے اس کی ماں اس کا ماتھا اپنے سینے سے لگائے ہوئے بولی۔

کیا ہوا بیٹا شاہان اس کے ابو اور امی بھی حیران و پریشان کھڑے تھے بہن الگ پریشان تھی۔

بھائی جان کیا ہوا آج آپ پھر ڈر گئے۔امی لگتا ہے بھائی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے کسی اچھے سے مولوی کو دکھائیں اماں۔بہن پریشان ہوتے ہوئے بولی۔

ہاں بیٹا ایسا ہی اب کریں گے اب شاہان بیٹا پہلے سے زیادہ ڈرنے لگ گیا ہے راتوں کو بیٹے کی خاموشی سے وہ اور پریشان ہو گئے تھے۔

یہ ایک چھوٹا سا اور کافی خوشحال گھرانہ تھا جس میں شاہان اس کی امی رفیقہ ابو اقبال اور بہن صدف تھی شاہان بہت ہی اچھا اور نیک انسان ہونے کے ساتھ ساتھ پڑھائی میں بھی اول آتا تھا کافی ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ نماز میں سب سے آگے ہوتا پڑھائی کے ساتھ اسے چند چیزوں کے شوق بھی تھے اسے پرانے کھنڈرات تاریخی مقامات اور اہرام دیکھنے کا کافی حد تک شوق تھا اور ان پر تحقیق بھی کرتا تھا اور ساتھ ہی پراسرار علوم کے بارے میں معلومات کا بھی شوق تھا اور تو اور سب گھر والوں سے چھپ کر حکمت بھی کر سکتا رہا شاہان نے حکمت سیکھنے کے لیے ہزاروں سال پرانی کتابوں پر ریسرچ کر کر کے اپنی محنت اپنی لگن سے اتنی چھوٹی سی عمر میں مہارت حاصل کر لی کہ بڑے سے بڑے ڈاکٹر بڑے سے بڑا حکیم علاج میں اس کا مقابلہ نہیں کر پاتے تھے اس نے صرف حکمت اس لیے سیکھی تھی کہ غریب لوگوں کا مفت علاج کر سکے اور شاہان کی اس بات کا اس کے گھر والوں کو نہیں پتہ تھا کہ ان کا بیٹا کافی بڑا حکیم ہے یہ تھا شاہان کے گھرانے کا نقشہ۔پھر شاہان کو رات کو خوابوں میں دورے پڑنے لگے کہ وہ بھی اہرام میں ہوتا تو کبھی کہیں ہوتا۔

بیٹا بولو چپ کیوں ہو کیا ہوا جواب دو بھائی بتاؤ کیا ہوا اس کی بہن بھی پریشان ہوتی تھی آج پھر خواب نظر آیا تھا پہلے سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔

ابو یہ سب کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ کہ مجھے یہ کیسے خواب اور کیوں نظر آتے ہیں کبھی کار میں سفر کے دوران حادثہ ہو جاتا ہے تو کبھی کچھ کبھی میں بادشاہ کے بہت پرانے دور میں ہوتا ہوں تو کبھی اہراموں میں اور ایک بار تو ایسا ہوا ابو کہ میں اور باجی دوڑتے ہوئے ایک حویلی میں داخل ہوئے سب ممانی اور پریشانی سے شاہان کی باتیں سن رہے تھے ابو خواب میں میں اور باجی جیسے ہی اس حویلی میں داخل ہوئے حویلی دردناک چیخوں سے گونج اٹھی۔ایسی خوفناک آوازیں کہ جیسے کسی انسان کو ذبح کیا جا رہا ہو پھر یہ چیخیں زوردار قہقہوں میں بدل گئی اور باجی نے خوف کے مارے مجھے بازو سے پکڑ لیا میں نے باجی کو حوصلہ دیا مگر میں خود بھی حواس باختہ ہوا جا رہا تھا پھر بھی ابھی دو قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ مجھے چاروں اطراف سے گہری سانسوں کی آوازیں دینے لگی میں رک گیا میں نے آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا تو خوف کی ایک لہر میرے بدن میں دوڑ گئی وہ ہی خوفناک آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں جو مجھے اکثر خواب میں نظر آتی تھیں چند لمحوں بعد یہ آنکھیں مجھے اپنے قریب آتی نظر آئیں چاروں طرف گہری سانسوں کی آواز اور گہری ہو گئی یوں لگ رہا تھا جیسے ہمارے چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں بدروحیں کھڑی ہوں اچانک تھوڑی دیر بعد ہمارے قریب سے ایک دردناک چیخ سنائی دی اور باجی مجھ سے ہاتھ چھڑا کر صدر دروازے سے باہر کی جانب بھاگی شاید باجی کے نزدیک اس خوفناک ماحول میں رہنا دشوار تھا اسی میں باجی کو روکنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگا۔مگر میرے قدم تو منوں بھاری ہو گئے تھے اور باجی چیختی ہوئی باہر نکل گئی۔اور میں اسے روکنے کی کوشش میں ناکام ہو گیا تھا اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھتا سوچتا میرے پاؤں زمین سے خود بخود اٹھنے لگے اور میں چھت سے چند انچ نیچے ہوا میں معلق ہو گیا۔شعلہ برساتی لال خوفناک آنکھیں اب بھی مجھے گھور رہی تھیں میں نے خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں حویلی ایک بار پھر دردناک چیخوں سے لرز اٹھی اور مجھے ایک بہت زور کا دھکا لگا میں اڑتا ہوا سیڑھیوں پر جا گرا تکلیف کے مارے میرے منہ سے آہ نکل گئی اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا میرا جسم ایک بار پھر ہوا میں معلق ہو گیا تھوڑی دیر بعد ایک اور زوردار دھکا لگا اور میں اڑتا ہوا سامنے کی دیوار سے ٹکرایا میرا سر لہولہان ہو گیا قہقہوں کی اور چیخوں کی آواز بلند ہونے لگی اچانک پہلی منزل پر ایک کمرہ روشن ہو گیا میں اپنی تکلیف بھلا کر اس کمرے کی طرف بھاگا کمرے کے قریب پہنچ کر میں رک گیا اندر کچھ انسانی حرکات محسوس ہو رہی تھیں میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کمرے کے اندر جھانکا سامنے مسہری پر ایک لڑکی بال کھولے میری جانب پیٹھ کیے بیٹھی تھی میں نے ہمت کر کے اسے آواز دی اے سنو تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو وہ لڑکی میری آواز پر میری جانب مڑی اور میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی وہ باجی صدف تھی اور اس کے چہرے پر گہرے زخموں کے نشان سے تھے جیسے نوکیلے پنجوں سے اس کے چہرے کو کریدا گیا ہو اس کے بائیں جانب کا آدھا کان کٹا ہوا تھا جس میں سے خون رس رہا تھا انگلیوں کے ناخن اترے ہوئے تھے اور ہونٹ پھٹ چکے تھے جن میں سے خون بہہ رہا تھا اس کی آنکھوں میں بے حد تکلیف کے آثار تھے باجی کو اس حالت میں دیکھ کر میں خود میں پریشان ہو گیا تھا باجی روتے ہوئے۔

بولی بھائی تم واپس چلے جاؤ ورنہ یہ شیطانی بدروحیں مجھے مار ڈالیں گی۔

میں نے اس کے قریب جا کر کہا میں تمہیں لے کر ہی جاؤں گا باجی۔

یہ سننا تھا کہ باجی آپے سے باہر ہو گئی اور چیخ کر بولیں۔دیکھو بھائی مجھے تمہاری وجہ سے میرے ساتھ یہ سب ہوا ہے مجھے موت کے منہ میں دھکیل دیا ہے اب میری جان اس طرح ہی بچ سکتی ہے کہ بھائی تم ابھی اور اسی وقت لوٹ جاؤ میں نے پرعزم ہو کر کہا۔

نہیں میں اپسے واپس نہیں جاؤں گا میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا باجی یہ کہنا تھا کہ باجی کی چیخیں بلند ہوگئیں جیسے اسے کوئی مار رہا ہو میرے دیکھتے ہی دیکھتے باجی کے چہرے کا گوشت اڑنے لگا اس کی ایک آنکھ ابل کر باہر آگئی ہونٹ پھٹنے لگے وہ چیخنے لگی۔

بھائی مجھے بچاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ ورنہ یہ یہ مجھے مار ڈالیں گے۔ باجی کی یہ حالت دیکھ کر میں فوراً ایک اسم پڑھ کر باجی کی طرف پھونک ماری پھونک کا باجی کے جسم کو چھونا تھا کہ دردناک چیخوں سے کھنڈرات لرزا ٹھے لیکن یہ دردناک چیخیں باجی کی نہ تھیں بلکہ باجی کا چہرہ بھی بالکل ٹھیک ہوگیا تھا جیسے اس کے چہرے پر کبھی کوئی زخم تھا ہی نہیں۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ ہوا میں معلق ہوگئی۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کرتا باجی کا جسم ہوا میں اڑتا ہوا حویلی کے صدر دروازے سے باہر نکل گیا میں اس کی صرف چیخیں ہی سنتا رہ گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ اب اجی شیطانی بدروحوں کے حصار میں جکڑی جا چکی تھی اسے بچانا بھی ضروری تھا پھر میں چلتا ہوا دامیں کمرے کی طرف بھاگا بھاگتے بھاگتے مجھے احساس ہوا کہ میں جتنا آگے بڑھ رہا ہوں وہ کمرہ اتنا ہی دور ہوتا جارہا تھا میں نے پھر بھی اس کمرے تک پہنچنے کی کوشش جاری رکھی اور کافی دیر بعد میں آخر کار کمرے تک پہنچ ہی گیا کمرے کا دروازہ بند تھا میں نے ہلکے سے دھکے سے دروازہ کھولا۔ تو وہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا ہی چلا گیا اندر کمرے میں گھپ اندھیرا تھا میں نے ہمت کر کے کمرے کے اندر قدم رکھا اور امی ابو میرے وہاں پاؤں رکھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی اگلے ہی لمحے میں گہرے اندھیرے میں گہرائی میں اترتا چلا گیا۔ میرے پیچھے سے قہقہے ہی گونج رہے تھے اور میں گہرائی میں گرتا ہی جارہا تھا چاروں طرف سے وہ خوفناک آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں میرا دماغ ماؤف ہونے لگا اتنی فٹ کی بلندی سے نیچے گر کر میرے پرزے پرزے ہو جاتے اس خوف سے امی میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور ساتھ ہی میرا ذہن بھی تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ اور جب ہوش آیا تو ابو میں اپنے کمرے میں اپنے بستر پر تھا ابو امی یہ سب کیا ہے میرے ساتھ ہی ایسے خواب کیوں آتے ہیں رفیقہ اقبال اور صدف شاہان کے منہ سے اپنے خواب کی ہوشربا داستان سن کر گم سم تھے کہ آخر یہ سب کیا بھید ہے انکے بیٹے کے ساتھ یہ سب کیا اور کیوں ہورہا ہے۔

شاہان بیٹے

جی ابو جان۔

غور کرو شاید تم سے جانے انجانے میں کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے تمہارے ساتھ ایسا کچھ ہورہا ہے آخر یہ بھید کیا ہے ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

نہیں ابو ایسی تو مجھے کوئی بات یاد نہیں۔

ٹھیک ہے بیٹا ابھی تم آرام کرو۔۔ میں ابھی صوفی عنایت سے فون پر بات کرتا ہوں تمہارے بارے میں دیکھوں کیا کہتے ہیں اور دوسرا بیٹے میں الگ پریشان ہوں اپنے دوست اور پاٹنر جواد احمد کی وجہ سے انکے بارے میں دعا کراؤں گا عنایت صاحب سے۔

کیا ہوا ابو انکل جواد کو۔

پتہ نہیں بیٹے ہفتہ پہلے تھوڑا سا بخار تھا اس کے بعد ایسی اچانک طبیعت خراب ہوئی ہے کہ ٹھیک ہونے کا نام نہیں لے رہے یہاں تک کہ اب وہ بیڈ سے لگ کر رہ گئے ہیں اب نہ تو وہ چل سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں ابو نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

ابو انکل جواد کو کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھانا تھا۔ میں نے رائے دی۔
بیٹے سب ڈاکٹروں کو دیکھایا ہے امریکہ سے بھی ڈاکٹر آ گئے ہیں یہاں تک کہ انکے فیملی حکیم انوار صاحب بھی چیک کرتے رہے ہیں دوائی بھی دی پر نہ انکی بیماری کسی کی سمجھ میں آئی ہے اور نہ ہی وہ ٹھیک ہوئے سب نے جواب دے دیا ہے کہ جواد احمد کچھ عرصہ چند دن کے مہمان ہیں دفتر میں اور جواد احمد کے گھر میں سوگواری فضا قائم ہے بہت ہی اچھے اور نیک انسان ہیں جواد احمد۔
ابو زندگی اور موت تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے انسان کو نا امید نہیں ہونا چاہیے دیکھنا ابو انشاء اللہ انکل جوا دجلد ٹھیک ہو جائیں گے۔
ٹھیک ہے بیٹے تم آرام کرو میں صوفی عنایت سے بات کرتا ہوں آؤ رفیقہ بیگم اور صدف بیٹی چلیں شاہان بیٹے کو آرام کرنے دو امی ابو اور بہن کے جانے کے بعد شاہان نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کل ابو کے ساتھ جا کر خود انکل جواد کا علاج کرے گا اسے اللہ کی رحمت پر یقین تھا کہ وہ جواد انکل کا علاج اپنی حکمت سے کرے گا اور وہ یہ بھی سوچنے لگا کہ اس سے ایسی کون سی غلطی ہو گئی ہے کہ اس کی وجہ سے اسے پرانے دور کے ڈراؤنے خواب نظر آ رہے ہیں پہلے پہلے تو اسے پرانے دور کے خواب آتے تھے کہ وہ کبھی کسی اہرام میں کھڑا ہے تو کبھی جنگیں ہوتی دیکھتا تھا پر اب آہستہ آہستہ یہ پرانے خواب دور ہوتے گئے اور ان کی جگہ ڈراؤنے خوابوں نے لے لی۔ یہ سوچتے ہوئے اچانک اسے وہ دو واقعات یاد آ گئے جن کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا گزرے ہوئے وہ سوچنے لگا کہ کہیں یہ خوابوں کا سلسلہ انہی سے نہ جڑا ہوا کہ جب وہ اپنے اس پرانے دور کے خوابوں کی پریشانی کی وجہ سے جا رہا تھا تو اسی پریشانی کے عالم میں اسے ایک عجیب سی شکل والا پنڈت ٹائپ کا ایک آدمی ملا تھا اس نے کہا تھا۔
میں اگر اپنے خوابوں کی وجہ سے پریشان ہے تو رات کو وہ کسی بھی وقت اس کی کٹیا میں آ جاؤں۔ اور اس نے اپنی کٹیا کا پتہ بھی بتا دیا پہلے تو میں بہت پریشان ہوا کہ اسے میرے پراسرار خوابوں کا کیسے پتہ چلا پھر بھی میں اس سے آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔
اگلی رات پھر میں کافی سوچ وچار کے بعد اس سے اس کی کٹیا میں جا کر ملا کافی گندی اور بدبودار اس کی کٹیا تھی بحر حال مجھے اس سے کام تھا سو میں چپ رہا۔
کیوں بالک تم اپنے پراسرار خوابوں کی وجہ سے پریشان ہو۔
پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ تم ہو کون اور تمہیں میری ان باتوں کا کیسے پتہ چلا۔
دیکھو شاہان اس بات کو چھوڑو کہ مجھے کیسے پتہ چلا کیا تمہیں اپنے پراسرار خوابوں سے چھٹکارا چاہیے یا نہیں
جی ہاں مجھے ان خوابوں سے چھٹکارہ چاہیے لیکن آپ کو کیا فائدہ ہو گا۔ اور کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں
مجھے کالی چرن کہتے ہیں اور رہی بات میرے فائدے کی وہ بھی تمہیں پتہ چل جائے گا بلکہ پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ لال جوگیا رنگ کے لباس والا جوگی بابا تم سے کیا کہہ رہا تھا۔
کالی چرن تمہیں اس جوگی بابا کا بھی پتہ ہے۔
ہاں۔ بالک پتہ ہے۔ اب تم اپنی کہانی سناؤ۔ جب تک مجھے یہ پتہ نہیں لگے گا کہ اس جوگی بابا نے تم سے کیا کہا ہے تو میں تمہارے پراسرار خوابوں کو دور نہیں کر سکتا ہوں۔ اب بتاؤ کہ تمہاری بابا سے مڈ بھیڑ کب کہاں اور کیسے ہوئی۔
کالی چرن تم میرے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہو۔ اور یہ بھی جانتے ہوں گے کہ مجھے پرانے دور کے

کھنڈرات دیکھنے کا کافی شوق ہے مجھے مصر میں کچھ نئے کھنڈرات ملنے کا علم ہوا تھا تو میں ابو کی اجازت سے انکے دوست انکل جواد کے ساتھ مصر میں وہ کھنڈرات دیکھنے چلا گیا جواد انکل ہوٹل میں ہوتے تھے اور میں اکیلا اکثر ہی کھنڈرات دیکھنے چلا گیا تھا کہ ایک دن میں کھنڈرات دیکھتا ہوا آرہا تھا کہ راستے میں ایک پتھر کو چلتے ہوئے ٹھوکر ماردی اور وہ پتھر اڑتا ہوا نیچے جاگرا اور تھوڑی دیر بعد ہی وہاں سے کسی کی ہلکی سی کراہ کی آواز سنائی دی میں گھبرا کر نیچے آیا دیکھا تو وہاں پر ایک سادھو جوگی ٹائپ سا بزرگ بیٹھا ہوا تھا اس کے سر اور ڈارھی کے سب بال سفید تھے اور کافی عمر ہونے کی وجہ سے بہت ضیعف بھی تھا۔ اور اس نے لال جوگیا رنگ کا چولہ سا پہن رکھا تھا اور اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا اور وہ پتھر جیسے میں نے ٹھوکر ماری تھی وہ بھی ساتھ گرا ہوا تھا مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا اور دکھ بھی کہ میرے ٹھوکر مارنے سے پتھر کی وجہ سے اس بزرگ جوگی کا سر زخمی ہوا یہ دیکھ کر میں نے جوگی سے کہا بابا جی مجھے معاف کر دیں مجھ سے انجانے میں غلطی ہو گئی ہے اور یہ پتھر آپ کے سر پر آ لگا اس غلطی کی میں آپ سے معافی چاہتا ہوں بابا جی مجھے معاف کر دو۔

نادان لڑکے تو نے چاہے یہ انجانے میں کیا ہے۔ پر غلطی ہوئی تو ہے ناں تم سے پر تیری اس غلطی کی وجہ میری اتنی پرانی تپسیا نشٹ ہو گئی ہے تو نہیں جانتا تیری اس غلطی نے میرا کتنا بڑا نقصان کر دیا ہے تجھے تو سزا بھگتنا ہو گی جوگی بابا کی بات سن کر میں پریشان ہو گیا۔ اور کہا۔

بابا جی پلیز مجھے معاف کر دیں۔

نہیں نادان لڑکے تمہیں معاف نہیں کر سکتا اب تو سزا کے لیے تیار ہو جا تجھے ہزاروں برس پہلے کے فرعونوں بادشاہ کے اہرام کھنڈرات ان کی ممیاں اور تابوت دیکھنے کا بہت شوق ہے ناں تو جا تیری سزا یہی ہے کہ ابھی تیرے اوپر ایک امتحان آئے گا اس امتحان میں اس مشکل گھڑی کے بعد تو ہزاروں سال پہلے پرانے دور کے فرعونوں میں چلا جائے گا اور وہ بھی ایک بادشاہ ایک حکمرانی کے بیٹے کے روپ میں اس کا بھی نام شاہان ہی ہو گا ۔ اور اس کے بعد ہو گی تیری داستان شروع ایسی داستان کہ جیسے تو کبھی بھلا نہیں پائے گا اس سفر کے دوران تیرے ساتھ بڑے بڑے حادثے ہوں گے بہت کچھ ہو گا پر تجھے اس دور میں موت کبھی نہیں آئے گی نہ تجھ پر آگ اثر کرے گی نہ پانی نہ زہر نہ ہی تلوار تیر و نیزہ اور کوئی بھی ہتھیار کچھ بھی ہو تجھ پر اثر نہیں کرے گی اس دور میں جوگی بابا ابھی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک پیچھے سے مجھے انکل جواد کی آواز سنائی دی۔

شاہان بیٹے کس سے باتیں کر رہے ہو تم۔

انکل یہ بابا جی۔ اتنا کہتے ہوئے میں بابا جی کو دیکھا تو وہ وہاں موجود نہیں تھے وہ جگہ ہی خالی تھی جہاں چند لمحے پہلے وہ جوگی بابا کھڑے تھے مجھے ان سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا اور میں حیران و پریشان ہو گیا۔ انکل جواد کے ساتھ واپس چلا آیا یہ ہوئی تھی کالی چرن میری اس جوگی بابا سے بات۔

تو اب تم یہ چاہتے ہو کہ ان خوابوں سے تمہاری جان چھوٹ جائے اور یہ سب اسی جوگی بابا کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

جی کالی چرن۔ اور مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میری بات سن کر کالی چرن کے چہرے پر ایک انجانی سی خوشی کی مسکراہٹ رچ گئی تھی۔

دیکھو شاہان وہ جوگی بابا بہت ہی طاقتور ہے اور وہ کبھی بھی تم پر وار کر سکتا ہے ایسا کرنا کہ تم کل رات کو میرے پاس آ جانا کل ہم ایک عمل کریں گے۔

لیکن کالی چرن مجھ سے کوئی عمل نہیں ہوگا۔
تم کچھ نہیں کرنا میں ہی سب کروں گا اور ہاں تم ان خوابوں سے چھٹکارا چاہتے ہو تو کل رات میرے پاس آجانا پھر میں وہاں سے واپس آگیا۔ اور گھر آکر سوگیا۔ اگلے دن میں اپنا سب کام وغیرہ کرکے امی ابو سے اجازت لے کر کالی چرن کے پاس آگیا وہ بھی میرا ہی منتظر تھا مجھے دیکھتے ہی وہ خوشی سے پاگل ہوگیا اور بولا۔ آجاؤ شاہان میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔
جی میں آگیا ہوں کالی چرن کیونکہ میں بھی خود ان خوابوں سے چھٹکارا چاہتا ہوں اس کے بعد کالی چرن نے مجھے کچھ ضروری باتیں بتائیں اور پھر ہم سامان سمیٹ کر قبرستان کی طرف چل دیئے وہ رات موسم سرما کی سردترین رات تھی سردیوں کی راتیں عموما تاریک اور سرد ہوتی ہیں لیکن یہ رات کچھ زیادہ ہی سنسان تھی کالی سیاہ گھٹائیں سارے آسمان پر قبضہ جمائے ہوئے تھیں جس کی وجہ سے اندھیرا اور گہرا ہوگیا تھا تاریکی کا یہ عالم تھا کہ قریب کی چیزیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھیں کالی چرن جو مجھ سے صرف چند قدم کے فاصلے پر ہونے کے باوجود سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا سرد تیز ہوائیں موٹے کپڑوں کو بھی خاطر میں نہ لارہی تھیں گویا یہ موسم سرما کی سردترین اور تاریک رات تھی رات کے اس پہر سڑکیں بالکل سنسان پڑی ہوئی تھیں شدید سردی کے باعث انسان تو کیا کوئی جاندار بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا اختیار کے طور پر کالی چرن نے مجھے سب کچھ سمجھا دیا تھا تاکہ رات کے اندھیرے میں قبر تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ ہو یہ قبرستان بہت پرانا اور وسیع ہے اس قبرستان میں واقعی کئی قبریں بہت قدیم تھیں گھنی جھاڑیوں اور جابجا درختوں نے قبرستان کے ماحول کو بے حد پراسرار بنادیا تھا یہ قبرستان دیگر قبرستان کی نسبت کافی خوفناک سا محسوس ہورہا تھا میں اس ماحول میں آکر سوچنے لگا کہ کاش میں کالی چرن کا ساتھ نہ دیتا اور اس کا ساتھ دینے کی حامی نہ بھرتا تو اب یہاں نہ ہوتا مجبوری جو تھی میری اب بحرحال قبرستان میں بے یارومددگار قسم کی قبریں خوفناک گڑھوں کی شکل اختیار کرچکی تھی میری اس میں موجود پیپل کا عمر رسیدہ درخت رات کے وقت بے حد ڈروانے محسوس ہورہے تھے ان کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے بہت سی چڑیلیں بال کھولے کھڑی ہوں جب ہم قبرستان کے بیچ میں پہنچے تو اندھیرا اور بھی شدت اختیار کرچکا تھا اگر ہمارے پاس روشنی کا مناسب بندوبست نہ ہوتا تو اتنے سخت اندھیرے میں ہم ایک قدم بھی نہ اٹھاسکتے تھے ایسے محسوس ہوتا تھا کہ گویا یہ اندھیرا اس قبرستان کو ان سمیت نگل جائے گا اتنا دہشت ناک ماحول دیکھ کر ایک بار تو میں بھی ڈگمگا گیا اور میرا دل چاہا کہ میں کالی چرن کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں پھر سوچا کہ میں ایسے کام سے خوابوں سے چھٹکارا نہ پاسکوں گا پھر اور اس قسم کے کاموں میں ایسی صورت حال سے تو گزرنا پڑتا ہے اگر حوصلے سے کام نہ لیا تو کالی چرن اپنا کام نہ کرسکے گا اور میں اپنے خوابوں سے چھٹکارا نہ پاسکوں گا یہ سوچ کر میں کالی چرن کے پیچھے پیچھے چلتا رہا جلد ہی ہم مطلوبہ قبر کے سرہانے پہنچ گئے کالی چرن کے کہنے پر میں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لائٹ ایک طرف رکھ دی پھر ہم دونوں ساتھ لائے ہوئے سامان سے قبر کی کھدائی کرنے لگے ساری مٹی ہٹانے کے بعد جب سیمنٹ کی بنی ہوئی سلیں دکھائی دینے لگیں تو میں نے سامان کھدائی کا ایک طرف رکھ دیا اور قبر کے پاس بیٹھ کر اپنا سانس بحال کرنے لگا کچھ دیر کے بعد میں نے دوبارہ اپنے کام کا آغاز کردیا اور ایک ایک کرکے تمام سلیں ہٹادیں قبرستان کے وحشت ناک اندھیرے میں کھلی ہوئی قبر میں لیٹی میت کو دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے موسم کی سرد ہوا اور موسم کی وحشت نے میرا جسم برف کی مانند ٹھنڈا کردیا تھا مجھے اپنا اعضا منجمند سے محسوس ہورہے تھے کالی چرن نے بے خوفی سے قبر میں اتر کر میت کے چہرے سے کفن ہٹادیا اور

ہاتھ بھی کفن سے نکال دیئے اور پھر اپنے لبادے سے دو لمبے اور تیز پھل والے خنجر نکال کر مردے کے کھلے ہوئے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اس کے بعد کالی چرن باہر نکل کر مردے کے بائیں طرف قبر کی دیوار پر بیٹھ گیا اور پھر مجھے قبر کے اندر اترواکر مردے کے پاؤں کی طرف بیٹھنے کے لیے کہا یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا میں ذہنی طور پر اس آزمائش کے لیے بالکل تیار نہ تھا پر اس کے بغیر چارہ بھی نہ تھا میں نے اپنے آپ کو اس خوفناک صورت حال کے لیے تیار کر لیا تھا اور دل سے خوف دور کرنے کے لیے سوچا کہ یہ بے جان جسم بھلا مجھے کیا کہے گا ایسے بہت ہمت بندھانے والے فقرات سوچتا ہو قبر میں اتر گیا اور مردے کے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا کالی چرن کے مطابق چونکہ مجھے عملیات کا کوئی تجربہ نہیں تھا تو اس کے لیے عمل کالی چرن نے پڑھنا تھا اب مجھے کیا پتہ تھا کہ چرن عمل کا بہانہ کر کے کچھ اور کرنے جا رہا ہے اور چرن نے یہ بھی کہا کہ چونکہ میں مسلمان ہوں اور جو عمل پڑھا جانا ہے وہ سفلی علم ہے اور کسی بھی مسلمان کے لیے سفلی علم پڑھنا بلاشبہ خرابی ایمان کا باعث ہے اس وقت صورت حال بھی کچھ ایسی تھی کہ میں ہر مرحلے پر چرن کی ہدایت کا محتاج تھا چونکہ میں عمل کے طریقے کار سے ناواقف تھا اس لیے بغیر سوچے سمجھے چرن کے اشاروں پر چلنے پر مجبور تھا میرے قبر کے اندر بیٹھتے ہی کالی چرن نے اپنے عمل کا آغاز کر دیا تھا تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ اور چرن آنکھیں بند کئے عمل پڑھنے میں مگن رہا خوف کی وجہ سے میں ٹکٹکی باندھے مردے کی طرف دیکھ رہا تھا اور کسی ناگہانی صورت سے بچنے کے لیے تیار بیٹھا تھا پھر اچانک مجھے کسی قسم کی حرکت کا احساس ہوا میں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مردے کی طرف دیکھے جا رہا تھا لیکن وہ بے جان جسم تو جوں کا توں بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا میرا دل کہہ رہا تھا کہ میں فوراً قبر سے نکل جاؤں اور ہمیشہ کے لیے کالی چرن سے کنارہ کش ہو جاؤں۔ جو جان جیسی قیمتی شے کے لیے خطرہ بن جائے لیکن یہ آخری مرحلہ تھا پھر کامیابی ہی کامیابی تھی اس خیال نے مجھے بیٹھے رہنے پر مجبور کر دیا اور میں اپنے ہی خیالات کی یلغار میں پھنسا ہوا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں ایک کرخت آواز سنائی دی جو کہ کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی جو کہ مجھے میرے نام سے مخاطب تھی۔

شاہان۔ میں نے آہستہ سے پوچھا۔

کک کون۔

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ اتنی جلدی بھول گیا۔

ہاں۔ میں تم کو نہیں جانتا۔

میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ تجھ سے پرنے دور میں سے جانے سے پہلے تجھ پر ایک کڑا امتحان آئے گا اور اچانک پرانے کھنڈرات میں ملنے والا جوگی یاد آگیا جس نے مجھے کڑے امتحان کا کہا تھا۔

جوگی بابا آپ۔

ہاں میں ہوں میری بات دھیان سے سنو اب تم جب بھی بات کرو تو منہ سے نہ کرنا کیونکہ کالی چرن جو اپنے عمل میں مصروف ہے تمہاری بات نہ سن لے جب بھی اب تم مجھ سے بات کرو تو صرف اپنے دل میں یعنی اپنے ذہن میں بات سوچنا اور میں جواب دیا کروں گا۔

ہاں جوگی بابا ٹھیک ہے میں نے اپنے ذہن میں سوچا اور جوگی بابا نے جواب دیا۔

بابا مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مجھے معاف کر دو۔ میں نے سوچا۔

وہ تو وقت آنے پر ہو گا شاہان پہلے تو تم اپنی جان بچاؤ۔

کیا مطلب میری جان کو کیا ہوا ہے۔

تمہیں کیا لگتا ہے کہ کالی چرن تمہاری مدد کر رہا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ وہ ڈراؤنے خوابوں والا سلسلہ اسی کالی چرن کا شروع کیا ہوا تھا تمہیں پھانسنے کے لیے۔

وہ کیوں بابا جی۔

تا کہ یہ امر ہو سکے۔۔ یہ کالی چرن تم کو اس لیے یہاں لایا ہے کہ یہ تمہاری بلی دینا چاہتا ہے اس کے بعد تمہارا خون پی کر امر ہونا چاہتا ہے ساری عمر کے لیے زندہ رہنا چاہتا ہے تا کہ زندہ رہ کر انسانی جانوں سے یہ کھیل سکے مگر اس کا یہ کواب پورا نہیں ہوگا۔

پھر میں اب کیا کروں جوگی بابا۔ میں ڈر سا گیا۔

تمہیں جیسا میں کہوں ویسا ہی کرنا ابھی کچھ دیر بعد تمہارے سامنے لیٹے ہوئے مردے کی آنکھ کھلے گی تم اس مردے کے اٹھنے سے پہلے ہی مردے کے ہاتھ سے خنجر کو چھین کر کالی چرن کے گلے میں جلدی سے پھیر دینا۔ اور اسے اسی قبر میں گرا کر بھاگ جانا۔

لیکن۔ لیکن میں یہ سب کیسے کروں گا میں نے تو آج تک ایسا کبھی نہیں کیا۔

لیکن آج تم کو ایسا کرنا ہوگا ورنہ تم خود کالی چرن کے ہاتھ کا شکار ہو جاؤ گے۔

جوگی بابا سے باتیں کرنے کے دوران اچانک میری نگاہ مردے کے ہاتھ پر پڑی تو میرا دل خوف سے دھڑک اٹھا مجھے اپنی بڑھتی ہوئی بے چینی کا احساس مجھ پر واضح ہو گیا تھا جب مردے کے ہاتھ پر خنجر رکھا تھا تو ہاتھ کھلے ہوئے تھے لیکن اب وہ بے جان ہاتھ مضبوطی سے بند ہو چکے تھے یعنی خنجر کا دستہ مردے نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا یہ منظر دیکھ کر مجھے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا شدید خطرے کے احساس سے میرا سارا جسم سنسنا اٹھا ابھی میں گومگوں کی کیفیت میں تھا کہ یکا یک مردے نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور ساتھ ہی جوگی بابا کی آواز آئی شاہان جلدی سے مردے کے ہاتھ سے خنجر چھین کر کالی چرن کی گردن پر پھیر دو اور بھاگ جاؤ ڈرو نہ جلدی کرو ورنہ تم مارے جاؤ گے میں نے کالی چرن کی طرف دیکھا تو اسے خنجر اٹھائے ہوئے اپنی طرف جھکتے ہوئے پایا اس سے پہلے کہ چرن مجھ پر وار کرتا میری پتہ نہیں کس طرح ہمت پیدا ہوئی میں نے ایک جھٹکے سے مردے کے ہاتھ کو جھٹکا دیا اور مردے کے ہاتھ کھینچ لیا مردے کا ہاتھ خنجر سمیت ٹوٹ کر میرے ہاتھ میں آ گیا چرن میری اس حرکت کو دیکھ کر کچھ سمجھ پاتا میں نے وہ مردے والا ہاتھ اپنے اوپر جھپک کر کالی چرن کی گردن پر اتنی تیزی سے پھرا کہ اسے کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا اور نہ ہی سمجھنے کا اور کالی چرن آدھ کٹی ہوئی گردن سمیت قبر میں گر گیا۔ رن کا قبر میں گرنا تھا کہ جوگی بابا کی کرخت آواز سنائی دی شاہان اب بھاگو یہاں سے اور میں یہ سنتے ہی قبر سے باہر چھلانگ لگا کر بھاگ پڑا تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے اپنے پیچھے سے شڑپ شڑپ کی ایسی آوازیں آ رہی تھیں کہ جیسے کوئی کچھ پی رہا ہو مجھے تو کچھ ہوش نہیں رہا تھا میں تو اپنی ہی دھن میں بھاگا جا رہا تھا۔

وہ سب باتیں جو شاہان کے ساتھ بیت چکی تھیں وہ سب کی سب آہستہ آہستہ اسے یاد آ رہی تھیں وہ سوچنے لگا کہ کہیں یہ ڈراؤنے خوابوں کا سلسلہ ان میں سے تو نہیں ہے کیونکہ کالی چرن کو مرے ہوئے دو ہفتے سے اوپر ہو چکے تھے اور نہ ہی جوگی بابا نے دوبارہ کوئی بات کی بحر حال وہ سب باتیں یاد کرتے کرتے نیند کی آغوش میں کھو گیا ہر دکھ پریشانی اور الجھن سے بے نیاز اگلے دن صبح کو ناشتے کی میز پر سب بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

شاہان بیٹا اب طبیعت کیسی ہے۔

ٹھیک ہوں امی جان اور ابو کب جاؤ گے انکل جواد کے پاس۔
بس بیٹا کچھ دیر میں چلا جاؤں گا۔
ابو میں بھی آپ کے ساتھ ہی جاؤں گا۔
تم کس لیے جاؤ گے۔
میں انکل جواد کا علاج کرنے جاؤں گا۔
دیکھو شاہان بیٹا ایسی باتوں میں مذاق نہیں جاتا۔
نہیں ابو میں آپ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں میں واقعی انکل جواد کا علاج کروں گا اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔
دیکھو بیٹا جواد کے علاج کے لیے باہر سے ڈاکٹر آئے ہیں اور وہ ان کے پاس ہی انکا علاج کر رہے ہیں ان سے تو کچھ بھی نہیں بن سکا اور شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم کو بھی چیک کروالیا ہے ہر کسی کی بھی سمجھ نہیں کچھ نہیں تو تم کیسے کرو گے جواد کا علاج۔
ابو آپ کو پتہ ہے کہ میں مذاق نہیں کرتا اور خاص طور پر آپ سے ہاں میں علاج کر سکتا ہوں کیونکہ میں چپکے چپکے حکمت سیکھتا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ابو اس میں کافی ماہر بھی ہو چکا ہوں اور غریب لوگوں کا علاج بھی کر چکا ہوں جن کو ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا مانا کہ ابو میری عمر کافی چھوٹی ہے لیکن حکمت کا تجربہ میری عمر سے بھی زیادہ ہے یہ سب اس پاک ذات کی وجہ سے ہوا ہے ابو ورنہ تو میں اس قابل بھی نہ تھا جو میری اوقات سے بھی بڑھ کر مجھے ملا ہے ابو آپ مجھے اعتماد اور یقین کے ساتھ لے کر دیکھیں ایک بار آزما کر تو دیکھیں پھر کچھ بھی کہہ لینا۔
ہاں ابو آپ بھائی جان کو لے کر جائیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھائی کے ہاتھوں انکل جواد کو صحت یابی عطا کر دے۔ بہن نے میری حمایت میں کہا۔
چلو ٹھیک ہے بیٹا چلو اب لیکن دیکھنا میرا سر شرم سے جھک نہ پائے۔
نہیں ابو انشاء اللہ ایسا نہیں ہو گا بلکہ آپ کا سر فخر سے بلند ہو گا۔
چند لمحوں بعد دونوں باپ بیٹا اپنی کار میں بیٹھے جواد کے گھر کی طرف رواں دواں تھے تھوڑی دیر کے سفر کے بعد وہ دونوں جواد کے کمرے میں تھے شاہان نے دیکھا کہ جواد کے کمرے میں بڑے بڑے غیر ملکی اور ملکی ڈاکٹر بیٹھے ہوئے تھے اور غور و فکر کر رہے تھے جواد صاحب کی بیماری کے بارے میں شاہان اور اس کے ابو کو دیکھ کر جواد کا بڑا بیٹا آگے آیا اور سلام کیا۔
بیٹا کیسی طبیعت ہے اب جواد کی۔
انکل ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ڈاکٹر خود حیران ہیں کہ ان کی بیماری سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی ہے ہماری فیملی ڈاکٹر اشفاق صاحب خود پریشان ہیں۔
حیدر بیٹا پریشان نہ ہو اللہ پر بھروسہ کرو انشاء اللہ جواد ضرور ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن بیٹا میں تم سے ایک التجا کرنا چاہتا ہوں مائنڈ نہ کرنا۔
نہیں نہیں انکل میں اور آپ کی بات کا برا مانوں گا نہیں انکل آپ بولیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔
دراصل بیٹا میں چاہتا ہوں کہ جہاں تم نے اپنے ابو جواد کو ملکی اور غیر ملکی ڈاکٹروں کو دکھایا ہے اور ابھی تک

کوئی بھی کامیابی نہیں ملی ہے اور نہ ہی انکی سمجھ میں جواد کی بیماری آئی ہے جس طرح تمہیں اپنے ابو عزیز ہیں اسی طرح مجھے میرا پارٹنر اور دوست عزیز ہے میں بھی جواد کو صحت یاب دیکھنا چاہتا ہوں۔

جی انکل میں جانتا ہوں ہوں کہ آپ ہمارے لیے کتنے زیادہ مخلص ہیں اور ہمارے ساتھ کیسا تعاون کیا ہوا ہے لیکن آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔

بیٹا میں چاہتا ہوں کہ ایک موقع شاہان بیٹے کو بھی دیا جائے۔

یہ شاہان۔لیکن انکل یہ علاج کرے گا اس کے تو ابھی کھیلنے کے دن ہیں۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ایک بار آزمالینا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ ضرور ہم لوگ بہتری کی طرف جائینگے

ٹھیک ہے انکل جیسے آپ کی مرضی۔سب ہی جواد کے پاس جا کر بیٹھ گئے شاہان اللہ سے مدد مانگ رہا تھا وہ تھوڑی دیر تک جواد کا چہرہ دیکھتا رہا جس کا چہرہ اور جسم زردی مائل ہو رہا تھا اور ان کی آنکھیں بھی آدھ کھلی ہوئی تھیں ہلکا ہلکا جسم بھی کانپ رہا تھا پانچ منٹ تک جواد کی نبض دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھیں کھول کر چیک کیں آنکھیں چیک کرنے کے بعد شاہان اس طرح سر ہلانے لگا کہ جیسے اسے جواد کی بیماری کا پتہ چل گیا ہو۔اور وہاں موجود تمام ڈاکٹر بھی یہ سب کچھ حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

حیدر بھائی کیا مجھے روغن بادام مل جائیگا۔

ہاں رکھا ہوا ہے میں لاتا ہوں تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھوں میں بادام روغن تھا اس نے اس کے ہاتھوں سے لے لیا اور بادام روغن کو نکال کر جواد انکل کے پیروں میں ملنے لگا پانچ منٹ تک اس نے ایسا ہی کیا پھر بولا مجھے تھوڑا سا ادرک اور تھوڑی سی لہسن دو اور چند پتے پودینے کے حیدر اس کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا اور ڈاکٹر بھی دیکھ رہے تھے کہ یہ سب کیا کر رہا ہے لیکن کوئی بھی نہیں بول رہا تھا۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی حیدر یہ سب چیزیں لینے چلا گیا۔اور لا کر شاہان کے ہاتھوں میں دے دیں۔شاہان نے اپنے تھیلے سے ایک پتھر کا کٹورا نکال کر اس میں ادرک ڈال کر اسے پیسنے لگا پیسنے کے بعد اس کا خمیرہ سا بنا کر ایک طرف رکھ دیا اس میں پھر لہسن چھیل کر ڈال دی اور اسے بھی پیسنے لگا تھوڑی دیر بعد اس میں ایک چمچ پانی اور گلاب عرق ڈال کر گھوٹنے لگا پانچ منٹ گھوٹنے کے بعد اسے ایک کپڑے سے چھان کر اس کا پانی ایک کپ میں رکھ دیا چند لمحوں بعد وہ عرق دو چمچ انکل جواد کے حلق میں ڈال دیئے۔اور پودینے کا آدھا پتہ توڑ کر جواد کے منہ کو کھول کر انکی زبان کے نیچے رکھ دیا اس کے بعد ادرک کے خمیرے میں بام ملا کر اس کا لیپ جواد کے سینے پر کر دیا۔اس کام سے فارغ ہونے کے بعد شاہان اٹھتے ہوئے بولا۔

لو جی حیدر بھائی او ابو جان میرا کام ہو گیا باقی شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اور مجھے یقین ہے اپنے رب پر کہ شام تک انکل جواد ہشاش بشاش ہو جائیں گے آؤ ابو چلیں۔

ایک منٹ مسٹر شاہان۔ایک اچھی عمر کا ڈاکٹر آگے بڑھتے ہوئے بولا جو سب ڈاکٹرز سے سنئیر تھا۔

جی ڈاکٹر صاحب۔

بیٹا ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی وہ یہ کہ ہم نے ایک عمر گزاری ہے اس کام میں ہزاروں نے تو لاکھوں اپریشن کئے ہوں گے لیکن ابھی تک ہم میں سے کسی کی سمجھ میں جواد کی بیماری نہیں آئی اور تم نے یہ سب کر کے ہمیں حیران کر دیا ہے۔

شاہان مسکرایا اور کہا آپ بہت بڑے ڈاکٹر ہیں میں ابھی ایک بچہ ہوں لیکن جو کچھ میں نے کیا ہے میں یہ

سب بتا نہیں سکتا کیونکہ یہ سب راز کی بات ہے جسے راز ہی رہنے دیں۔ باقی انشاء اللہ آپ جلد ہی اس کا رزلٹ دیکھ لیں گے۔

بہت خوب بیٹا۔ بس بیٹا ہمیں اپنا کوئی نمبر دے دیں جس پر ہم آپ سے رابطہ کر سکیں۔

شاہان نے ان سب کو اپنا موبائل نمبر دیا اس کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔ اور پھر تقریباً عصر کے وقت ان کی آنکھ کھلی اور وہ نہا دھو کر عصر کی نماز پڑھ کر واپس آ رہا تھا تو موسم بڑا خوشگوار تھا بادل بھی آ گئے تھے ایسا لگ رہا تھا کہ کچھ دیر میں بارش شروع ہو جائے گی خیر جب شاہان گھر پہنچا تو گھر میں ابو امی اور باجی سب کو منتظر پایا اور ان کے چہرے پر خوشی کے تاثرات تھے شاہان کو دیکھتے ہی اس کے ابو اسے گلے لگاتے ہوئے بولے۔ بیٹا ہمیں معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی بڑی نعمت سے نواز رکھا ہے۔ جواد کی حالت اللہ کے فضل سے کافی بہتر ہو گئی ہے اب وہ بات کرنے کے ساتھ ساتھ چل پھر بھی سکتے ہیں جواد کو صحت یاب ہوتا دیکھ کر سب ڈاکٹرز حیران ہیں کہ یہ سب کیسے ہو سکتا ہے۔

ابو اس میں میرا کوئی بھی کمال نہیں ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

بیٹا میری مولوی عنایت صاحب سے بات ہو چکی ہے اور میں نے ان کو تمام تفصیل بتا دی ہے انہوں نے تمہیں فوراً بلایا ہے۔

ٹھیک ہے ابو میں ابھی انکے پاس چلا جاتا ہوں۔

نہیں بیٹا ابھی نہیں صبح چلے جانا آج موسم ٹھیک نہیں ہے اور بارش کا خطرہ ہے۔

ابو آپ بارش کی فکر نہ کریں میں بارش ہونے سے پہلے پہلے وہاں پہنچ جاؤں گا۔

او کے ٹھیک ہے لیکن وہاں کا ایڈریس تو ہے ناں آپ کے پاس۔

ایڈریس تو نہیں ہے لیکن پوچھتا ہوا ان کے پاس پہنچ جاؤں گا میں تو خود ان سے ملنا چاہتا تھا میں اپنے خوابوں کے بارے میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

ٹھیک ہے جاؤ پھر اللہ تمہاری حفاظت کرے۔ انہوں نے کہا تو شاہان نے اپنے چمڑے کے بیگ میں نوٹ بک ایک ناول شکاری چاقو اور بسکٹوں کے پیکٹ رکھ لیے اور اپنے ایڈونچر سفر پر روانہ ہو گیا۔ اگر اس وقت شاہان کو ذرا سا بھی علم ہو جاتا کہ اس سفر میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو وہ کبھی یہ سفر جاری نہ کرتا۔ لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے قسمت میں جو لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ بہرحال جب تک شہر کی سڑکیں شاہان کے ساتھ رہیں وہ پوری رفتار سے موٹر سائیکل چلاتا رہا لیکن جب شہر اور چھوٹی موٹی بستیاں بھی پیچھے رہ گئیں تو اونچے نیچے غیر ہموار کچے راستے شروع ہو گئے ان راستوں پر موٹر سائیکل تیز رفتاری سے نہیں چل سکتی تھی جس علاقے میں شاہان نے پہنچنا تھا اس کا مختصر سا نقشہ بنا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا کیونکہ وہ پہلی بار وہاں موٹر سائیکل پر جا رہا تھا اس نقشے کے حساب سے وہ کچھ دور تک ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا پھر ایک خاص مقام پر آ کر وہ ریلوے لائن کو چھوڑ کر ایک کچے راستے پر آ گیا یہاں آتے آتے آسمان کو سیاہ بادلوں نے پوری طرح سے ڈھانپ دیا تھا اور اندھیرا سا ہو گیا تھا شاہان نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر وقت دیکھا رات کے سات بج چکے تھے ستمبر اکتوبر کا موسم تھا دن جلدی ڈھل جاتا تھا اور چھ بجے ہی شام ہو جاتی تھی اس وقت رات ہو چکی تھی اور بادلوں کی وجہ سے رات کا اندھیرا اور گہرا ہو گیا تھا وہ کسی جگہ رک کر آرام کرنا چاہتا تھا اور موٹر سائیکل کو بھی آرام کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا وہ جس کچے راستے پر جا رہا تھا اس کی دونوں جانب جھاڑیاں کیکر اور پھلائی کے درخت ہی درخت تھے جو

رات کے لمحہ بہ لمحہ گہرے ہوتے ہی اندھیرے میں سے ایسے لگ رہے تھے جیسے زمین میں دیوہیکل ڈراؤنے جن پنجے نکال کر کچے راستے پر جھکے ہوئے ہوں درختوں کی شاخیں ہوا کے جھونکوں کے ساتھ ساتھ بار بار نیچے جھک رہی تھیں جیسے شاہان کو اوپر اٹھا لے جانے کی کوشش کر رہی ہو مگر وہ بغیر کسی ڈر خوف کے آہستہ آہستہ موٹر سائیکل چلاتا جا رہا تھا موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ اس نے روشن کر رکھی تھیں وہ ایک چھوٹی سی پکی سڑک پر نکل آیا سڑک ٹوٹی پھوٹی تھی یہ مختلف اضلاع کو جاتی ذیلی سڑک تھی شاہان کو کچھ فاصلے پر سڑک کے بائیں جانب روشنی نظر آئی اس نے اپنا رخ اس روشنی کی طرف کر دیا یہ ایک قصبے کے باہر سڑک پر واقع ایک دو کھوکھا نما دوکان کی روشنی تھی اس میں ایک چائے وغیرہ کی دکان تھی اس نے چائے کی دکان کے آگے موٹر سائیکل کھڑی کر دی۔ اور دکان دار سے کہا۔

کیوں بھائی چائے مل جائے گی۔ دیہاتی دکان دار نے کہا۔

مل جائے گی جناب اور آلو قیمہ اور روٹی بھی مل جائے گی آلو قیمہ اور روٹی کا سن کر شاہان کی بھوک بھی بیدار ہو گئی۔ اس نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے کچھ دے دو کھانے کو بھائی بعد میں چائے بھی بنا دینا۔ اس وقت تک اندھیرا مزید گہرا ہو گیا تھا اور بادل بھی تھے مگر بارش وغیرہ نہیں ہوئی تھی اور ہوا بھی زیادہ تیز نہیں چل رہی تھی وہ اپنے سفر کا آدھا راستہ طے کر چکا تھا آدھا سفر ابھی باقی تھا نقشہ اس کے پاس موجود تھا اسے یقین تھا کہ مزید دو گھنٹے تک اپنی منزل تک پہنچ جائیگا صوفی عنایت صاحب کا آستانہ میں۔

بائے والے نے پوچھا بابو جی کہاں جاؤ گے۔ شاہان نے صوفی صاحب کا بتایا تو وہ بولا۔ راستہ کچا ہے رات بھی ہو گئی ہے اور موسم کا رخ بھی کچھ اچھا نظر نہیں آ رہا ہے بہتر یہی ہے کہ آپ رات قصبے میں ہی رہ لیں اور صبح ہوتے ہی چلے جائیں۔

ارے بھائی میں ایسے راستوں کا ماہر ہوں تم فکر نہ کرو میری میں بڑی جلدی جہاں جانا ہے پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد کھوکھے والے نے کوئی بات نہ کی۔ اس نے جلدی جلدی آلو قیمہ کی روٹی کھائی چائے بھی پی اور موٹر سائیکل کی تھوڑی بہت جانچ پڑتال کی پیٹرول چیک کیا اور کھوکھے والے کو بل ادا کرنے کے بعد پوچھا کہ کھانا کون بناتا ہے۔

بابو جی میری ماں۔

بہت اچھا بناتی ہیں تمہاری اماں اور موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور چل پڑا موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں اسے آگے پچاس گز تک سڑک نظر آ رہی تھی سڑک کی حالت شکستہ تھی وہ بڑی احتیاط سے اور ہلکی رفتار کے ساتھ موٹر سائیکل چلا رہا تھا اس طرح شاہان کو ایک اور قصبے میں جاتے ہوئے کافی وقت لگ گیا۔

اس وقت رات کا اندھیرا اور گہرا ہو چکا تھا اور سیاہ بادلوں میں کسی کسی وقت بجلی چمک جاتی تھی اور دور سے بادلوں کی دھیمی دھیمی گرج بھی سنائی دینے لگی تھی اس قصبے سے آگے بھی کافی سفر تھا اور یہ سارا راستہ ویران سنگلاخ علاقے میں سے ہو کر گزرتا تھا لیکن وہ مطمئن تھا قصبے میں دو تین ٹمٹماتی روشنیاں دیکھ کر اس نے اپنی موٹر سائیکل سڑک سے اتار لی اور اسے دائیں جانب کھیتوں میں ڈال دیا نقشے کے حساب سے وہ صحیح جا رہا تھا بادلوں میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد بجلی نے جو چمکنا شروع کر دیا تھا اس کی وجہ سے اسے تشویش ہو رہی تھی کہ اگر بارش شروع ہو گئی تو اس کے لیے سفر کرنا مشکل ہو جائے گا یہ سوچ کر اس نے موٹر سائیکل کی رفتار کو تھوڑا تیز کر دیا تھا لیکن کھیتوں کے درمیان چھوٹا سا راستہ غیر ہموار تھا اور کہیں کہیں چھوٹے بڑے گڑھے تھے جو کبھی کبھی آ جاتے تھے

جس وجہ سے اسے بار بار رفتار ہلکی کرنی پڑتی تھی۔

قصبے میں وہ کافی آگے نکل آیا تھا ہوا بھی کچھ تیز ہوگئی تھی اور ہوا میں کچھ ٹھنڈک بھی آگئی تھی ایسا لگتا تھا کہ پیچھے کہیں بارش ہورہی ہے اسے دائیں بائیں بھی دیکھنا پڑتا تھا کہ وہ صحیح سمت کو جارہا ہے کہ نہیں مگر اس کے دائیں بائیں گھپ اندھیرا تھا اسی لمحے پہلی بار شاہان کو محسوس ہوا کہ اسے ابو کی اور گھر والوں کی بات مان لینی چاہیے تھی مگر وہ اب واپس نہیں جاسکتا تھا اور وہ واپس جانا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ ایک باہمت اور مہم جو نوجوان تھا نقشے اور اس کی معلومات کے مطابق قصبہ سے دس پندرہ میل آگے ایک بہت بڑے کھال کا پل آتا تھا اسے اسی پل کو پار کرکے بائیں طرف مڑنا تھا اور اس کچے راستے پر آجانا تھا موٹر سائیکل کی بتی کی روشنی میں وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے دیکھنے لگا کہ شاید اسے بڑے کھال کا پل نظر آجائے مگر ابھی تک کوئی پل وغیرہ نہیں نظر آرہا تھا کھیتوں کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا وہ پوری کوشش کررہا تھا کہ موٹر سائیکل جس رخ پر جارہی تھی اسی رخ پر رہے لیکن اونچی اونچی سنگلاخ زمین پر موٹر سائیکل اچھل اچھل کر کبھی دائیں ہوجاتی تھی اور کبھی بائیں طرف مڑجاتی تھی اس نے اس کی رفتار اور کم کردی تھی اس خیال سے بھی کہ اس کا موٹر سائیکل پر پورا کنٹرول رہے لیکن چاروں طرف گھپ اندھیرے کی وجہ سے اس کو ایسے لگا کہ اس کا رخ سیدھا نہیں ہے اگر آسمان پر ستارے نکلے ہوتے تو وہ ان سے رہنمائی حاصل کرسکتا تھا لیکن ستارے گہرے بادلوں میں چھپے ہوئے تھے جب اسی طرح کافی وقت گزر گیا اور بڑے کھال کا پل نہ آیا تو اسے فکر لاحق ہوئی اس نے موٹر سائیکل روک دی اور دائیں بائیں اندھیرے میں جتنا گھور سکتا تھا دیکھنے لگا وہاں کہیں کہیں درخت اگے ہوئے تھے جنگل جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں اس نے سوچا کہ اسے ذرا دائیں جانب ہوکر چلنا چاہیے ہوسکتا ہے کہ پل اس طرف ہو یہ خیال کہ یہاں سے دائیں ہوجاؤں۔

شاہان کی قسمت نے اس کے ذہن میں ڈالا تھا کیونکہ یہیں سے اس کی زندگی کی سب سے ہولناک مصیبت کی ابتدا ہونے والی تھی اس نے موٹر سائیکل کو ذرا دائیں جانب موڑ دیا اسے سٹارٹ کیا اور چل پڑا دور دور تک تاریکی میں اسے اونچے نیچے ٹیلوں کے دھندلے خاکے ابھرتے ہوئے دکھائی دیئے تھے اسے یقین تھا کہ جہاں اس نے جانا ہے وہ جگہ ان ٹیلوں کے پار ہی واقع ہے اس کا موٹر سائیکل پتھروں اور چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں سے گزرتا ہوا ان ٹیلوں کی طرف بڑھ رہا تھا ایک جگہ جاکر اس نے موٹر سائیکل روک کر انجن بند کردیا۔

انجن کے بند ہوتے ہی اسے محسوس ہوا کہ فضا میں ایک عجیب خوف طاری کردینے والا سناٹا چھایا ہوا تھا بادلوں میں رہ رہ کر بجلی اسی طرح چمک رہی تھی مگر اس کی چمک ابھی کافی دھیمی تھی اچانک شاہان کے ناک میں ٹھنڈے پانی کی بوند پڑی اس نے اوپر آسمان کی طرف دیکھا تو ایک اور بوند اس کے چہرے پر پڑی اس کا مطلب تھا کہ بارش آرہی ہے اس نے فوراً موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور کافی تیز سپیڈ سے پہاڑی ٹیلوں کی طرف روانہ ہوگیا وہ بار بار اچھل رہا تھا اسے ہچکولے لگ رہے تھے مگر اس نے سپیڈ کم نہ کی بارش آنے سے پہلے پہلے وہ اگر اپنی منزل پر نہیں تو کم از کم ایسی جگہ ضرور پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں بارش آجائے تو وہ پناہ لے سکے سرد ہوائیں تیز ہوگئیں بجلی چمکنے اور کڑکنے لگی پھر ایک دم بارش شروع ہوگئی اس نے رفتار اور تیز کردی۔ اور اندھا دھند سامنے کی طرف اسے دوڑانے لگا بارش اتنی تیز تھی کہ وہ شرابور ہوگیا موٹر سائیکل کی بتی روشنی میں سوائے گرتی ہوئی بارش کے سے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا ایک بار بجلی کڑکی تو اس کی روشنی میں اسے کچھ فاصلے پر ایک عمارت دکھائی دی

اس نے اس عمارت کی طرف موٹر سائیکل کا رخ موڑ دیا اور وہ دیوانہ وار فل سپیڈ سے چلاتا ہوا ہچکولے کھاتا ہوا اس عمارت تک پہنچ گیا جس کا دروازہ بند تھا اور ایک طرف کو جھکا ہوا تھا عمارت کوئی تاریخی کھنڈر معلوم ہوتی تھی دروازے کے اوپر ایک پرانا چھبہ تھا رہ رہ کر کڑکتی اور چمکتی ہوئی بجلی کی چمک میں اس نے دیکھا کہ دروازے کا چھبہ ایک طرف سے گر کر ٹوٹ چکا ہے اس نے جلدی سے موٹر سائیکل بند کر کے چھبے کے نیچے ایک طرف کھڑی کر دی اور خود بھی چھبے کے نیچے آ کھڑا ہو گیا اس نے چمڑے کا تھیلا اتار کر نیچے رکھ دیا اور جیب سے رومال نکال کر منہ صاف کیا اس کی جیکٹ اور پتلون بارش میں شرابور ہو چکی تھی۔

بادل گرج رہے تھے بجلی یوں کڑک کڑک کر گونج رہی تھی جیسے ابھی اس عمارت پر گر کر اسے بھسم کر ڈالے گی بجلی کی چمک عمارت کے دروازے پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ لکڑی کے بھاری قلعہ نما دروازے کا کنڈا غائب ہے سرد ہوا تیز ہو گئی تھی اور بارش کی بوچھاڑیں اس پر پڑ رہی تھیں موٹر سائیکل کو اس نے ایک طرف کر کے کھڑی کر دی تھیں اس نے دروازے کو اندر دھکیلا ایک ڈرا دینے والی چیخ چراہٹ کے ساتھ دروازے کا ایک پٹ کھل گیا شاہان جلدی سے اندر داخل ہوا اندر گھپ اندھیرا تھا آدھے کھلے دروازے میں سے سرد ہوا کے شوریدہ سرد جھونکے اور بارش کی بوچھاڑ اندر جا رہی تھی اس نے دروازہ بند کر دیا پھر اس نے تھیلے میں سے ماچس اور موم بتی نکال کر موم بتی روشن کر کے ہاتھ اوپر اٹھا کر دیکھا یہ ایک خستہ حال کوٹھڑی نما چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی چھت پر جگہ جگہ جالے لٹک رہے تھے فضا میں عجیب ناگوار سی نم آلود بو پھیلی ہوئی تھی وہ موم بتی لیے سامنے والی دیوار کے پاس آ گیا دیوار میں ایک آتش دان بھی تھا جس کی دیواریں سیاہ پڑ چکی تھیں اور اس میں بھی مکڑیوں نے جالے تان رکھے تھے لگتا تھا کہ یہ کوٹھڑی نما کمرہ کئی سالوں سے ویران پڑ رہے ہیں آتش دان کے اوپر بنے ہوئے کارنس پر گرد کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی شاہان نے ایک جگہ سے گرد ہٹا کر وہاں موم بتی لگا دی اور اس کی روشنی میں ایک بار پھر کمرے کا جائزہ لیا ایک طرف دیوار کے ساتھ تخت پوش بچھا ہوا تھا تخت پوش پر بھی مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی اس نے رومال سے تخت پوش کی تھوڑی بہت مٹی صاف کر دی۔ اور بیٹھ گیا فرش مٹی کا تھا اور گرد آلود تھا تخت پوش آتش دان کے بیلوں میں دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا اس نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی اور تھیلے میں سے ناول نکال کر اسے موم بتی کی روشنی میں پڑھنے لگا۔

باہر بارش کا طوفان تھم گیا تھا مگر تیز ہوا کے جھکڑ اسی طرح چل رہے تھے اور ان کی ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے بہت سی عورتیں مل کر کسی لاش کے پاس بیٹھی بین کر رہی ہوں بجلی بھی رہ رہ کر چمک رہی تھی کوٹھڑی کے دروازے والی دیوار کے اوپر ایک چھوٹا سا محراب دار روشن دان بنا ہوا تھا جس پر سلاخیں لگی ہوئی تھیں باہر بجلی چمکتی تو اس کی روشنی میں یہ سلاخیں ایک لمحے کے لیے نظر آ جاتیں شاہان کو طوفانی رات گزارنے کے لیے ایک محفوظ ٹھکانہ مل گیا تھا اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ رات یہاں گزار کر صبح ہوتے ہیں اپنی منزل کی طرف چل دے گا بادلوں کی گرج بھی بہت دھیمی پڑ گئی تھی مگر باہر بارش ہو رہی تھی بارش کی آواز اندر سنائی دے رہی تھی پڑھتے پڑھتے اسے نیند آ گئی کتاب اپنے آپ ہی اس کے ہاتھوں سے نیچے گر پڑی مگر اسے خبر نہ ہوئی اور اس کا سر سینے پر جھکا ہوا تھا وہ پوری طرح سو نہیں رہا تھا وہ نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اسے ایسا لگا کہ جیسے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلایا ہو کوٹھڑی میں موم بتی کی پراسرار دھندلی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس نے نیند سے بھری ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اسے کوئی انسان نظر نہ آیا اس نے یہی سمجھا کہ اونگھنے کی حالت میں اسے ایسا محسوس ہوا ہو گا ویسے بھی وہ ایک دلیر انسان تھا اور اللہ پر ایمان رکھنے والا

انسان تھا اور اس قسم کے توہمات پر اس کا بالکل بھی یقین نہیں تھا اس کا عقیدہ تھا کہ اول تو کوئی بدروح آسیب ہوتے نہیں اور اگر اتفاق سے بدروح آسیب وغیرہ یا کالا جادو ٹونہ ہوتا بھی تو اپنے خدا پر ایمان یقین رکھنے والے سچے مسلمان پر اس کو کوئی اثر نہیں ہوتا اور پابند صوم وصلوٰۃ مسلمان کے تو بدروحیں قریب بھی نہیں جاتیں اور اس کا یہ نظریہ تھا کہ اگر دنیا میں کالا جادو جن روحیں آسیب وغیرہ کا وجود واقعی ہے تو وہ بت پرست کافروں کی بدروحیں ہوتی ہیں اور اس شخص پر اس کا برا اثر ہوتا ہے جس کا ایمان متزل ہو گیا ہو جو شرک کرتا ہو اور جو اللہ کے دکھائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر شیطان کی راہ پر چلنے لگا ہو۔

اسے نیند آرہی تھی وہیں تخت پوش پر لیٹ کر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ ابھی نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ اسے محسوس ہوا کہ کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہے وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور کان لگا کر سننے لگا کہ یہ آواز کیسی تھی روشن دان میں سے بجلی کی چمک اندر آرہی تھی ہوا کا ہلکا ہلکا جھونکا اور بارش کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی وہ ہی آواز ایک بار پھر آئی کوئی دروازے پر ٹھک ٹھک کر رہا تھا اسے خیال آیا کہ شاید یہ بھی کوئی بھٹکا ہوا مسافر ہو اور بارش سے بچنے کے لیے اندر آنا چاہتا ہو وہ اٹھ کر کوٹھڑی کے دروازے کے پاس آگیا اور اس نے دروازہ کھولے بغیر پوچھا۔ کون ہے باہر سے کوئی جواب نہ آیا۔ شاہان نے دوسری بار پوچھا کون ہے پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا وہ پھر اسے اپنا وہم ہی سمجھا اور واپس مڑا تو پھر ٹھک ٹھک کی آواز سنائی دی اس نے دروازہ کا پرانا کنڈا اتار کر دروازے کے ایک پٹ کو کھول کر باہر دیکھا۔ باہر تیز ہواؤں کے شور اور بارش کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا اس نے بلند آواز میں کہا۔ کون ہے جواب دو جواب میں صرف تیز ہواؤں اور بارش کا شور تھا باہر کوئی بھی نہ تھا۔ اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگادی اور واپس تخت پوش پر آکر لیٹ گیا کہ ایک بار پھر وہ ہی دروازے پر دستک دینے کی آواز سنائی دی اب شاہان نے غور سے سنا تو یہ آواز کوٹھڑی کے ایک کونے کی طرف سے آرہی تھی اس کی اب نگاہیں کوٹھڑی کے کونے والے دروازے پر جمی ہوئی تھی اور وہ ہمہ تن گوش تھا اسے یقین تھا کہ اب جو آواز آئی تھی وہ اسی دروازے سے آئی تھی مگر سوال یہ تھا کہ اس کے اندر کون ہے جو دستک دے رہا ہے۔ ٹھک ٹھک کی پھر آواز سنائی دی اس کے ساتھ ہی کارنس میں رکھی ہوئی موم بتی کی لو ایک بار پھر پھڑ پھڑانے لگی۔ روشندان میں سے بجلی کی ہلکی ہلکی چمک اندر آرہی تھی ایک لمحے کے لیے اسے خیال آیا کہ یہاں کوئی بھوت پریت تو نہیں رہتا۔ اچانک دروازے پر پھر کسی نے دستک دی شاہان کے کان کھڑے ہو گئے ہیں اسے کوئی عورت کی آواز بھی سنائی دی آواز بڑی دھیمی تھی جیسے کسی بند صندوق میں سے آرہی ہو اس کے جسم میں خوف کی ایک سرد لہر سی دوڑ گئی۔ وہ اپنی جگہ پر بت بنا بیٹھا آواز سنتا رہا عورت کی آواز تھوڑے وقفے سے آرہی تھی وہ کچھ کہہ رہی تھی یہ آواز کونے والی کوٹھڑی سے ہی آرہی تھی اگر یہ وہ دروازہ ویران اور غیر آباد علاقوں اور قدیم کھنڈروں کی سیاحت کے دوران کئی لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ پرانے کھنڈروں اور ویران حویلیوں میں بھوت پریت بسیرا کر لیتے ہیں لیکن نہ تو کبھی اس کا کسی بھوت پریت سے واسطہ پڑا تھا اور نہ ہی وہ کبھی بھوت پریت کے تصور سے خوفزدہ ہوا تھا مگر اس تاریک اور طوفانی رات میں آدھی رات کے وقت ایک ویران کھنڈر میں ایک بند کوٹھڑی میں سے کسی عورت کی گھٹی گھٹی آواز سن کر تھوڑی دیر کے لیے وہ بھی خوفزدہ ہو گیا تھا مگر اس نے بہت جلد اپنے آپ کو ہی قابو کر لیا تھا اور سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ کوٹھڑی میں واقعی کوئی عورت قید ہو وہ تخت پوش سے اٹھ کر کوٹھڑی کے دروازے کے پاس آگیا اس نے دیکھا کہ کوٹھڑی کا دروازہ پرانے زمانے کا تھا اور تھا بھی کافی مضبوط باہر سے اس کو لوہے کے راڈ سے بند کیا گیا تھا کارنس پر رکھی موم بتی کی روشنی دروازے پر پڑ رہی تھی

دروازے پر بھی مکڑیوں نے جالے بن رکھے تھے اور لگتا تھا کہ برسوں سے اسے کسی نے نہیں کھولا۔اندر سے بھوت کی پھر مدھم آواز سنائی دی دروازہ کھول کر میری مدد کرو میں تمہاری مدد کرسکتی ہوں۔

شاہان۔۔اس کے منہ سے وہ اپنا نام سن کر حیران رہ گیا اور کہا۔

تم ہو کون یہاں تمہیں کس نے قید کیا اور تمہیں میرا نام کیسے پتہ۔

وہ میں تمہیں سب کچھ بتادوں گی تم دروازہ تو کھولو میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔

تم میری کیا مدد کرو گی میں سمجھا نہیں تمہاری بات۔جو خود اپنی مدد نہیں کرسکتی ہو جو خود قید ہو۔

میں تمہیں کالی چرن کے آسیب سے نجات دلانا چاہتی ہوں جسے تم نے مار کر کیا سوچ لیا تھا کہ وہ مر گیا ہے

ہاں وہ مر گیا ہے۔

نہیں تم سے بدلہ لینے کے لیے آسیب بن چکا ہے اس سے چھٹکارے کا صرف ایک ہی حل ہے۔

وہ کیا۔اور تم میری مدد کیوں کرنا چاہتی ہو۔شاہان نے پوچھا۔

وہ اس لیے کہ تم مجھے اس کوٹھڑی سے باہر نکالو گے۔اور رہی بات چرن کے آسیب سے چھٹکارا پانے کی تو اس نے شاہان کو ایک چھوٹا سا عمل بتاتے ہوئے کہا کہ چرن جس قبر میں دفن ہے وہاں جاکر اس کی کھوپڑی پر یہ عمل کرو گے تو اس سے تمہاری جان ساری عمر کے لیے چھوٹ جائے گی اگر تم کامیاب ہو گئے تو اور ساتھ ہی دامنی نے اسے سب طریقہ کار بتادیا۔اس کے بعد وہ بولی کہ اب تو یہ دروازہ کھول دو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ دروازہ کھول دیا کوٹھڑی کے دروازے کا کھلنا تھا کہ ایک تیز ہوا کے جھونکے کا شاہان کو زوردار دھکا لگا اور وہ دور جاگرا۔اور ساتھ ہی اس عورت کے قہقہے سنائی دے رہے تھے تھوڑی دیر بعد اس کوٹھڑی میں سڑے ہوئے بدبودار گوشت کی سرانڈ سی پھیل گئی جس سے اس کا دماغ پھٹنے کے قریب ہو گیا۔سرانڈ اتنی تیز تھی کہ اسے سانس لینا بھی دشوار ہو گیا یہاں تک کہ وہ سرانڈ برداشت نہ کرسکا اور بے ہوش ہو گیا۔

جب شاہان کو ہوش آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا نہ وہ جگہ نہ ویران کھنڈر نہ رات اور بارش نہ وہ سرانڈ اور نہ ہی وہ پراسرار عورت دامنی کچھ بھی نہیں تھا بلکہ وہ اب اس وقت ایک اچھے اور خوش سلیقے سے سجائے ہوئے کمرے میں دری پر لیٹا ہوا تھا اور کمرے کے وسط میں ایک نہایت بزرگ ہستی سجدہ ریز تھی جن کے چہرے سے ان کی عاجزی انکساری اور روشن روشن چہرہ اور گڑگڑاتے ہوئے دعا مانگ رہے تھے۔

اے اللہ ہم تیرے بندے ہیں ہم پر رحم فرما اور ہدایت دے اے اللہ ہم سے جو جانے انجانے میں غلطیاں سرزد ہو چکی ہیں وہ معاف فرما۔اے اللہ ہم پر کرم فرمادے آمین۔

دعا مانگ کر وہ بزرگ اٹھے تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں وہ سیدھا کھڑے ہو کر شاہان کی طرف آکر بیٹھتے ہوئے بولے۔

بیٹا اب آپ کی طبیعت کیسی ہے اب کیسا محسوس کر رہے ہو۔

جی مولوی عنایت صاحب اب بہتر محسوس کر رہا ہوں۔

بیٹا جب کسی بات سے بڑے منع کریں تو وہ نہیں کرنا چاہیے جس کا تم رات انجام دیکھ چکے ہو شاہان آنکھیں نیچے کیے چپ چاپ بیٹھا رہا۔پھر بولا۔

واقعی میں اسے اپنی غلطی کا احساس تھا بیٹا مانتا ہوں۔

تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور آئندہ بھی ایسی غلطی بھی نہیں کرو گے۔اور تمہارے والد محترم نے

مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے رات والا مسئلہ جو ہے وہ سب کچھ چرن اور جوگی بابا کے ہی سلسلے کی ایک کڑی ہے بیٹا دیکھو تم حالات سے نہ گھبرانا بھی صرف اللہ سے ہی مدد اور رحمت مانگنا۔ کیونکہ وہ ہی مدد کرنے والا ہے دیکھو شاہان بیٹا کچھ ایسے کام کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جو سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں پر ان کو کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اور کچھ ایسے ہی کام ہیں جس کے لیے تمہیں چن لیا گیا ہے اور وہ تم نے ہی کرنے وقت کے ساتھ ساتھ تمہیں خود معلوم ہوتا جائیگا۔ مگر کبھی بھی اپنے قدم ڈگمگانے نہ دینا بس اپنے دل میں ایک یقین رکھنا اور وہ بھی اپنے رب پر آگے مجھے کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے بیٹا اب تم گھر جاؤ اور وقت آنے کا انتظار کرو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے اور شاہان بھی اٹھ کر چل دیا موٹر سائیکل پر سوار ہو کر گھر روانہ ہو گیا وہ سارے راستے مولوی عنایت صاحب کی بات پر غور کرتا رہا اور ایک فیصلہ پر پہنچا کہ وہ پہلے جا کر چرن کی قبر پر وہ عمل کر کے پہلے اس سے تو جان چھڑائے گا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنے علاقے پہنچ گیا اور بازار جا کر عمل کے لیے کچھ سامان لیا اور گھر آ گیا۔ امی ابو کو کچھ بتائیں کچھ نہیں اور پھر وہ کمرے میں جا کر سو گیا تا کہ وہ رت کو جا کر اپنا عمل کر سکے۔

نجانے وہ کتنا سویا کہ اس کی بہن صدف نے آ کر اسے جگایا کہ اٹھو بھائی رات ہو گئی ہے اور وہ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا ٹائم دیکھا تو رات کے دس بج رہے تھے جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا اور قبرستان جانے کی تیاری کرنے لگا۔ تو اس کی بہن پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے بولی۔

بھائی صاحب آپ کہیں جا رہے ہو۔

ہاں آپی ایک کام ہے وہ کر کے آؤں گا اور امی ابو کیا کر رہے ہیں۔

وہ سوئے ہوئے ہیں بھائی۔

ٹھیک ہے لیکن میرے بارے میں ان کو کچھ بھی نہ بتانا میں خود ہی آ جاؤں گا۔

ٹھیک ہے لیکن ایک بات کہوں۔

ہاں کہو۔ دراصل دوپہر کو جب آپ سوئے ہوئے تھے ایک فقیر آیا تھا میں اسے آٹا دینے گئی تو وہ بولا۔ اپنے بھائی سے کہہ دینا کہ وہ وہ کام نہ کرے۔ جس کے بعد وہ خود امتحان میں پڑ جائے تو پلیز بھائی آپ نہ جائیں۔ بہن نے فکر مندی سے کہا۔

تم فکر نہ کرو آپی مجھے کچھ نہیں ہو گا امی ابو میری آپی کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ اللہ کی رحمت بھی میرے ساتھ ہیں کافی مشکل سے شاہان نے آپی کو منایا اور جیسے ہی کمرے میں لگی ہوئی گھڑی رات کے ٹھیک گیارہ بجائے تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا موم بتی ماچس اور لوبان کا لفافہ جیب میں ڈالا کمرے کی بتی جلتی رہنے دی اور مکان کو باہر سے تالا لگایا اور آدھی رات کی خاموشی اور اندھیرے میں قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ویران اور دوسرے فرقے کے قبرستان پہنچ گیا قبرستان کا شکستہ دروازہ رات کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا قبرستان کی ڈیوڑھی میں بھی خوفناک تاریکی چھائی ہوئی تھی وہ ڈیوڑھی میں سے گزر گیا اب وہ قبروں کے درمیان چل رہا تھا شکستہ قبریں اندھیرے کی چادر اوڑھے ہوئے چاپ چاپ پڑی تھیں شاہان کو اس قبر کا اندازہ تھا جہاں وہ چرن کو چھوڑ کر آیا تھا قبر میں وہ اس قبر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور وہ چرن تھا کہ قبر کو پر کر دیا گیا تھا پر وہاں اس نے اتنا بڑا شگاف دیکھ لیا کہ جس کے اندر جایا جا سکے قبر میں جو کہ شاید کسی جانور نے شگاف کر دیا ہو گا پھر اس نے موم بتی

جلا کر اس کی روشنی میں جھک کر شگاف میں سے قبر کے اندر دیکھا چرن کے مردے کا پنجر صحیح سالم حالت میں اسی طرح پڑا ہوا تھا اس کی کھوپڑی بھی گردن کی ہڈی کے اوپر ٹکی ہوئی تھی شاہان قبر میں داخل ہو گیا اس نے چرن کی کھوپڑی کو غور سے دیکھا یہ عام انسانی کھوپڑیوں سے ذرا بڑی تھی اس نے کھوپڑی کے اوپر پگھلی ہوئی موم بتی کے قطرے گرا کر موم بتی لگا دی اور کھوپڑی کے قریب ہی لوبان سلگا دیا۔ کھوپڑی کی طرف منہ کر کے وہ عمل پڑھنے لگا اس کے عمل شروع ہو چکا تھا شاہان یہ عمل کبھی نہ کرتا مگر چرن کے آسیب سے چھٹکارہ پانے کے لیے کرنا پڑا۔ قبرستان کا ماحول ہولناک سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ دل میں وہ عمل دہرا رہا تھا اس کے ہونٹ بند تھے اس نے دو ہزار مرتبہ یہ عمل پڑھنا تھا اس طرح یہ عمل رات کے آخری پہر تک جاری رہنا تھا اس نے اپنی نگاہیں موم بتی کی لو میں مرکوز کر لیں موم بتی کی لو بالکل ساکت تھی جب وہ ایک سو مرتبہ عمل دہرا چکا تھا تو اسے موم بتی کی لو میں عجیب و غریب شکلیں نظر آئیں کبھی عورت کا چہرہ سامنے آجاتا کبھی ایک شیر کا ایک طرف سے دوڑتا ہو آتا اور دوسری طرف نکل جاتا کبھی ایک ڈراؤنا انسان نما چہرہ نمودار ہو کر اسے ڈرانے کی کوشش کرتا۔ مگر وہ بالکل نہ ڈرا تھا اور اپنی جگہ پر جم کر بیٹھا رہا۔ اور عمل پڑتا رہا۔ پھر ایسا ہو کہ موم بتی کے شعلے میں نظر آنے والی ساری شکلیں غائب ہو گئیں اور کھوپڑی نے تھوڑی سی حرکت کی وہ عمل کرتے ہوئے کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا کھوپڑی میں ایک تھرتھراہٹ سی طاری ہو گئی۔ کھوپڑی پر جمی ہوئی موم بتی کی لو بھی تھرتھرانے لگی اسے سرگوشیوں کی آواز سنائی دی کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ یہ سرگوشیاں انسانوں کی ہیں یا بدروحوں کی ہیں وہ بڑی توجہ سے عمل کرتا رہا۔ اچانک ایک ہلکے سے دھماکے کے ساتھ کھوپڑی اچھل کر نیچے گری پھر ایک کرب ناک چیخ کی آواز بلند ہوئی چیخ اتنی دہشت ناک تھی کہ شاہان بھی ڈر کر پیچھے ہٹ گیا کھوپڑی کے اچھلنے سے موم بتی نیچے گر کر بجھ گئی تھی وہ سمجھا کہ شاید عمل پورا ہو چکا ہے اس نے جیب سے ماچس نکال کر جلائی اور نیچے گری ہوئی موم بتی کو پھر سے روشن کیا۔ اور دیکھا کہ کھوپڑی اپنی جگہ پر ہی تھی مگر اس کے ماتھے سے اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا تھا اور کھوپڑی کی ایک آنکھ میں سے سیاہ دھوئیں کی ایک تیلی پھر ہر سانپ کیطرح بل کھاتی ہوئی باہر نکل رہی تھی اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کھوپڑی کی آنکھ کی سوراخ میں سے دھواں نکلنا بند ہو گیا اور سوراخ میں سے ایک کالا بچھو نکل کر آنکھ کے سوراخ سے چمٹ کر ساکت ہو گیا۔ وہ یہ سب کچھ بڑے غور سے دیکھ رہا تھا وہ خوفزدہ نہیں تھا مگر حیران ضرور تھا کہ یہ سب کچھ اس کے عمل پورا ہونے سے پہلے کیسے وقوع پذیر ہو گیا اس نے پھر دوبارہ عمل پڑھنا شروع کر دیا ابھی اس نے دوبارہ عمل پڑھنے شروع کیے ہی تھے کہ اچانک وہ ہی ڈراؤنی چیخ ایک بار پھر بلند ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کھوپڑی اچھل کر اتنے زور سے شاہان کے ماتھے سے ٹکرائی کہ وہ پیچھے کو گر پڑا موم بتی گر گئی تھی اس پر اب خوف طاری ہو گیا وہ گھبرا کر اٹھا اور قبر سے نکل کر قبرستان کی ڈیوڑھی کی جانب بھاگا پھر وہ ڈیوڑھی سے کل کر وہ بھاگتا ہوا اندھیرے میں اجاڑ میدان کی سوکھی جھاڑیوں سے الجھتا ہوا ایک کھیت میں آکر بیٹھ گیا اس کا سانس پھول گیا تھا ماتھے پر پسینہ آگیا تھا جسم گرم ہو رہا تھا اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ سب کچھ کیا اور کیسے ہو گیا تھا وہ گرتا پڑتا اپنے مکان پر آگیا دروازہ کھول کر اوپر کمرے میں جا کر بستر پر گر پڑا اور گرتے ہی اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی اسے ہوش اس وقت آیا جب اس کے کان میں اس کی بہن صدف کی آواز آئی یہ آواز اسے دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی صدف کہہ رہی تھی بھائی دوائی لے لو اور شاہان نے آنکھیں کھول دیں اس کی آنکھوں میں سے سینک نکل رہا تھا اس نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا مگر وہ اپنے جسم کو حرکت نہ دے سکا اس نے دیکھا کہ وہ اپنے بستر میں اسی حالت میں پڑا ہے روشندان میں سے دن کی روشنی آرہی تھی صدف باجی اور امی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں

اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپی کے ہاتھ میں شیشے کا گلاس ہے۔ جس میں کسی دوائی کا نسواری رنگ کا مکسچر ہے شاہان نے کچھ بولنا چاہا لیکن یہ دیکھ کر اس کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی کہ اس کی زبان بند ہو گئی تھی وہ بول نہیں سکتا تھا اس نے منہ کھول کر کچھ کہنا چاہا مگر اس کا منہ نہ کھل سکا شاہان کی صرف آنکھیں حرکت کر رہی تھیں یعنی سارا جسم جیسے جیسے پتھر کی طرح سخت ہو گیا تھا اس کے ساتھ یہ کیا ہو گیا تھا یہ سوچ کر اس کا دل ڈوبنے لگا تھا وہ سب کی سن رہا تھا اسے اپنی باجی صدف اور امی کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی اس کی ماں رو رو کر پکار رہی تھی مگر وہ بول نہیں سکتا تھا ہاتھ اٹھا کر دوائی کا گلاس تک نہیں پکڑ سکتا تھا امی اور باجی سخت گھبرائی ہوئی تھیں تھوڑی دیر بعد ابو بھی آ گئے وہ بھی بیٹے شاہان کی وجہ سے کافی پریشان تھے آتے ہی یہاں کی صورت حال دیکھ کر انہوں نے باجی سے دوائی کا گلاس پکڑ کر اور شاہان کا منہ کھول کر چمچ سے دوائی ڈالنے کی کوشش کی مگر اس کے بند ہونٹ اپنی جگہ پر سخت ہو گئے تھے امی اور باجی رونے لگی ابو نے دوائی کا گلاس ایک طرف رکھا اور امی اور باجی کو تسلی دے کر جلدی سے کمرے سے نکل گئے۔ وہ تھوڑی دیر بعد ابو محلے کے ایک ڈاکٹر کو لے کر آ گئے۔ ڈاکٹر نے بیٹھ گئے اور شاہان کے دل کی دھڑکن چیک کرنے لگے پھر اس نے بلڈ پریشر چیک کیا وہ آنکھ کھولے ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا ڈاکٹر نے ہلکی سی تسلی آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

اقبال صاحب گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے آپ کا بیٹا شاہان جلدی ٹھیک ہو جائے گا ڈاکٹر نے اپنے بیگ سے ایک سرنج نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی اور ایک چھوٹی سی شیشی کا اوپر کا حصہ کاٹ کر سرنج میں ٹیکے کی دوائی بھری اور پھر اس کے سیدھے بازو پر سے آستین اونچی کی اور بازو میں انجکشن لگانے کے لیے جھکا جیسے ہی ڈاکٹر نے شاہان کے بازو میں سرنج کی سوئی چبھونے کی کوشش کی سوئی ٹوٹ گئی ڈاکٹر کو ایسا لگا جیسے اس نے پتھر میں سوئی چبھو دی ہو ڈاکٹر نے جلدی سے اس کے بازو کو ٹٹولا اس کا بازو پتھر کی طرح سخت ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے شاہان کے سارے جسم کے حصوں کو ٹٹول کر دیکھا اس کا سارا جسم پتھر کا بن چکا تھا۔ ڈاکٹر یہ دیکھ کر خود حیران رہ گیا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں ڈاکٹر نے شاہان سے مخاطب ہو کر کہا یہ سب کیا کیسے ہوا اس نے کوئی جواب نہ دیا وہ ٹکٹکی باندھے ڈاکٹر کو رحم طلب نظروں سے تکتا رہا۔ ڈاکٹر نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر دبایا مگر ہونٹ بھی پتھر کی طرح سخت تھے ڈاکٹر نے جلدی سے سیٹھوسکوپ بیگ میں رکھی اور اقبال صاحب سے کہا۔

انہیں فوراً ہسپتال لے چلو۔

یہ سن کر شاہان کی والدہ اور بہن پریشان ہو گئے۔ کہ ان کے بچے کے ساتھ کیا ہو گیا ہے وہ آگے ہی شاہان کے خوابوں اور کچھ پراسرار واقعات کی وجہ سے پریشان تھے اور اب اوپر سے یہ حادثہ ہو گیا۔ ان سب کی ہوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب ہو چکی تھی ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اب کون سا قدم اٹھائیں ان کا بچہ صحت یاب ہو سکے کافی تھک ہار کر اقبال صاحب نے حوصلے سے کہا۔

آپ سب لوگ ہمت نہ ہاریں انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بس اللہ سے مدد مانگو کیونکہ وہ ذات تو ہے جو سب سے اعلیٰ اور سب کائنات کی مالک ہے اور انشاء اللہ وہ رب کی ذات ہمارے بیٹے شاہانے کے لیے کچھ بہتر ہی کرے گی تو اقبال صاحب سے جلدی سے محلے کے دو تین آدمیوں کو بلایا اور شاہان کو کار میں ڈال کر ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ اور والدہ اور بہن بھی ساتھ ہی تھیں اس وقت دن کے گیارہ بج رہے تھے ہسپتال کے ڈاکٹروں نے اس کو چیک کیا مگر ان کی بھی سمجھ میں نہ آیا کہ مریض کو کیا ہو گیا ہے نہ اسے انجکشن لگ سکتا ہے اور نہ ہی خوراک دی جا سکتی ہے۔ صرف شاہان کا دل بدستور دھڑک رہا تھا وارڈ کے انچارج نے الگ ہو کر اپنے باقی

ڈاکٹر نے کہا۔
یہ شخص تقریباً مر چکا ہے صرف دل ابھی تک دھڑک رہا ہے اور آنکھوں میں ابھی تھوڑی بہت حرکت ہے تھوڑی دیر بعد وہ بھی ختم ہو جائے گی۔
شاہان کے سب گھر والے اس کے بستر کے قریب بیٹھ گئے اور وہ ہسپتال کے بیڈ پر ساکت لیٹا ہوا تھا۔ وارڈ میں لوگوں کے چلنے پھرنے اور ڈاکٹروں نرسوں کی آپس میں باتیں کرنے کی برابر آواز سن رہا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے اس کی بات کیوں مانی اس کی بات مان کر تو وہ یہاں تک پہنچا ہے کاش وہ اس کی بات نہ مانتا لیکن اب ایسے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے دل کی دھڑکن مدہم پڑتی جا رہی تھی اور اسے اپنی آنکھوں کو حرکت دینے میں دقت پیش آ رہی تھی دن کے ایک بجے کے قریب شاہان کے دل کی دھڑکن بند ہو گئی اور اس کے فوراً بعد اس کی آنکھیں بھی پتھرا گئیں وارڈ کی نرس راؤنڈ لگاتے ہوئے اس کے پاس آئی اس نے شاہان کی پتھرائی ہوئی آنکھیں دیکھیں تو جلدی سے ڈاکٹر کو بلایا ڈاکٹر نے آ کر چیک کیا سب گھر والے جو پریشان صورت لیے پاس ہی کھڑے تھے ڈاکٹر نے کہا۔
اقبال صاحب مریض کا انتقال ہو چکا ہے۔
کیا۔ یہ سننا تھا کہ شاہان کی امی اور بہن دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں اقبال صاحب کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔ وہاں ماتم کا سماں بندھ گیا تھا۔
ہمیں آگے رپورٹ کرنی ہے اور پوسٹ مارٹم بھی۔
شاہان کے دل کی دھڑکن بند ہو چکی تھی اس کی آنکھیں پتھرا کر ایک جگہ ساکت ہو گئی تھیں مگر شاہان دیکھ سکتا تھا ڈاکٹر نے جب کہا کہ مریض مر چکا ہے تو شاہان نے چیخ کر کہنا چاہا کہ وہ مرا نہیں ہے زندہ ہے لیکن وہ اپنی آواز نہ نکال سکا۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا سن رہا تھا وہ چیخ چیخ کر کہنا چاہتا تھا کہ وہ زندہ ہے مرا نہیں ہے مگر ان کی آواز اس کے حلق سے نہیں نکل رہی تھی پولیس بھی آ چکی تھی انسپکٹر نے ڈاکٹر سے پوچھا۔
ڈیڈ باڈی کی پوسٹمارٹم کی رپورٹ کب تک مل جائے گی۔
یہ سن کر شاہان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ پوسٹ مارٹم کا مطلب تھا کہ اب اس کے جسم کو چیرا پھاڑا جائے گا ڈاکٹر نے انسپکٹر سے کہا۔
آپ کو ایک گھنٹہ تک پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل جائے گی۔
انسپکٹر اقبال صاحب سے مخاطب ہوا اور کہا۔
یہ آپ کا کیا لگتا ہے۔ ہمیں اس لاش کی پوسٹ مارٹم رپورٹ چاہیے ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کو مارا گیا ہے یا پھر زہر تو نہیں دیا گیا ہے۔
اقبال نے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ یہ میرا بیٹا ہے۔
او کے ٹھیک ہے اب ہمیں قانونی کاروائی کرنی ہے۔
شاہان کی لاش کو پوسٹ مارٹم والے کمرے میں پہنچا دیا گیا ڈاکٹر نے جب اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرنے لگا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لاش پتھر کی طرح سخت ہو چکی ہے اس نے اس وقت وارڈ کے انچارج کو اطلاع دی انچارج نے پولیس کو ساتھ لیا اور پوسٹ مارٹم روم میں آ گیا۔ لاش کو ایک بار پھر چیک کیا گیا لاش اتنی سخت ہو چکی تھی کہ پوسٹ مارٹم کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا پولیس انسپکٹر نے یہ صورتحال دیکھی تو وہ بھی پریشان

ہو گیا۔ پھر جو جو قانونی کاروائی کرنی تھی کی گئی اور لاش کو وراثہ کے حوالے کر دیا گیا۔ رفیقہ بی بی اور صدف روتے ہوئے وہ لاش کو گھر واپس لے آئے شاہان سب کچھ دیکھ رہا تھا سب کچھ سن رہا تھا مگر کسی کو پتہ نہیں تھا اور وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ وہ سن سکتا ہے اور زندہ ہے اسے مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہے۔ وہ اس تصور سے کانپ رہا تھا اب اس کو زمین میں دفن کر دیا جائیگا۔ محلے کے لوگ ان کے گھر میں جمع ہوتے جا رہے تھے ہر ایک آنکھ اشکبار تھی جوان بیٹے کی موت پر وہ چیخ رہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے میں زندہ ہوں لیکن زبان حرکت نہیں کر رہی تھی ہر طرف رونا دھونا تھا وقت ایسے ہی بیتتا جا رہا تھا۔ جب غسل کی باری آئی اس کے اوپر پانی ڈالا جانے لگا۔ تو اس نے اونچی آواز میں کہنا چاہا یہ کیا کر رہے ہو ابو جان میں ابھی مرا نہیں ہوں میں زندہ ہوں۔ لیکن وہ آواز نہ نکال سکا۔ اس کی وہاں سنتا کون کچھ دیر بعد انکل جواد اور ان کا بیٹا بھی آ گئے تھے ان کی آنکھیں بھی نم تھیں ظاہر ہے شاہان کا علاج کیا تھا ان کے ساتھ سب ہی سمجھ رہے تھے کہ اقبال صاحب کے جوان بیٹا شاہان کا انتقال ہو چکا ہے اور اب اسے قبرستان میں دفن کر دیا جائیگا۔

شاہان کی حالت اندر سے بہت بری ہو رہی تھی اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہاں سب لوگ اسے مردہ سمجھ رہے تھے جبکہ وہ زندہ تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اسے زندہ دفن کیا جانے والا تھا وہ ان سب کو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مجھے قبر میں مت اتارنا میں زندہ ہوں تم مجھے دفن کر دو گے تو پھر میں ضرور مر جاؤں گا مگر اس کی آواز کسی کو بھی سنائی نہیں دے رہی تھی سب کچھ کام سے فارغ ہونے کے بعد اسے کفن پہنا کر جب گھر کی دہلیز سے اٹھایا گیا۔ تو اس وقت کا منظر دیکھ کر سب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے جب ایک ماں اپنے جوان بیٹے کی موت پر اور ایک بہن اپنے بھائی کی موت پر وارے جا رہی تھی کہ جیسے وہ جانے نہ دے گیں۔ مگر اماں یہ غم برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی سب عورتیں اور باجی امی کی طرف بڑھیں شاہان کا امی اور باجی ابو کا یہ حال دیکھ کر چیخ چیخ کر رونے کو جی چاہ رہا تھا مگر وہ بھی کیا کر سکتا تھا وہ جانتا تھا کہ امی ابو اور باجی اسے کتنا پیار کرتے ہیں خیر سب اسے اٹھا کر قبرستان میں لے گئے قبر پہلے سے کھودی جا چکی تھی وہاں کوئی گور کن تو تھا نہیں اسی لیے خود ہی قبر بنائی گئی تھی شاہان کے زندہ جسم کو مردہ سمجھ کر قبر میں اتار دیا گیا۔ پھر مٹی ڈال کر اس کی ایک ڈھیڑی سی بنا دی اور جو لوگ جنازے کے ساتھ آئے تھے وہ واپس چلے گئے صرف اس کے ابو اور انکل جواد اور حیدر قبر پر اکیلے رہ گئے تھے اقبال شاہان کی قبر سے لپٹ کر روتے ہوئے بولے۔

میرے بچے اب ہم کس طرح جئیں گے تیرے بنا تیری ماں تیری بہن تیرے جانے کے بعد ان کا کیا حال ہوگا یہ تو نہیں جانتا۔ جواد نے ان کو کافی تسلیاں دیں اور پھر اسے اٹھا کر گھر کو چل دیئے۔ شاہان قبر میں خوف سے بے ہو گیا تھا اس کے سننے اور محسوس کرنے کی جو حس تھی وہ بھی ختم ہو گئی تھی قبرستان میں سورج ڈھلنے لگا شام کے سائے تیزی سے بڑے ہونے لگے شام کے سائے گہرے ہو کر رات کی تاریکی میں بدل گئے اور قبرستان میں پہلے سے بھی زیادہ موت کا سناٹا چھا گیا سیاہ ماتمی رات دھیرے دھیرے گزر رہی تھی۔

کیا واقعی شاہان مر گیا تھا شاہان کے جانے کے بعد اس کے امی ابو اور باجی کا کیا بنا جوگی بابا کی بات پوری ہوئی کہ نہیں اور چرن کی بدروح کہاں گئی یہ سب جاننے کے لیے ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ ضرور پڑھیں۔ اور اپنی رائے سے نوازیں۔ ریاض بھائی آپ کے لیٹر کو پڑھ کر میں نے قسط وار کہانی بھیج دی ہے امید ہے باقی ساتھی بھی جلد لوٹ آئیں گے۔ خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد

طلسمی ٹوپی

---تحریر: ایم ذاکر۔ ہلاں۔ آزاد کشمیر آخری حصہ

سیف دین کو گھر جاتے ہوئے شام ہو گئی تھی ابھی وہ گھر سے کافی دور تھا کہ چار سو اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا تھا اس کے پاس روشنی کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا وہ راستہ ٹٹول ٹٹول کر چل رہا تھا اچانک ہی اس کو بہت دور سے روشنی کا ایک ہالہ سا نظر آیا۔ جو اندھیرے کو چیرتا ہوا خلا میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا وہ وہیں کھڑا ہو کر روشنی کے اس ہالے کو دیکھنے لگا وہ حیران تھا کہ اس روشنی کے ہالے کی روشنی بہت محدود تھی دائیں بائیں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا مگر اس روشنی کے ہالے کو کنٹرول کرنے والا نظر نہیں آ رہا تھا اس کی روشنی پھیلی ہوئی بھی نہیں تھی۔ اتنے میں وہ روشنی کا ہالہ آ کر اس کے سر پر منڈلانے لگا تب اس پر یہ انکشاف ہوا کہ دراصل جس کو وہ روشنی کا ہالہ سمجھ رہا تھا وہ ایک بہت بڑا عفریت تھا۔ جو ہوا میں اڑتا ہوا آ کر اس کے سر پر منڈلانے لگا تھا اور وہ روشنی کا ہالہ اس کی آنکھ تھی جس سے چمکدار شعاع نکل رہی تھی اور آنکھ سرخ انگارے کی طرح دہک رہی تھی جو اندھیرے میں روشنی کا ہالہ نظر آ رہی تھی اتنا بڑا عفریت ہوا میں دیکھ کر ڈر کے مارے اس کے پورے بدن سے پسینہ چھوٹ گیا تھا اور وہ پسینے میں نہا گیا تھا وہ ہوا میں معلق تھا پھر سیدھا زمین پر کھڑا ہو گیا اس نے غور سے دیکھا وہ کوئی عورت نما عفریت تھی اس کے خدوخال اور نقش ونگار سے وہ کوئی چڑیل نما عورت لگ رہی تھی جس کے لمبے لمبے بال ہوا میں لہرا رہے تھے اب اس کی لمبائی کا اندازہ صحیح طور پر ہو رہا تھا۔ وہ سایہ بہت لمبا ہو گیا تھا بہت دور خلا میں جا کر اس کی چمکتی ہوئی آنکھ نظر آ رہی تھی جیسے دور آسمان پر چمکتا ہوا کوئی ستارہ ہو وہ بالکل راستے کے درمیان میں کھڑا تھا سیف دین نے اب اس کو اس حالت میں دیکھا تو وہ اور بھی ڈر گیا کیونکہ اب وہ اس کے راستے میں دیوار بنا کھڑا تھا وہ ساکت وجامد اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس کا خون جسم میں جمتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس کی تمام قوت سلب ہو گئی تھی۔ وہ بت بنا کھڑا اس عفریت نما چڑیل کی طرف دیکھ رہا تھا کافی دیر تک وہ اسی گومگو کی کیفیت میں کھڑا رہا وہ اسی عفریت کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اچانک ہی دو ہاتھ اس کی طرف بڑھے اور اس کو اوپر اٹھا لیا اب وہ زمین اور آسمان کے درمیان ہوا میں دو ہاتھوں کے درمیان معلق تھا۔ اس کو زمین تو نظر نہیں آ رہی تھی مگر آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے بہت قریب محسوس ہو رہے تھے وہ دھکتی ہوئی اس انگارہ آنکھ کو بالکل کسی ستارے کی طرح اپنے قریب محسوس کر رہا تھا اور سرگوشی ہوئی میں قربان جاؤں میرے محبوب میں آپ کی چاہت میں ماری ماری پھر رہی ہوں کسی بھی پل چین نہیں آتا آج اچانک ہی ادھر سے میرا گزر ہوا اور اس اندھیرے میں میری اس طلسمی آنکھ نے آپ کو دیکھ لیا اور خوشی کے مارے میں پاگل ہو گئی کہ جس محبوب ہستی کو میں کب سے ڈھونڈ رہی تھی آج وہ اچانک ہی اس۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

گویا وہ ڈیڑھ گھنٹے میں جنات کی تمام دنیا گھوم آیا تھا اور اس کو احساس تک نہیں ہوا تھا کہ محض ڈیڑھ گھنٹہ وہ گھر سے دور رہا ہے اس کی حیرانگی میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تمام گھر والے ابھی تک



سوئے ہوئے تھے اور اسی سوچ و بچار میں فجر کی اذان بلند ہوئی اور وہ مسجد میں نماز ادا کرنے چلا گیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد وہ گھر واپس آیا۔ گھر کے تمام افراد بھی جاگ اٹھے تھے گھر والوں کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ہمارا ابیثارات کو پرستان کی سیر کر کے واپس آ گیا ہے رات بھر کی تمام فلم ابھی تک اس کے ذہن کے پردہ سیمین پر چل رہی تھی اس کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ جنوں اور دیوتاؤں کی بستی سے ہو کر آیا ہے اس کو وہ سب کچھ ایک خواب کی مانند لگ رہا تھا حالانکہ وہ خواب نہیں تھا ایک حقیقت تھی ایک ایسی حقیقت جس کو کوئی بھی تسلیم نہ کرتا اگر وہ کسی سے بات کرتا تو سننے والا پاگل سمجھتا وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کی والدہ نے اس کو آواز دی بیٹا سیف ناشتہ کرلو وہ سوچ کی دنیا سے باہر آ گیا اور اٹھ کر ناشتہ کرنے دوسرے کمرے میں چلا گیا جہاں سب گھر والے اس کا انتظار کر رہے تھے وہ ناشتہ کر کے اپنے کمرے میں واپس آ گیا اور ایک بار پھر سوچوں کی دنیا میں گم ہو گیا اس بار وہ زیر زمین دنیا کی سیر کر رہا تھا اس کو ایک جگہ زمین کے اندر ایک شگاف سا نظر آیا۔ اتنا بڑا تھا کہ اس کے اندر با آسانی ایک شخص داخل ہو سکتا تھا اور وہ اس شگاف سے زمین کے اندر اتر گیا اندر کا ماحول بہت ہی عجیب تھا اندر پیلے رنگ کے پہاڑ نظر آ رہے تھے دوسری طرف لوہے جیسے پہاڑ تھے کسی جگہ پیتل اور تانبے کی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں کہیں سیسہ کرومائٹ اور گندھک کے ٹیلے نظر آ رہے تھے کسی جگہ کوئلے جیسی سیاہ کالی پہاڑیاں ایستادہ تھیں کسی جگہ تیل پٹرول اور ڈیزل کے تالاب نظر آ رہے تھے جس کی بو سے اندر کی فضا آلودہ ہو رہی تھی گویا زمین کے اندر ایک خزانہ چھپا ہوا تھا۔ اور وہ اس خزانے کے بیچ و بیچ سیر کرتا ہوا گزر رہا تھا۔ اور بھی طرح طرح کی بے شمار چیزیں نظر آ رہی تھیں جن کو دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا گویا زیر زمین ایک اور ہی دنیا آباد تھی جس کا علم اوپر والوں کو نہیں تھا اس دنیا کا علم صرف اور صرف مالک دو جہانکو تھا جس نے زمین کے سینے کے اندر بے بہا خزانہ چھپا رکھا تھا جہاں بستی و آبادی کا نام و نشان تک نہیں تھا وہ آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا تاحد نگاہ عجیب سی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں اور وہ نامعلوم سی منزل کی طرف رواں دواں تھا چلتے چلتے پہاڑیوں کی حد ختم ہو چکی تھی وہ اونچی سرخ تانبے جیسی پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا تھا اور اس کے سامنے کا منظر اس کے سامنے تھا پہاڑی کے نیچے ایک بہت بڑا گہرا سمندر تھا جس کی وسعتیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں صاف اور چمکدار پانی نظر آ رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی حدیں کہاں کہاں جا کر ملتی ہیں اور کہاں کہاں جا کر ختم ہوتی ہیں یوں سمجھ لیں کہ اس کے آگے کوئی دوسری بستی تھی۔ جس کا نام سمندر تھا۔ چاروں طرف صاف وشفاف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ سامنے کا نظارہ دیکھ کر اس نے ایک جھرجھری لی اور خوف سے اس کا رواں رواں کانپ اٹھا اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ نیچے گر جاتا۔ اس نے خود کو قابو کر رکھا تھا مگر پھر بھی کوئی حادثہ ہونے والا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور خوف سے زمین اس کے پیروں تلے سے کھسک رہی تھی اب وہ سمندر میں گرنے ہی والا تھا کہ اسکو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ پہاڑی سے نیچے سمندر میں لڑھک گیا پھر اس کا سر پانی کی سطح پر جا لگا اور وہ ہوش کی دنیا میں واپس آ گیا وہ اپنی چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا اس کا پورا جسم پسینے میں بھیگا ہوا تھا اور اس کے دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ اور آہستہ آہستہ دل کی دھڑکن کم ہوتی جا رہی تھی اب وہ مکمل ہوش کی دنیا میں واپس لوٹ رہا تھا اس نے سر سے ٹوپی اتار دی سر پر اچھی طرح ہاتھ پھیرا اور پھر ٹوپی سر پر رکھ دی اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ باہر دن کافی

چڑھ آیا تھا وہ اپنے سنگی دوستوں کی طرف چلا گیا۔ کام کاج کوئی نہیں تھا اور گھر بیٹھ کر دن گزارنا بہت مشکل تھا اس لیے وہ دوستوں کی طرف چلا گیا اور سارا دن گاؤں میں گھومتا رہا اس کا دل کہیں بھی نہیں لگ رہا تھا کام بھی کوئی خاص نہیں تھا جس میں اس کا دل لگا رہتا گھر پر وہ بور ہوتا تھا رات کو وہ اپنے میں آکر سو گیا پہلے پہر تو اس کو نیند نہ آئی مگر دوسرے پہر وہ گہری نیند سو گیا۔ صبح جب بیدار ہوا تو ایک لرزا خیز خبر اس نے سنی جس کو سن کر وہ تڑپ اٹھا رات کو نادر کے گھر ڈاکا پڑا تھا جس کے نتیجے میں ڈاکو تین افراد کو قتل کر کے گھر کا تمام مال بھی ساتھ لے گئے تھے نادر کی بیٹی کی شادی ایک ہفتے کے بعد ہونے والی تھی اس نے بیٹی کے لیے جہیز اور زیور بنا کر رکھے تھے جہیز کی تو تمام چیزیں موجود تھیں مگر تمام زیورات ڈاکو لے اڑے تھے بھاری بھرکم چیزیں شاید وہ لے جانے سے قاصر رہے تھے اس لیے وہ ان کے کام کی نہیں تھیں اور پھر ڈاکوؤں سے مزاحمت کرنے پر نادر اس کے بیٹے اور بیٹی سمیت جس کی اگلے ہفتے شادی ہونے والی تھی تینوں کو قتل بھی کر دیا تھا یہ ڈکیتی پہلی ڈکیتی سے بھاری تھی اور کافی عرصے کے بعد واردات ہوئی تھی اس سے قبل بھی ڈاکو ایک گھر کے فرد کو قتل کر کے مال واسباب لے اڑے تھے اس بار ڈاکوؤں نے بڑی احتیاط اور مہارت سے یہ ڈکیتی اور قتل کیے تھے انہوں نے اپنے حلیے کافی حد تک بدلے ہوئے تھے اور کوئی آدمی بھی ان کو دیکھ کر نہیں پہنچان سکتا تھا اگر کوئی جان پہچان والا ان کو دیکھ بھی لیتا تو وہ کبھی بھی ان کو نہ پہنچان سکتا رات کی تاریکی میں وہ با آسانی واردات کر کے بھاگ نکلے تھے اس بار بھی پولیس کو اطلاع دی گئی اور پولیس پارٹی اپنی ٹیم کے ساتھ جائے واردات پر پہنچ گئی اور تفتیش میں مصروف ہو گئی۔ اس بار بھی تفتیشی ٹیم کا سربراہ وہ تھانیدار تھا اس نے گاؤں کو اکٹھا کر رکھا تھا جس میں ہر عمر کے لوگ شامل تفتیش تھے وہ لوگوں سے پوچھ گچھ کر رہا تھا تاہم وہ ابھی تک کسی بھی نتیجے میں پہنچ سکا تھا۔

آج تفتیش کے عمل کو تیسرا دن تھا۔ کئی بے گناہ لوگ اس ظالم کی تفتیش کی بھینٹ چڑھے ہوئے تھے ادھر سیف دین بڑے اضطراب میں مبتلا تھا اور وہ ابھی تک ان کی طرف نہیں گیا تھا اور نہ ہی ابھی تک اس کو کسی نے بلایا تھا اور نہ ہی تھانیدار کے ذہن میں تھا کہ سیف دین نامی جوان بھی یہاں پر کوئی ہے کیونکہ پہلے والے واقعہ کو وہ تقریبا بھول چکا تھا جو سیف دین کا اضطراب حد سے بڑھ گیا تو وہ بیہوشی کے عالم میں چارپائی پر گر پڑا جیسے ہی وہ دنیا سے بے خبر ہوا تو اس کی خاموش آنکھوں میں ایک دم روشنی سی پھیل گئی جیسے اچانک ہی کسی نے بلب روشن کر دیا ہو۔ اور پھر اس کے ذہن پر ایک ریل سی چل پڑی اس نے دیکھا کہ جنگل کی نکڑ سے چار افراد گاؤں میں داخل ہوئے ہیں انہوں نے اپنے چہرے سیاہ چادروں سے ڈھانپ رکھے تھے اس کو وہ اشخاص کچھ جانے پہنچانے سے لگ رہے تھے مگر وہ اس کے ذہن میں نہیں آ رہے تھے کہ ان کو کب اور کہاں دیکھا ہے وہ رات کی تاریکی میں چلتے ہوئے نادر کے گھر کے سامنے آکر رک گئے ان میں سے ایک نے دروازے پر دستک دی اور پھر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا اس نے دوسری بار دروازہ بجایا اور اندر سے نادر نے درواز ہ کھولا اور پوچھا کون ہے۔ اتنے میں ایک رائفل بردار شخص اس کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا اور ساتھ ہی اس کے تینوں ساتھی بھی اندر داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر کے اندر سے کونڈی لگا دی رائفل بردار ڈاکو بولا۔

جو کچھ بھی تم نے جمع کر کے رکھا ہے نکال کر ہمارے حوالے کر دو اور ہم خاموشی سے چلے جائیں گے اگر نہیں دیتے تو پھر ہم طاقت کے زور پر لوٹ کر لے جائیں گے اس نے کہا۔

میں غریب آدمی ہوں میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے بے شک تم لوگ گھر کی تلاشی لے لو اس نے کہا،

تمہاری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے اس کے لیے جو زیور بنایا ہے وہی دے دو ہم واپس چلے جائیں گے۔

اس کے مسلسل انکار کی وجہ سے انہوں نے اس کو تشدد کا نشانہ بنایا اور اس نے اپنی جان کے خوف کی وجہ سے زیور نکال کر ان کے حوالے کر دیئے ابھی وہ جانے کے لیے پلٹے ہی تھے کہ نادر کا بیٹا اور بیٹی ان کے راستے میں آ گئے وہ کافی دیر سے ان کی گفتگو سن رہے تھے باپ کو بے بس دیکھ کر اس کا جوان سالہ بیٹا ان سے بولا۔

زیور واپس دے دو۔ میں زیور واپس لے کر ہی رہوں گا۔ آپ لوگ میری لاش پر سے گزر کر جائیں گے میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا وہ ڈٹ کر ان کے راستے میں کھڑا ہو گیا ڈاکوؤں نے بہت کوشش کی مگر وہ راستے سے نہیں ہٹا۔ پھر مجبوراً رائفل بردار کو گولی چلانا پڑی اور وہ گولی سیدھی اس کے سینے سے پار ہو گئی جب لڑکی نے بھائی کو گولی لگتے دیکھا تو وہ آپے سے باہر ہو گئی اور وہ کلہاڑی لے کر ان کے سامنے آ گئی رائفل بردار پہلے ہی تیار تھا دوسری گولی لڑکی کے سر پر لگی اور وہ وہی گر کر ڈھیر ہو گئی ان کا باپ نادر ساکت کھڑا یہ تمام منظر دیکھ رہا تھا جب وہ ان دونوں کو لقمہ اجل بنا کر باہر نکلنے لگے تو یک لخت اس کے مردہ جسم میں جان آ گئی۔ اور وہ للکار کر بولا۔

ٹھہرو تم قاتل ہو ایسے نہیں جا سکتے وہ للکار کر ان کی طرف دوڑا تیسری گولی اس کے سینے سے پار ہو گئی اس طرح تیسرا ان کا باپ جو چشم دید گواہ تھا وہ بھی انہوں نے ابدی نیند سلا دیا اور خود وہاں سے رفو چکر ہو گئے اب وہ اس سیاہ اندھیری رات میں گاؤں کی حد سے باہر جا چکے تھے کسی کو کان و کان خبر نہ ہوئی رات کے پچھلے پہر گاؤں میں اتنی بڑی لرزا خیز واردات ہو چکی تھی اب وہ ایک نالہ عبور کر کے جنگل میں داخل ہو چکے تھے آج ان کی پناہ گاہ کوئی اور جگہ تھی۔ وہ پہلے والی جگہ نہیں تھی یہ پناہ گاہ پہلی سے بھی سیف اور پوشیدہ تھی وہ جنگل کے آخری حصہ میں بنائی گئی تھی جہاں انسان کا گزر بہت کم ہوتا تھا وہاں چاروں طرف اونچے اونچے ٹیلے تھے جو خود دراجھاڑیوں اور درختوں سے ڈھکے ہوئے تھے انسان کے وہم وگمان میں بھی وہ جگہ نہیں آ سکتی تھی جو انہوں نے پناہ گاہ بنا رکھی تھی اب وہ اپنی پناہ گاہ میں پہنچ کر اپنی فتح کا جشن منا رہے تھے انہوں نے اپنے نقاب اتار دیئے تھے وہ ان کو دیکھ رہا تھا اور پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا آخر کار اس کے ذہن میں چھپی ہوئی حس نے اس کو بتا دیا کہ یہ فلاں فلاں اشخاص ہیں جو پہلے بھی بے نقاب ہو چکے ہیں یہ تو وہی قادر ڈاکو اور اس کے ساتھی ہیں جنہوں نے آج مختلف میک اپ کر رکھا تھا جس کی وجہ سے پہچاننے میں دقت محسوس ہو رہی تھی۔ اور یہ پہلے بھی گاؤں میں قتل اور ڈکیتی کی واردات کر چکے ہیں جس سے وہ بچ نکلے تھے دوسری بڑی واردات بھی آج انہوں نے ہی کی ہے اب وہ اس واردات اور قتل کی پوری تہہ تک پہنچ گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہاں ایک اور چہرہ نمودار ہوا جس نے نقاب کر رکھا تھا اس کو دیکھ کر وہ سب کھڑے ہو گئے اور وہ ایک طرف بیٹھ گیا اس نے ان سے پوچھا۔

کام کیسا رہا۔

قادر بولا بہت اچھا رہا ہاتھ بہت کچھ لگا ہے مگر تین انسانوں کی قربانی کے بعد۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ وہ نقاب پوش بولا۔

مطلب یہ کہ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے کچھ بندے قربانی دینا پڑے تب جا کر کچھ حاصل ہوا۔

تیرا مطلب ہے تین قتل۔

ہاں استاد مجبوری تھی۔وہ ہمارا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے تھے ہم بڑی مشکل میں پھنس گئے تھے اگر ہم ان کو قتل نہ کرتے تو پھر خود قتل ہو جاتے۔اور پھر سارا بانڈا پھوٹ جاتا۔

اچھا کوئی بات نہیں تم لوگوں کو دیکھا تو کسی نے نہیں ہے کوئی نشان وغیرہ تو وہاں نہیں چھوڑ آئے ہو۔

نہیں استاد ایسا کوئی نشان نہیں چھوڑا ہے قادرا کچی گولیاں نہیں کھیلتا۔سب نشان مٹا دیتا ہے فکر کی کوئی بات نہیں نقاب پوش مطمئن ہوگیا۔

ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے باقی سب میں سنبھال لوں گا۔نقاب پوش نے کہا۔

استاد عیاشی کے لیے بھی بہت بندوبست ہے پینے پلانے کے لیے بھی بہت کچھ ہے۔

اچھا پھر شروع کرو پہلے کھانا کھاتے ہیں اور پینے پلانے والا پروگرام بعد میں دیکھتے ہیں۔ جلدی کرو بہت بھوک لگی ہے میرے پیٹ میں بھوک سے چوہے دوڑ رہے ہیں صبح سے کھایا پیا نہیں ہے مجھے اس بات کی فکر اور خوف تھا اب دل مطمئن ہوگیا ہے کہ تم کامیاب واپس لوٹ آئے ہو۔باقی مال کے حصے بعد میں ہوتے رہیں گے۔اپنی گفتگو ختم کرنے کے بعد نقاب پوش نے نقاب اتارا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں وہ کوئی اور نہیں تھا وہ تھانیدار تھا وہی تھانیدار جو تفتیش کر رہا تھا اور وہ ان کا ساتھی تھا وہی جس کے ساتھ اس کا پہلے پالا پڑ چکا تھا وہ سب کھانے میں مصروف ہوگئے اور سیف دین نے ایک جھرجھری لی اور اپنی آنکھیں کھول دیں وہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا فلم کا سین ختم ہو چکا تھا اور تمام مناظر اس کے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئے تھے اب دوسری بار وہ ان ڈاکوؤں کو بے نقاب کرنے والا تھا اس کا دل خوشی سے سرشار تھا کیونکہ کئی بے گناہ بچنے والے تھے جن کا اس کیس سے کوئی واسطہ نہیں تھا آج تفتیش کا آخری دن تھا تھانیدار نے شک کی بنا پر پانچ افراد کو اپنے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر انکو ساتھ لے کر اپنی وین کی طرف بڑھ گیا اور جب سیف دین کو معلوم ہوا کہ تھانیدار بے گناہ پانچ افراد کو زبردستی اپنے ساتھ لے جا رہا ہے تو وہ فوراً وہاں پہنچ گیا تھانیدار نے جب اس کی طرف دیکھا تو وہ ٹھٹھک گیا اس نے اس کو پہلے بھی دیکھا تھا مگر اس کو یاد نہیں آرہا تھا سیف دین نے اس کو سلام کیا اور بولا۔

سرکار آپ ان بے گناہوں کو چھوڑ دیں اس واردات میں ان معصوم لوگوں کا کوئی ہاتھ نہیں ہے اب تھانیدار اس کو پہچان چکا تھا۔اور بولا۔

میں تم کو اچھی طرح جانتا ہوں تم چکر باز ہو آج میں تمہارے چکر میں نہیں آؤں گا اور ساتھ تجھ کو بھی شامل تفتیش کروں گا۔وہ بولا۔

بڑے شوق سے یہ شوق بھی پورا کر لینا میں حاضر ہوں پہلے میری بات غور سے سنو میں آپ کو ڈاکوؤں کے متعلق بتاتا ہوں بلکہ انکے ڈیرے تک بھی لے جاؤں گا اس کی بات سن کر تھانیدار کا ماتھا ٹھنکا۔کیونکہ اس سے قبل بھی اس کے ساتھ اس کا پالا پڑ چکا تھا اور وہ پہلے ہی اس پر ادھار کھائے بیٹھا تھا اس نے سپاہیوں سے کہا۔

اس کو بھی ہتھکڑی لگا کر وین میں بٹھا دیں ان کی بحث وتکرار سن کر گاؤں کے بہت سارے لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے ان میں سے چند معزز اشخاص نے کہا یہ بچہ جو کچھ کہتا ہے اس کی بھی سن لو شاید اس کے علم میں کوئی بات ہو اس طرح مسئلہ حل ہو جائے گا بزرگوں کی مداخلت پر تھانیدار کوڑیلے ناگ کی طرح بل کھا کر رہ گیا تھا اور اس نے اپنے دل میں اس سے بھیانک انتقام لینے کی ٹھان لی۔اس کو وین سے نیچے اتار کر ہتھکڑی کھول دی گئی تھی پھر وہ گاؤں کے دس بارہ معزز لوگوں کو ساتھ لے کر ڈاکوؤں کے اڈے کی طرف چل دیا ساتھ تھانیدار بھی تھا وہ سب لوگ تھانیدار کی قیادت میں ٹھیک ڈاکوؤں کے ٹھکانے پر

جا پہنچے تھے خوش قسمتی سے اس وقت ڈیرے پر کوئی بھی ڈاکو موجود نہیں تھا تھانیدار حیران تھا کہ یہ لڑکا بالکل صحیح جگہ پر لے آیا ہے تھانیدار کی وہ جگہ دیکھی بھالی تھی اس کے ماتھے پر پسینے کے چمکیلے قطرے سفید موتیوں کی طرح ڈھلک رہے تھے تاہم اس کی کیفیت سے سب ہی بے خبر تھے سوائے سیف دین کے صرف ایک شخص کو حقیقت کی خبر تھی وہ شخص تھا سیف دین جو اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ تاہم وہ اپنی کیفیت پر قابو پا کر بولا۔

ہاں بھائی بتا کہاں گئے ہیں ڈاکو یہ تو بیچارے بکروالوں کی جگہیں جو جگہ جگہ پڑاؤ ڈالتے ہیں ایسی تو بیسیوں جگہ اس جنگل میں موجود ہیں تو تو بڑے دعوے کر رہا تھا سیف دین بولا۔

ہاں جبھی تو میں آپ کو صحیح ڈاکوؤں کے ٹھکانے پر لے کر آیا ہوں۔

پھر ڈاکو کہاں گئے ہیں۔

وہ تو چلے گئے جہاں ان کو جانا تھا۔ مگر چیزیں آپ کو ادھر ہی سے مل جائیں گی وہ چیزیں ساتھ لے کر نہیں گئے ہیں۔

اچھا بھائی پھر چیزیں ہی برآمد کروا دو اس نے اسے مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

آؤ میرے ساتھ ابھی برآمد ہو جاتی ہیں وہ ان کو ساتھ لے کر ایک بینکر نما کمرے میں داخل ہو گیا جہاں پر کمرے کے کونے میں ایک سیاہ رنگ کا زنگ آلودہ لکڑی کا بکس رکھا ہوا تھا جس پر کوڑا کرکٹ پڑا ہوا تھا اور گرد و غبار سے اٹا تھا ایسے لگ رہا تھا یہ پرانا لکڑی کا بکس ویسے ہی ناکارہ پڑا ہوا ہے کسی بھی شخص کا ذہن اس کی طرف نہیں جاتا تھا۔ کہ اس بوسیدہ سے بکس میں کوئی کارآمد چیز رکھی جاسکتی ہے اس نے بکس کا بوسیدہ سا ڈھکن اوپر اٹھا دیا اس میں بھی کوڑ کواڑ بھرا ہوا تھا اس نے وہ کچرا اٹھا کر باہر پھینک دیا اور پھر نیچے سے زیور برآمد ہو گیا وہاں پر موجود سب لوگ حیران کھڑے دیکھ رہے تھے خود تھانیدار بھی حیران تھا کیونکہ اس کو بھی معلوم نہیں تھا کہ قادر نے زیور کہاں چھپا رکھے ہیں کیونکہ رات کو جب وہ یہاں آیا تھا تو قادر نے اس کو تسلی دی تھی کہ مال بڑی پوشیدہ جگہ پر چھپایا ہوا ہے جہاں پر فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے اب مال اس کے سامنے برآمد ہو چکا تھا۔ وہ سب لوگ وہاں سے واپس لوٹ آئے اور جن کا مال تھا وہ بے چارے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے کیونکہ ان کے پیچھے کوئی بھی نہیں تھا جس کو وہ مال دیا تھا لہٰذا گاؤں کے تمام لوگوں نے فیصلہ کیا کہ زیورات بیچ کر ان کی نیاز نذر کی جائے گی اس طرح ان کو ثواب مل جائیگا۔ جب تھانیدار واپس جانے لگا تو اس نے سیف دین کو کھا جانے والی نظروں سے گھور کر دیکھا۔ اور دھیرے سے بولا۔

بیٹا میں تجھ سے عنقریب نمٹ لوں گا۔

سیف دین نے مسکرا کر کہا۔ بھلائی اسی میں ہے کہ تم یہاں سے عزت سے نکل جاؤ ورنہ میں ان تمام لوگوں کے سامنے تیرا بانڈہ پھوڑ دوں گا کہ تم ان ڈاکوؤں کے ساتھ ملے ہوئے ہو کل رات تم نے ان لوگوں کے ساتھ بڑی عیش و عشرت سے گزاری تھی میں وہ سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا جو معاہدہ تم لوگوں کے درمیان ہوا تھا اس کا بھی مجھ کو علم ہے میں سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے میں پھر بھی تم کو رعایت دے رہا ہوں کہ تم عزت کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ اس کی باتیں سن کر تھانیدار کی سیٹی گم ہو گئی تھی اور پھر وہ پیچ و تاب کھاتا ہوا اپنی وین میں بیٹھ کر تھانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا ذہن الجھا ہوا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ لڑکا ہے کیا چیز جس کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے کہ فلاں وقت فلاں جگہ کیا ہو رہا ہے اس کے دل میں اس کے لیے اور بھی نفرت بڑھ گئی تھی اس کے اندر انتقام کی آگ جل رہی تھی اس کے بس میں نہیں تھا کہ وہ ابھی اور اسی وقت اس کو سبق

سیکھا دے مگر وہ مجبور تھا اس کے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا جس کی بناہ پر وہ اس کے خلاف ہاتھ ڈال سکتا ان ہی سوچوں کے تانے بانے بنتا ہوا وہ تھانے پہنچ چکا تھا۔ اور تھانے پہنچتے ہی اس نے قادر سے رابطہ کیا اس نے اس سے پوچھا۔

آخر وہ لڑکا کیا چیز ہے قادرے۔

قادر نے پوچھا۔ استاد کس لڑکے کی بات کر رہے ہو۔

وہی لڑکا جس کو ہمارے تمام راز کا پتہ ہے جس کو تھانے میں بھی بند کر رکھا تھا آج پھر اس نے گاؤں کے لوگوں کے سامنے ہمارا سارا راز فاش کر دیا ہے تم کو میں نے کتنی بار کہا ہے کہ جو بھی کام کرتے ہو بڑی ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ کیا کرو مگر تم کب کسی کی سنتے ہو تم پر بس ہر وقت دولت اکٹھی کرنے کا بھوت سوار رہتا ہے آج اس نے نہ صرف راز فاش کیا ہے بلکہ اس نے وہ تمام چوری شدہ مال اور نقدی رقم بھی برآمد کروادی ہے جس بوسیدہ لکڑی کے بکس میں تم زیور اور رقم چھپا کر غائب ہو گئے تھے اس نے وہ رقم اور زیورات اس بکس سے گاؤں کے معززین لوگوں کے سامنے برآمد کئے ہیں مجھے تو شک ہے کہ وہ آپ کا پیچھا کرتا ہوا وہاں تک پہنچا ہے اس نے ہماری محفل اور رنگ رلیوں کا بھی بھانڈہ پھوڑ دیا ہے اس کی بات سن کر قادر ڈاکو کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی اور وہ تھر تھر کانپنے لگا تھا اس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی اس کے منہ سے بے ربط الفاظ نکل رہے تھے جس کو تھانیدار فون پر بھی صحیح طور پر محسوس کر رہا تھا۔

استاد اب کیا ہوگا۔

کیا ہوگا اپنے ساتھ تو مجھ کو بھی قربانی کا بکرا بنائے گا میں سوچ رہا ہوں کہ میں آئندہ تم سے کوئی رابطہ نہ رکھوں۔

نہ استاد نہ ایسا نہ کرنا ہمارا برسوں کا ساتھ ہے آخر ہم لنگوٹیے یار ہیں ایک دوسرے کے راز داں ہیں ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ ہماری زندگی ایک دوسرے کے سہارے ہی چل رہی ہے استاد سوچ لو کہ تم میرے بغیر اکیلے رہ سکو گے ہر گز نہیں یہ فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لینا کہ الگ ہونے سے کیا فائدہ اور کیا نقصان ہے۔

اچھا اب بس بھی کرو میں نے ویسے ہی بات کہہ دی تھی اس کے بارے میں کچھ سوچنا پڑے گا ایسا کرتے ہیں میں سہ پہر کو کچھ اور کام نمٹانے ہیں وہ نمٹا لوں تو میں پھر حاضر ہو جاؤں گا اس سے سلسلہ کلام منقطع کرنے کے بعد وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا اور شام کے پانچ بج گئے تھے وہ دفتر سے سامان سمیٹ کر سیدھا قادر کے ڈیرے کی طرف روانہ ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ قادر کے ڈیرے پر تھا گویا قادر اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

قادر تھانیدار کے ساتھ ہاتھ ملاتا ہوا بولا استاد آپ نے یہ بہت بری خبر سنائی ہے حالانکہ میں جو کام بھی کرتا ہوں بہت صفائی سے اور سوچ سمجھ کر کرتا ہوں آج تک میں نے واردات کے وقت کسی قسم کا نشان تک نہیں چھوڑا ہے جب تک میں مطمئن نہیں ہو جاتا تو اس وقت تک میں کسی کام پر ہاتھ نہیں ڈالتا ہوں اس خبر کو سننے کے بعد میں پوری رات نہیں سو سکا ہوں رات بھر جاگ کر گزاری ہے آخر وہ لڑکا کیا چیز ہے اس کے پاس ضرور کوئی ایسا علم ہوگا جس کے ذریعے اس کو ہر بات کا علم ہو جاتا ہے یا پھر وہ کوئی جن بھوت ہوگا۔ انسان تو ایسا کام نہیں کر سکتا۔ استاد میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے تو ہی کچھ بتا۔

اچھا چل بیٹھنے بھی دے۔

او میں باتوں میں آپ کو بیٹھنے کا بھی نہ کہہ سکا وہ دونوں ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اور پھر سلسلہ کلام شروع کر دیا۔

قادرے بہت برا ہوا ہے کہیں وہ لڑکا ہمارا راز

کسی اہم موقع پر ہی نہ کھول دے اس کا کچھ نہ کچھ بندوبست کرنا ہوگا۔

استاد آپ اگر کہیں تو اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔قادرے نے سوچتے ہوئے کہا۔

تمہارا مطلب ہے اس کو جان سے ماردوں تو جان چھوٹ جائے گی ایسا کام بھول کر بھی نہ کرنا وہ گاؤں والے تمام لوگوں کی نظر میں آچکا ہے اب وہ کوئی معمولی سالڑکا نہیں رہا ہے وہ بہت ام اور معتبر بن چکا ہے اس کا بال بھی بھیگا ہوا تو گاؤں والے لوگ مجھ کو نہیں چھوڑیں گے کیونکہ سب کے سامنے اس نے راز اوٹ کیا ہے اس طرح بات سب کی نظروں میں آگئی ہے لوگ یہی سمجھیں گے کہ میں نے اپنے ذاتی عناد کی وجہ سے اس کو راستے سے ہٹا دیا ہے اس کے بارے میں کوئی اور بندوبست کرنا پڑے گا۔اس کو کسی ایسے جھوٹے کیس میں پھنسواؤں گا کہ ساری عمر جیل میں ہی سڑتا گلتا رہے گا۔بس تھوڑی سی وقت کی انتظار ہے کوئی ایسا موقع ہاتھ آجائے تو پھر تو بھی دیکھ لینا میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں وہ اپنی زندگی کی مجھ سے بھیک مانگے گا اور میں اس پر تھوکوں گا بس موقع کی تلاش ہے میں کوشش کررہا ہوں بلکہ آج سے میری کوشش تیز ہوگئی ہے میں کھوج میں لگا رہوں گا کہ اس کو شکنجے میں کسنے کا کوئی نہ کوئی بندوبست کرلوں گا تو فکر نہ کرا تو خوش رہا کر آئندہ اور بھی ہوشیاری اور محتاط رہنا میں نے سوچ لیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔بس تو آئندہ ہوشیاری سے کام کرنا خود پر کوئی بات نہ آنے دینا آگے میں جانوں اور میرا کام۔میں بہت جلد اپنے کام کا آغاز شروع کردوں گا اس کو تسلی دینے کے بعد وہ واپس تھانے چلا گیا۔تھانیدار کی تسلی دینے پر قادر مطمئن ہوگیا تھا اور وہ آئندہ کے متعلق سوچنے لگا تھا کیونکہ چوری اور ڈکیتی اس کا دیرینہ پیشہ تھا اس کے علاوہ اس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا وہ کوئی بھی واردات بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے کرتا تھا اتنی احتیاط برتنے کے باوجود بھی اس کا راز فاش ہوگیا تھا اور آئندہ اس نے اور بھی محتاط رہنے کا فیصلہ کرلیا تھا

تھانیدار جب اپنی وین پر واپس جارہا تھا تو اچانک اس کی نظر سیف دین پر پڑی جو کسی کام کے لیے بازار آیا ہوا تھا اس نے وین روک دی اور اتر کر اس کی طرف قہر آلودہ نظروں سے دیکھنے لگا سیف دین نے اچانک اس کو اپنے سامنے دیکھا تو حیران ہوگیا خیرا اس نے اس کو سلام کیا اور آگے گزر گیا اس نے آواز دی اور وہ واپس پلٹ آیا۔

تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو

میں بازار سودا سلف لینے آیا تھا اور واپس گھر جارہا ہوں۔سیف دین نے کہا۔

میں اگر چاہوں تو ابھی اور اسی وقت اپنی اس دن کی بے عزتی کا بدلہ لے سکتا ہوں۔

کیوں نہیں یہ کام تو آپ آسانی سے کر سکتے ہیں یہ آپ کی خو میں شامل ہے آپ خود مختار تھانیدار ہیں سارا قانون آپ کی جیب میں ہے آپ جب چاہیں جس وقت چاہیں کسی کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ آپ بے تاج بادشاہ ہیں آپ ماہر تھانیدار ہیں ہر کوئی آپ کے اشارے پر ناچ سکتا ہے۔

بکواس بند کرو میں ابھی اور اسی وقت تم کو بدتمیزی کرنے پر تھانے لے جا سکتا ہوں۔

آپ اپنا یہ شوق پورا کر لیجئے حضور وہاں لے کر بھی آپ پچھتاؤ گے۔اس کی بات سن کر تھانیدار کا ڈراؤنا چہرہ اور بھی ڈراؤنا ہوگیا۔اور اس کے منہ سے کف بہہ رہی تھی راہ چلتے ہوئے لوگ بھی جمع ہوگئے تھے سیف دین ایک طرف کھڑا خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا لوگوں کا ایک جم غفیر اکٹھا ہوگیا تھا مگر جلد ہی تھانیدار نے محسوس کیا او اس کو بکی سی محسوس ہوئی اس نے ہجوم کو منتشر کردیا۔لوگ آہستہ آہستہ وہاں سے چلے گئے سیف دین بولا۔

تھانیدار صاحب اتنا غصہ دکھانے کی ضرورت نہیں ہے ابھی تو میں نے آپ کو پوری بات ہی نہیں بتائی ہے تو آپ غصے میں آگئے ہیں اگر پوری بات بتادیا تو آپ سن کر غصے سے پاگل ہوجاتے تھانیدار نے اس کی طرف کھاجانے والی نظروں سے دیکھا تو ایک گندی سی گالی دی اور کہا۔

بتا جو بتانا چاہتا ہے میں تیری کسی بھی بات سے خوفزدہ ہونے والا نہیں ہوں۔

تو سنو ابھی تم اپنے الہ کار قادر ڈاکو سے مل کر آرہے ہو اور جو جو باتیں وہاں پر ہوئی ہیں ان تمام باتوں کے متعلق بھی ہیں سب کچھ جانتا ہوں جس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ مجھ کو کسی سازش میں پھنسانے کی سکیم طے کی گئی ہے۔ سب باتوں کا مجھے علم ہے لیکن سب سے اہم بات یہی ہے جو میں نے آپ کو بتادی ہے یہ سن کر اس کے ڈراؤنے چہرے پر ہوائیاں سی اڑنے لگیں اور اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑگئے وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس خفیہ ملاقات میں کسی کو علم ہومگر یہ لڑکا تو واقعی کوئی پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے حالانکہ میں نے کتنی احتیاط برتی تھی مگر اس کو ہماری ہونے والی گفتگو کا حرف بہ حرف معلوم ہوگیا ہے۔

میں جارہا ہوں اور بھی میرے پاس بتانے کے لیے بہت کچھ ہے مگر وقت آنے پر سب کچھ اگل دوں گا آئندہ میرے معاملے میں احتیاط کرنا خدا حافظ ۔وہ آگے بڑھ چکا تھا تھانیدار حیران و پریشان کھڑا اس کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میرا مکروہ چہرہ بے نقاب ہوتا جارہا ہے کہیں یہ میرے لیے مصیبت ہی نہ بن جائے جتنا جلدی ہوسکے اس کا بندوبست کرنا چاہیے پھر وہ اپنی وین میں بیٹھ کر آگے بڑھ گیا بقیہ رات اس نے انہی سوچوں میں گزار دی تھی جتنا بھی وہ سوچتا تھا اس کے اندر انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی تھی۔ مگر وہ فی الوقت اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا اسکے لیے اس کو وقت کا انتظار تھا وہ غصے کے عالم میں پیچ وتاب کھارہا تھا اس کے بس میں نہیں تھا کہ وہ اس کی لمحے میں تکہ بوٹی کردے اس کو کسی مناسب وقت کا انتظار تھا۔

ادھر سیف دین کو گھر جاتے ہوئے شام ہوگئی تھی ابھی وہ گھر سے کافی دور تھا کہ چار سو اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا تھا اس کے پاس روشنی کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا وہ راستہ ٹٹول ٹٹول کر چل رہا تھا اچانک ہی اس کو بہت دور سے روشنی کا ایک ہالہ سا نظر آیا۔ جو اندھیرے کو چیرتا ہوا خلا میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا وہ وہیں کھڑا ہوکر روشنی کے اس ہالے کو دیکھنے لگا وہ حیران تھا کہ اس روشنی کے ہالے کی روشنی بہت محدود تھی دائیں بائیں کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا مگر اس روشنی کے ہالے کو کنٹرول کرنے والا نظر نہیں آرہا تھا اس کی روشنی پھیلی ہوئی بھی نہیں تھی۔ اتنے میں وہ روشنی کا ہالہ آکر اس کے سر پر منڈلانے لگا تب اس پر یہ انکشاف ہوا کہ دراصل جس کو وہ روشنی کا ہالہ سمجھ رہا تھا وہ ایک بہت بڑا عفریت تھا۔ جو ہوا میں اڑتا ہوا آکر اس کے سر پر منڈلانے لگا تھا اور وہ روشنی کا ہالہ اس کی آنکھ تھی جس سے چمکدار شعاع نکل رہی تھی اور آنکھ سرخ انگارے کی طرح دہک رہی تھی جو اندھیرے میں روشنی کا ہالہ نظر آرہی تھی اتنا بڑا عفریت ہوا میں دیکھ کر ڈر کے مارے اس کے پورے بدن سے پسینہ پھوٹ گیا تھا اور وہ پسینے میں نہا گیا تھا وہ ہوا میں معلق تھا پھر سیدھا زمین پر کھڑا ہوگیا اس نے غور سے دیکھا وہ کوئی عورت نما عفریت تھی اس کے خدوخال اور نقش ونگار سے وہ کوئی چڑیل نما عورت لگ رہی تھی جس کے لمبے لمبے بال ہوا میں لہرارہے تھے اب اس کی لمبائی کا اندازہ صحیح طور پر ہورہا تھا۔ وہ سایہ بہت لمبا ہوگیا تھا بہت دور خلا میں جاکر اس کی چمکتی ہوئی آنکھ نظر آرہی تھی جیسے دور آسمان پر چمکتا ہوا کوئی ستارہ ہو وہ بالکل راستے کے درمیان میں کھڑا تھا سیف دین نے اب

اس کو اس حالت میں دیکھا تو وہ اور بھی ڈر گیا کیونکہ اب وہ اس کے راستے میں دیوار بنا کھڑا تھا وہ ساکت وجامد اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس کا خون جسم میں جمتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس کی تمام قوت سلب ہو گئی تھی۔ وہ بت بنا کھڑا اس عفریت نما چڑیل کی طرف دیکھ رہا تھا کافی دیر تک وہ اسی گومگو کی کیفیت میں کھڑا رہا وہ اسی عفریت کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اچانک ہی دو ہاتھ اس کی طرف بڑھے اور اس کو اوپر اٹھالیا اب وہ زمین اور آسمان کے درمیان ہوا میں دو ہاتھوں کے درمیان معلق تھا۔ اس کو زمین تو نظر نہیں آ رہی تھی مگر آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے بہت قریب محسوس ہو رہے تھے وہ دھکتی ہوئی اس انگارہ آنکھ کو بالکل کسی ستارے کی طرح اپنے قریب محسوس کر رہا تھا تب ہی اس کے گالوں کو دو ہونٹوں نے چھوا اور پھر اس کے گال پر ایک پپی ثبت ہو گئی پھر دوسرے گال پر بھی مہر محبت ثبت ہو گئی اور سر گوشی ہوئی میں قربان جاؤں میرے محبوب میں آپ کی چاہت میں ماری ماری پھر رہی ہوں کسی بھی پل چین نہیں آتا آج اچانک ہی ادھر سے میرا گزر ہوا اور اس اندھیرے میں میری اس طلسمی آنکھ نے آپ کو دیکھ لیا اور خوشی کے مارے میں پاگل ہو گئی کہ جس محبوب ہستی کو میں کب سے ڈھونڈ رہی تھی آج وہ اچانک ہی اس کے درشن ہو گئے۔ یہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس قدر اچانک ملاقات ہو جائے گی لگن سچی ہو تو پھر دیدار یار ہو ہی جاتا ہے آج بھی میں ایسی آس پر ادھر سے گزر رہی تھی کہ میری اس کرشماتی طلسمی آنکھ نے دور ہی سے آپ کو دیکھ لیا دراصل یہ کوئی آنکھ نہیں ہے ایک طلسمی کیمرہ ہے جس کو آنکھ پر چڑھا کر اندھیرے میں ہر چیز دیکھی جا سکتی ہے اس کی روشنی نہیں ہوتی یہ صرف مخصوص ہدف کو دیکھتی ہے آس پاس کچھ بھی نظر نہیں آتا سیف دین اس کے ہاتھوں میں کسی بچے کی طرح جھولتا ہوا سب کچھ سن رہا تھا اب وہ کچھ سنبھل گیا تھا خوف کا غلبہ کم ہو گیا تھا وہ کسی کمسن بچے کی طرح اس کے ہاتھوں میں جھول رہا تھا۔ جس طرح ایک ماں اپنے بچے کو ہاتھوں سے اوپر اٹھا کر پیار کرتی ہے ویسا ہی منظر اس وقت رونما تھا جس کو کوئی دوسرا نہیں دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی کوئی دوسرا اس اندھیرے میں اس منظر کو دیکھنے والا تھا ان دونوں کے سوا ایک غیر مرئی طاقت اور دوسرا جیتا جاگتا گوشت پوست کا انسان ہوا کے دوش پر محو گفتگو تھے تب اس نے ہمت کر کے پوچھ لیا۔

تم کون ہو اور مجھ کو کیسے جانتی ہو اور مجھ سے کیا چاہتی ہو اس نے جواب دیا۔

آپ کی پریمی ہوں آپ کی پوجارن ہوں بس آپ کو چاہتی ہوں آپ کی محبت چاہتی ہوں اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کی بات سن کر وہ دم بخود رہ گیا۔

آخر آپ کون ہیں کچھ تو پتہ چلے۔

میں بتاتی ہوں کہ میں کون ہوں اس دن شمپک کے ساتھ اس کے بھائی کی شادی میں دیکھا تھا آپ ہمارے ہاں ہماری بستی میں آئے تھے اس وقت مہندی کی رسم ادا کی جا رہی تھی اور لڑکیاں مہندی کے گیت گا رہی تھیں تب میں نے آپ کو وہاں کھڑے دیکھا تھا اور پھر دیکھتی رہ گئی تھی وہ ایک جھلک دیکھنے کے بعد آپ مجھ کو نظر نہیں آئے تھے آپ کو بہت تلاش کیا زمین کو کونہ کونہ چھان مارا مگر آپ کا پتہ نہ چل سکا پھر میں مایوس ہو کر راتوں کو ڈھونڈنے نکلی کہ ایک نہ ایک دن ملاقات ضرور ہو گی سو آج ملاقات ہو گئی ہے میرا تعلق بھی شمپک کی برادری سے ہے اور میرا نام نیلم ہے میں بھی جن زادی ہوں جس طرح شمپک کی آپ سے دوستی ہو گئی ہے اس طرح میں بھی آپ کی محبت میں گرفتار ہو گئی ہوں اس کا انداز گفتگو سنکر وہ دم بخود رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں یہ بدشکل چڑیل اور محبت یہ تو زندگی میں نہیں ہو سکتا جان دے دوں گا اور اس چڑیل کے آگے سر خم

نہیں کرونگا۔

کیا سوچ رہے ہو میرے ہمراہی آج میں بہت خوش ہوں آج میں اپنی بستی میں جا کر اپنی سکھیوں کو خوشخبری سناؤں گی وہ بھی میری دیوانگی کی وجہ سے بہت پریشان تھیں اب میں واپس جا کر جشن مناؤں گی آج کی ملاقات کو یادگار بناؤں گی۔

وہ فرحت جوش سے جھوم رہی تھی بالآخر اس نے اس کو زمین پر رکھ دیا اور اس نے سکھ کا سانس لیا اب اس کے سامنے ایک خوبصورت دوشیزہ کھڑی مسکرا رہی تھی اندھیرے میں بھی اس کے خدوخال بالکل صاف نظر آ رہے تھے اس کے پورے وجود سے روشنی پھوٹ رہی تھی اس کی پیٹھ پر دو رنگین پر جھول رہے تھے ان سنہری پروں سے بھی رنگین روشنی پھوٹ رہی تھی آس پاس کی زمین واضح طور پر نظر آ رہی تھی وہ زرق برق رنگ برنگی سبز لباس میں ملبوس نظر آ رہی تھی اور اس کے جسم پر دو ننھے ننھے رنگین پر کسی نازک تتلی کی طرح ہوا میں لہرا رہے تھے وہ اس چڑیل سے خوبصورت پری چہرے میں اس کے سامنے کھڑی اس کی طرف دیکھ رہی تھی وہ اس کی نظروں کی تاب سے مدہوش ہوا جا رہا تھا اور اس کے اندر خوشی سوت پھوٹ رہی تھی اس لیے نہیں کہ وہ ایک خوبصورت پری کے سامنے کھڑا ہے اس لیے کہ اس نے اس چڑیل نما عفریت سے نجات پالی تھی۔ اب اس کو یقین تھا کہ وہ نازک نما عفریت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ کیونکہ وہ اس کی محبت کی دعویدار تھی اسی لیے وہ ہشاش بشاش اور مطمئن نظر آ رہا تھا اس کو خاموش پا کر وہ بولی۔

کیوں میرا یہ روپ کیسا لگا ہے جب ہم عام انسانوں کے سامنے آتے ہیں تو ہمارا وہ پہلے جیسے روپ ہوتا ہے جو تم دیکھ چکے ہو اور جب کسی انسان سے دوستی یا محبت ہو جائے تو پھر ہم اپنے اصلی روپ میں اس کے سامنے آتے ہیں وہ اس کی مترنم آواز سن کر کھو سا گیا تھا۔ اس نے اس سے پہلے اتنی خوبصورت دوشیزہ اور اتنی مترنم آواز کبھی نہیں سنی اور دیکھی تھی اس کی شیریں اور مٹھاس بھری آواز اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی اور وہ محو حیرت کھڑا اس کی حسین آنکھوں میں کھو گیا تھا پھر اسنے خود پر قابو پا کر سر کو جھٹکا اور اس کی ساحر حسین آنکھوں کے سحر سے باہر نکل آیا اور بولا۔

اچھا اب راستے میں سے ہٹ جاؤ اور مجھ کو گھر جانے دو بہت دیر ہو گئی ہے گھر والے انتظار کر رہے ہوں گے وہ میرے لیے فکرمند ہوں گے۔

ہاں کیوں نہیں میں نے بھی واپس جانا ہے مجھ کو بھی دیر ہو رہی ہے لیکن میں ایک شرط پر جانے دوں گی کہ تم مجھ سے دوستی کا اقرار کرو تو میں پرسکون ہو کر واپس چلی جاؤں گی وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا گھبراؤ نہیں میری دوستی تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ فائدہ ہی ہوگا۔

وہ بولا سوچ رہا ہوں کہ تم پری اور میں آدم زاد ہوں ہم کب ایک دوسرے کے ہو سکتے ہیں کہیں یہ دوستی بعد میں جان کا روگ ہی نہ بن جائے۔

نہیں ایسا نہیں ہوگا تمہاری جان مجھ کو اپنی جان سے بھی عزیز ہے ہم جس آدم زاد کو دوست بناتے ہیں تاقیامت اس کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور اس کے تابعدار رہتے ہیں۔

اچھا اگر یہ بات ہے تو مجھے تمہاری دوستی منظور ہے مگر خیال رہے کہ دوستی کا بھرم اور مان رکھنا وہ سن کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی اس نے اپنا نرم ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اس کو محسوس ہوا کہ دنیائے جہان کا تمام آرام سکون اس کے اندر انڈ آیا ہے اس کو گون و گون سکون کا احساس ہوا اس کے رگ و پے پر ایک سرشاری سی چھا گئی زندگی بھر کا لطف ایک لمحے میں اس کے اندر سمٹ آیا ایسا لطف کہ جس کو وہ کوئی نام نہیں دے سکتا تھا اس پر پیار و محبت کی مستی چھا گئی تھی ایسی مستی کہ وہ ہوش و خرد سے بیگانہ

ہوتا جارہا تھا۔تاہم اس نے جلد ہی اپنی کیفیت پر قابو پالیا اور پھر اس نازک اندام پری پیکر کا ہاتھ چھوڑ دیا اس کا ہاتھ چھوڑتے ہی وہ اپنی پہلی سی پوزیشن میں آگیا اس کی آنکھوں اور چہرے سے سرشاری سی ٹپک رہی تھی۔

اچھا دوست پھر ملاقات ہوگی اب ہماری دوستی بنیاد پڑ چکی ہے اور جلد ہی ایک دیوہیکل عمارت کی شکل اختیار کرجائے گی خدا حافظ۔ میں چلتی ہوں یہ کہتے ہوئے وہ ایک ہلکی سی پھڑپھڑاہٹ کے ساتھ ہوا میں محو پرواز ہوگئی اور چند ہی لمحوں میں آسمان کی وسعتوں میں کہیں غائب ہوگئی اور وہ اس کی طرف کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر وہ اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ جب وہ گھر پہنچا تو تمام گھر والے اس کا انتظار کررہے تھے وہ سب اس کے لیے فکر مند تھے اس کو دیکھ کر مطمئن ہوگئے سیف دین اپنے میں چلا گیا اور اپنے ساتھ بیتنے والے واقعہ کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اس وقت اس پر غنودگی جاری تھی گویا وہ ہوش وخرد سے بیگانہ سا ہورہا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم سی چلنے لگی پردہ سکرین پر اس کو ایک ابھرتا ہوا منظر دیکھائی دینے لگا کہ گاؤں کا ایک لڑکا عبدالرحیم جو اس کی عمر کا تھا اور وہ اس کو خوب پہنچانتا تھا وہ شہر کی طرف جارہا تھا اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا براؤن رنگ کا ہینڈ بیگ تھا جو اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور وہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ چل رہا تھا اس نے وہ بیگ اپنی بغل میں دبا رکھا تھا اور اس کی دوڑی مضبوطی سے ہاتھ پر لپیٹ رکھی تھی چلتے چلتے وہ ایک ویران سی جگہ سے گزرنے لگا کہ اچانک ہی دو سیاہ پوش جنگل سے نکل کر اس کے سامنے آگئے وہ جب قریب سے گزرنے لگا تو ایک ڈھاٹا پوش شخص نے اس کو روک لیا اور اس سے بیگ چھیننے لگا بیگ اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا زور آزمائی شروع تھی وہ کسی بھی صورت میں بیگ انکے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں تھا اسی چپقلش میں دوسرے شخص نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی تیز دھار کلہاڑی سے اس کے ہاتھ پر وار کردیا اتنا شدید وار تھا کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا وہ ساکت کھڑا اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا تب دوسرے شخص نے اس کا پکارا اور اس کو چھوڑ کر جنگل کی طرف فرار ہوگئے رحیم گر کر بے ہوش ہوچکا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد گاؤں کا ایک شخص ادھر سے گزرا اس نے اس کو بے ہوش دیکھ کر گاؤں والوں کو اطلاع دی اور وہ اس کو اٹھا کر ہسپتال لے گئے؛

وہ شخص اس کو معذور کرنے کے بعد لوٹی ہوئی رقم لے کر اپنے اڈے پر پہنچ گئے یہ اڈا سیف دین کا دیکھا بھالا تھا وہ فوراً اس اڈے کو پہنچان گیا وہ اس اڈے کے مکین قادر اور اس کے ساتھی کو بھی پہنچان گیا تھا تھوڑی دیر بعد قادر نے فون کرکے اپنے باس کو اطلاع دے دی۔

باس کام ہوگیا ہے اچھی خاصی رقم ملی ہے پورے پانچ لاکھ ہیں باس نے سن کر شاباش دی مگر استاد ایک کام بہت غلط ہوگیا ہے اس لڑکے کا ایک ہاتھ کلائی سے آگے پورا کٹ گیا ہے اور وہ معذور ہوگیا ہے۔

کوئی بات نہیں ایسے کاموں میں ایسا ہوتا رہتا ہے تم نے کوئی نشان تو نہیں چھوڑا ہے نہیں۔

استاد آج کی بار میں نے کوئی نشان نہیں چھوڑا ہے ہم بہت احتیاط کے ساتھ واردات میں کامیاب ہوئے ہیں۔

اچھا کوئی بات نہیں ادھر کا کام میں سنبھال لوں گا تو اس کی فکر نہ کیا کر۔ادھر کا کام تیری ذمہ داری ہے بہت احتیاط برتا کر میں تھوڑی دیر کے بعد تیرے پاس پہنچنے والا ہوں تھوڑا کام ہے ذرا فارغ ہولوں

ٹھیک ہے استاد میں انتظار کروں گا۔

پھر سلسلہ کلام منقطع ہوگیا۔اور پردہ سکرین صاف ہوگیا۔ وہ قادر اور اس کے استاد تھانیدار کو

پہچان چکا تھا۔ اب وہ ہوش کی دنیا میں واپس آ گیا تھا۔ وہ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔
دوپہر کا وقت تھا باہر اس کی یہی خبر منتظر تھی جس کا اس کو پہلے سے علم ہو چکا تھا وہ رحیم کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا راستے میں اس کو گاؤں کے کچھ لوگ ملے جو ایک جگہ کھڑے تھے اور اسی موضوع پر بات کر رہے تھے جن میں قادر بھی تھا اور وہ ان کے ساتھ پیش پیش تھا وہ سیف دین کو دیکھتے ہی آگے بڑھا۔
آؤ سیفو یار تم کہاں گم رہتے ہو نظر بہت کم آتے ہو اتنے دنوں کے بعد نظر آئے ہو دیکھو ناں آج گاؤں میں ایک خوفناک واردات ہو گئی ہے وہ اپنا رحیم ہے ناں چاچے رحمت دین کا بیٹا اس کو ڈاکو لوٹ کر لے گئے ہیں اور بیچارے کا ہاتھ بھی کاٹ کر ساتھ لے گئے ہیں وہ ہسپتال میں پڑا ہوا زندگی اور موت سے لڑ رہا ہے اللہ غرق کرے ان ڈاکوؤں کو ان کو کسی کی جان کی پرواہ نہیں ہوتی۔
ہاں یار وہ ڈاکو بہت ہی سفاک اور سیاہ دل ہوتے ہیں ان کو مال چاہیے ان کو کسی کی جان سے کیا واسطہ انشاء اللہ عنقریب ہی وہ ڈاکو پکڑے جائیں گے اور اپنے انجام کو پہنچیں گے یہ اس کی عادت تھی کہ وہ گاؤں کے سامنے ایک بھلے مانس اور شریف آدمی کے روپ میں آتا تھا گاؤں والے اس کی پاکیزگی کی قسم کھاتے تھے وہ رات کو ڈاکے ڈالتا تھا۔ اور سیف دین یہ سب جانتا تھا۔
گاؤں میں ایک بار پھر پولیس آ گئی اور تفتیش کا عمل جاری ہو گیا اب کی بار تھانیدار نے سبھی کو شامل تفتیش کر رکھا تھا اور قادر اس کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا تھا اس بار بھی کوئی ثبوت نہ مل سکا اور وہ تھانے چلے گئے اس طرح یہ کیس بھی نامعلوم ڈاکوؤں کے نام کر دیا گیا۔ جس طرح پہلے کیس کی فائل بند ہو کر دفتر داخل ہو چکی تھی اس طرح یہ کیس بھی دفتر کی اندھی درازوں میں بند ہو چکا تھا۔ تھانیدار ادھوری تفتیش کرنے کے بعد جانے لگا تھا کہ سیف دین نے ان کو روک لیا اور کہا۔
اگر آپ کہیں تو میں ابھی چند منٹ میں آپ کو ڈاکوؤں کے متعلق بتا سکتا ہوں اس طرح آپ کے لیے آسانی رہے گی اور آپ آسانی سے تفتیش آگے بڑھا سکیں گے اس کی بات سن کر تھانیدار چونک گیا تاہم یہ اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی وہ پہلے ہی سے اس کے کارناموں سے واقف تھا اس کو خاموش دیکھ کر سیف دین بولا اگر آپ کہیں تو میں ان تمام لوگوں کے سامنے ابھی اور اسی وقت ڈاکو پکڑ سکتا ہوں بمعہ ثبوت کے۔
اوئے چل ثبوت کا بچہ تھانیدار چڑ کر بولا ابھی تجھ کو کیا سمجھایا تھا تیرے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہے کہ نہیں تو نہیں سمجھے گا تیری مثال بھینس کے آگے بین بجانے والی ہے۔ چل دے ثبوت۔ میں بھی دیکھوں تیرے پاس کیا ثبوت ہے تو پھر سنو صاحب جی یہ واردات بھی قادر اور اس کے ایک ساتھی نے کی ہے جس کو میں جانتا نہیں ہوں اگر وہ میرے سامنے آ جائے تو میں اسکو پہچان لوں گا اور اس واردات اور اس واردات کا آپ کو بھی علم ہے اگر کہو تو آپ کی ٹیلیفون پر کی ہوئی باتیں تفصیل سے بتا سکتا ہوں۔ جس کے آپ مائنڈ ماسٹر ہیں ان کے ساتھ آپ کی کیا گفتگو ہوئی تھی۔ اس کی باتیں سن کر وہ چیخا۔
ارے یہ کیا بکواس کرتا ہے اگر تیرے پاس کوئی ثبوت ہے۔
ثبوت ہے تو تجھی بتا رہا ہوں اگر ثبوت نہ ہوتا تو مجھ کو کیسے علم ہوتا۔
او کے اگر کوئی ثبوت ہے تو اسے لے کر تھانے پہنچو وہ غصے کے عالم میں واپس تھانے چلا گیا تھانے پہنچ کر اس نے فوراً قادر سے رابطہ کیا اور پوری تفصیل سے اس کا آگاہ کیا جو اس کو سیف دین کے پیش آئی

تھی قادر بولا۔
استاد آج اس نے میرے ساتھ بھی دبی دبی زبان میں بہت کچھ کہا تھا کھل کر بات نہیں کی مگر اس کی باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ مجھ پر طنز کر رہا تھا۔
ادھر وہ دونوں گفتگو کر رہے تھے ادھر سیف کو پتہ چل کہ وہ اسوقت قادر سے رابطے میں ہے اس نے فوراً گاؤں کے چار آدمیوں کو اپنے ساتھ لیا اور پھر قادر کے ٹھکانے کی طرف چل دیا آج وہ ان افراد کو ان اشخاص کے سامنے رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا تھا جیسے ہی وہ ان کے ٹھکانے کے قریب پہنچا اندر سے انہوں نے اس کو آتے ہوئے دیکھ لیا اور فوراً پچھلے چور دروازے سے نکل گئے جب وہ وہاں پہنچے تو انکی کھوہ خالی تھی ان افراد میں سے ایک نے سیف دین سے پوچھا۔
کہاں گئے ہیں وہ لوگ تم تو کہتے تھے کہ میری اطلاع کے مطابق وہ یہیں کہیں ہیں۔
ہاں میری ہی اطلاع کے مطابق وہ ابھی ابھی ہم کو آتے ہوئے دیکھ کر چور راستے سے فرار ہو گئے ہیں خیر کوئی بات نہیں ایک دن وہ ضرور پکڑے جائیں گے۔
ان لوگوں کو یقین تو نہیں آ رہا تھا مگر ان کا ٹھکانہ دیکھ کر وہ کچھ مطمئن ہو گئے تھے اور واپس چلے گئے تھے سیف دین بھی اپنے گھر چلا گیا دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر باہر نکل گیا اس کے پاس کام کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا وہ ویسے ہی گھومنے پھرنے کے لیے باہر چلا گیا وہ کافی دیر تک یونہی ادھر ادھر گھومتا پھرتا رہا پھر وہ گھر کی طرف آ رہا تھا کہ سامنے سے اس کو دو نوجوان لڑکیاں آتی ہوئی دکھائی دیں جب وہ ان کے قریب سے گزرنے لگا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن پھر وہ آگے نکل گیا کہ اس کو ایک مترنم سی آواز سنائی دی۔
سیفو کیا بات ہے اتنی بھی بے رخی کیسی کہ اتنے عرصے بعد سامنا ہوا ہے اور تم بات کرنے سے بھی قاصر ہو
اس نے دوبارہ پلٹ کر دیکھا۔ وہ ان کو پہنچان گیا اس کے سامنے زبیدہ اور اس کی چھوٹی بہن کھڑی تھی آج اس نے پورے پانچ سال کے بعد اس کو دیکھا تھا وہ پڑھنے کے لیے اپنے بھائی کے پاس شہر چلی گئی تھی اور وہ جب واپس گاؤں آتی تھی تو اتفاق سے اس کے ساتھ اس کی ملاقات نہیں ہو سکی تھی آج وہ پورے جوبن اور شباب کے ساتھ جوالا مکھی بنی ہوئی تھی اس کے سامنے کھڑی تھی اور اس کے ساتھ اس کی چھوٹی بہن عبیدہ تھی وہ گاؤں میں ہی رہتی تھی اس سے بھی کبھی اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی اور وہ بھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی۔ وہ دونوں یونہی چہل قدمی کرتی ہوئی ادھر آ نکلی تھیں کہ ان کو وہ راستے میں مل گیا وہ ٹیک ایک دوجے کو دیکھ رہے تھے وہ اس کے حسین سحر میں کھو گیا تھا معلوم نہیں اس کی آنکھوں میں کیسا جادو تھا اس کو اپنا دل اس کی طرف کھنچا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔
کیسے ہو سیفو۔ اس کو گم صم دیکھ کر وہ بولی۔
میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں وہ اس کے سحر سے باہر نکلتے ہوئے چونکتے ہوئے بولا میں آپ کو پہنچان نہیں سکا تھا اتنے عرصے بعد جو ملی ہو اسی لیے۔
ہاں سیفو دیکھو ناں میں نے تم کو ایک ہی نظر میں پہنچان لیا لگن سچی ہو تو انسان ایک دن ضرور مل جاتا ہے۔
ہاں یہ تو ٹھیک بات ہے اپنی سناؤ شہر میں کیسے دن گزرے ہیں۔
بہت اچھے مگر سچ پوچھو تو اپنوں سے دور رہ کر انسان بور ہو جاتا ہے شہر کی نسبت ہمارا گاؤں سو درجے بہتر ہے گاؤں کی کھلی آب و ہوا اپنوں کی سنگت میں رہ کر انسان کتنا خوش رہتا ہے سناؤ آج کل کیا مشاغل ہیں۔ تعلیم کہاں تک حاصل کی ہے کوئی جاب وغیرہ کرتے ہو کہ نہیں۔
تعلیم تو کب کی ختم ہو چکی ہے رہا مسئلہ جاب کا

تو ابھی تک گھومنے پھرنے سے فرصت نہیں ملی۔

اچھا اس کا مطلب ہے کہ ابھی تک تم فارغ ہو میں ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کرلوں تو پھر یہیں گاؤں میں اپنا کلینک کھولوں گی یہاں دکھی اور نادار لوگوں کی دیکھ بھال کروں گی تم کو معلوم ہی ہے کہ میں ایسے لوگوں سے کتنی محبت کرتی ہوں کسی کو دکھی نہیں دیکھ سکتی ایسے نادار لوگوں کو دیکھ کر میرا دل سلگتا رہتا ہے بس مجھ کو تھوڑا سا وقت چاہے۔

ہم لوگوں کی دعائیں تیرے ساتھ ہیں

صرف دعائیں ہی یا مدد بھی۔

ہاں کیوں نہیں جب میری مدد کی ضرورت درپیش ہو تو حکم کرنا میں حاضر ہو جاؤں گا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں ضرور کروں گا وہ شوخ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور لبوں پر ہلکا سا تبسم رقصاں تھا اس کو اس طرح دیکھ کر اس کو اپنا دل کنپٹیوں میں گھستا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور اس کے اندر ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی وہ بظاہر اپنی کیفیت پر قابو پا رہا تھا اور وہ اس کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہو رہی تھی پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

تم اکیلی ہی آئی ہو یا پھر وہ تمہارا بھائی شیر دل بھی آیا ہے۔

ہاں بھائی بھی ساتھ آئے ہیں وہ بھی ایل ایل بی کر رہا ہے اور جلد وکالت کا پیشہ اپنانے والے ہیں دو ماہ کی چھٹیاں گزار کر شہر چلے جائیں گے میں بھی ادھر ہی رہوں گی۔ وہ کافی دیر تک کھڑے گفتگو کرتے رہے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا کافی دیر بعد وہ بولا۔

اچھا اب میں چلتا ہوں پھر ملیں گے۔

او کے ٹھیک ہے اس نے بھی کہا اور وہ گھر کی طرف چل دی۔ سیف دین نے بھی اپنے گھر کی راہ لی وہ کافی دیر تک اس کے متعلق سوچتا رہا۔

دونوں ہی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔

آج اس نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے پسندیدگی دیکھ لی تھی اور اس کے اندر بھی کھد بدھ سی مچی ہوئی تھی اس کے اندر چھپا ہوا عشق نامراد جاگ اٹھا تھا اور وہ اس کو بار بار اس سے ملنے کے لیے اکسا رہا تھا دوسری طرف بھی معاملہ ایسا ہی تھا آج اس نے بھی اس کو جوانی میں قدم رکھتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ اس کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ وہ بچپن سے ہی اس کو اچھا لگتا تھا مگر وہ اس سے اظہار نہیں کر سکی تھی شاید وہ اس وقت ناسمجھ تھی اسی لیے اظہار نہ کر سکی مگر آج اس کے اندر برسوں کی دبی ہوئی چنگاری ایک دم بھڑک اٹھی تھی جس نے اس کے پورے جسم کو جلا کر راکھ کر دیا تھا ان کے دن رات بے چین اور بے سکون گزرنے لگے تھے۔ دیکھنے کی تڑپ سر ابھارنے لگی تھی۔

دوسرے دن بھی وہ حسب معمول گھومنے پھرنے کے لیے باہر چلا گیا تھا وہ آج اداس اداس سا لگ رہا تھا اس کی متلاشی نظریں کسی کو تلاش کر رہی تھیں وہ یونہی ادھر ادھر ٹہل رہا تھا اداسی اس کے چہرے سے عیاں تھی کافی دیر وہ بے مقصد گھومتا رہا پھر شکستہ دل لیے ہوئے واپس لوٹ آیا اچانک ہی راستے میں دور سے آتی ہوئی وہ اس کو دکھائی دی اس کو دیکھ کر اس کی پژمردہ آنکھوں میں یکدم چمک آ گئی اس نے بھی اس کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے قریب آ گئی دونوں ہی بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ان دونوں کے دلوں کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی ان کو آس پاس کی کوئی خبر نہیں رہ تھی وہ ہوش و خرد سے بیگانے ہوتے جا رہے تھے وہ دونوں ایک گھنے درخت کی چھاؤں تلے بیٹھ کر راز و نیاز کی باتیں کرنے لگا آج انہوں نے جی بھر کر باتیں کی تھیں وقت کافی گزر جانے کا احساس ہوا تو وہ اپنے گھر کی طرف چل دیئے آج ان کے چہرے پر اطمانیت ٹپک رہی تھی وہ آج کی ملاقات سے مسرور سے ہو گئے تھے اور ایک دوسرے کے متعلق ہی سوچتے

رہے تھے۔
اب ان کا روز کا معمول بن گیا تھا کہ وہ روزانہ اپنے مخصوص وقت پر اس درخت کی چھاؤں تلے بیٹھ کر ڈھیروں باتیں کرتے تھے جوان کی خفیہ قیام گاہ تھی ادھر کوئی بھی نہیں جاتا تھا اسی لیے وہ اطمینان سے وہاں بیٹھ کر رازونیاز کی ڈھیروں باتیں کرتے تھے لیکن ایک نہ ایک دن تو چوری پکڑی جاتی ہے لاکھ احتیاط کے باوجود بھی انسان کے کرتوتوں کی کلی کھل جاتی ہے جب راز فاش ہونے پر آتا ہے تو سات پردے چیر کر سامنے آجاتا ہے ایک دن اس کے بھائی شیر دل کو شک گزرا۔ کہ اس کی بہن روزانہ اکیلی کہاں جاتی ہے تاہم اس نے اپنا شک دور کرنے کی خاطر ایک دن اس نے اس کا پیچھا کیا وہ مقررہ وقت گھر سے نکلی اور وہ بھی چپکے سے اس کے پیچھے ہو گیا سیف دین پہلے سے ہی اس کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا وہ جاتے ہی اس کے سامنے بیٹھ گئی وہ روز مرہ کی طرح ایک دوسرے کے سامنے پیار ومحبت کی باتیں کر رہے تھے اس وقت اس کا سر اس کی جھولی میں ٹکا ہوا تھا اور وہ آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں سے اس کے بال سہلا رہا تھا اس کے ریشمی ملائم بالوں کی لٹیں اس کے نفیس چہرے سے ہٹا رہا تھا جو ہوا سے اڑ اڑ کر اس کے حسین چہرے کو ڈھانپ رہی تھیں اور وہ بڑی محویت سے اپنی آنکھیں موندے ہوئے اس کی جھولی میں سر رکھے ہوئے لیٹی تھی اس کا بھائی اس کا پیچھا کرتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا تھا اور وہ ذرا دور جھاڑی کے پیچھے کھڑا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ کوئی ان کو چوری چھپے اس طرح دیکھ رہا ہے وہ غیض وغضب سے کانپ رہا تھا۔ اس کا رواں رواں غصے سے کانپ رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر کار اس نے ایک پتھر اٹھا لیا اور سیف دین کی طرف پھینک دیا خوش قسمتی سے پتھر اس کے قریب سے لڑھکتا ہوا نیچے گرا اور پتھر کی آواز سن کر وہ دونوں گڑبڑا کر اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور پریشان نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

اس نے للکار کر کہا کتے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا تو نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے اور پھر وہ چھلانگ لگا کر اس کے سامنے آگیا اس کو اپنے سامنے دیکھ کر ان کے طوطے ہوا ہو گئے وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کبھی ان کی چوری پکڑی جائے گی بھائی کو غصے میں دیکھ کر بہن سیف دین کے آگے کھڑی ہو گئی۔

بھائی اس کو کچھ مت کہو اس کی غلطی نہیں ہے اس کو میں نے ہی مجبور کیا تھا یہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

ایسے کی بچی ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر لگا اور پھر اس کو کھینچ کر دور پھینک دیا تیرے ساتھ تو میں گھر جا کر بات کروں گا پہلے اس کمینے کا بندوبست کرلوں میں بھی کہوں یہ روز بن ٹھن کر گھر سے کہاں جاتی ہے آخر میرا شک یقین میں بدل گیا ہے کہ یہ اس مردود سے ملنے آتی ہے میں تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

ہاں ہاں مار دے ہم دونوں کو اس طرح تیری عزت بچ جائے گی تو شاید یہ بھول گیا ہے بھائی کہ اس طرح تیری کتنی بدنامی ہوگی لوگ تیری عزت پر انگلیاں اٹھائیں گے لوگ تیرا جینا حرام کردیں گے لوگ تجھ پر فقرے کسیں گے کہ وہ دیکھو ایک بدکردار لڑکی کا بھائی جا رہا ہے اس وقت تجھ پر کیا گزرے گی۔ جب لوگ تیرا گھر سے نکلنا بند کردیں گے تو بند کمرے میں اس کو معاف کردے میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ اس سے کبھی بھی نہیں ملوں گی تاہم بہن کے سمجھانے کے بعد اس کی بات سمجھ میں آگئی اور وہ نرم پڑ گیا مگر نفرت اس کے اندر جذب ہو کر رہ گئی تھی یہ اس کی عزت کا سوال تھا مگر وہ بہن کی وجہ سے اور اپنی بدنامی کی وجہ سے خاموش ہو گیا تھا مگر انتقام کا لاوا اس کے اندر اٹھ رہا تھا وہ خاموشی سے بہن کو ساتھ لے کر

گھر آ گیا تھا۔

سیف دین مریل سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا آج اس کے تمام خواب چکنا چور ہو گئے تھے اس کے اندر کے تمام جذبے ایک دم ٹھنڈے ہو گئے تھے اس کی ساری کائنات لٹ گئی تھی وہ ساری رات اس نے کانٹوں کے بستر پر کروٹیں بدلتے ہوئے گزاری تھی اسے کسی پل بھی چین نہیں آ رہا تھا۔

دوسری طرف بھی یہی کیفیت تھی مگر وہ بھائی کو زبان دے چکی تھی کہ آئندہ وہ کبھی بھی اس کو نہیں ملے گی وہ ایک کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی اس کی طرح اس کی بھی تمام کائنات لٹ چکی تھی جتنی جلدی پیار کی کونپل اس کے دل میں پھوٹی تھی اتنی ہی جلدی سے وہ مرجھا کر سوکھ گئی تھی اس کے بس میں نہیں تھا کہ وہ اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتی وہ ایک کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی ناشتہ کھانا پینا بھی مختصر کر دیا تھا کسی سے ملتی جلتی بھی بہت کم تھی ادھر اس کے بھائی کے دل میں انتقام کی آگ جل رہی تھی اس کی ملاقات قادر سے ہو گئی قادر بڑے عرصے کے بعد اس سے ملا تھا جب سے وہ شہر پڑھنے گیا تھا تب سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی تھی بہت عرصے کے بعد ایک دوسرے سے ملے تھے۔

سنا یار شیر دل تمہارا کیا حال ہے۔ قادر نے اس سے پوچھا اس نے مختصر سا جواب دیا۔ یار کیا بات ہے اتنے عرصہ کے بعد ملے ہو کچھ کچھ کھوئے کھوئے سے لگ رہے ہو شہر میں رہنے والے تو خوش رہتے ہیں کہیں تم اپنا دل شہر میں تو نہیں چھوڑ آئے ہو میرا مطلب ہے کوئی عشق مشق تو نہیں ہو گیا ہے کسی سے ۔قادر اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے بولا۔

نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں۔

پھر کچھ تو ہو گا مجھ کو بتا۔ شاید میں تیرے کسی کام آ سکوں اس کی بات سن کر وہ چونکا اس نے پہلے بھی سن رکھا تھا کہ قادر کا کسی گروہ سے تعلق ہے اور وہ اس گروہ کے لیے پس پردہ کام کرتا ہے اور آج تک کئی کامیاب وارداتیں بھی کر چکا ہے مگر آج تک اس کو کوئی پکڑ نہیں سکا ہے پھر یکدم اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ میں اس سے مدد حاصل کروں پھر وہ اس سے مخاطب ہوا۔

یار ایک بات ہے میرے من میں کیا تو اس کا مداوا کر سکتا ہے اگر کر سکتا ہے تو پھر میں تیری مدد حاصل کروں اور تجھ کو تفصیل سے بتا دوں ورنہ رہنے دوں۔

یار واتنے عرصے بعد ملا ہے حکم کر کے دیکھ قادر یاروں کا یار ہے پھر دیکھ قادر تیرے لیے کیا کرتا ہے اس کا جواب سن کر اس کی ڈھارس بندھی تو وہ بولا۔

دیکھ بھائی آج پہلی بار میں تجھ کو ایک کام سونپ رہا ہوں امید ہے کہ تو میرا وہ کام اپنا حقیقی بھائی سمجھ کر کرے گا میں تمام زندگی تیرا یہ احسان نہ بھولوں گا تمام عمر تیرا مرید بن کر رہوں گا تو جو کہے گا میں تیرے ایک اشارے پر اپنی جان بھی دینے سے دریغ نہیں کروں گا اس کو پکا کرنے کے بعد اس نے تمام تفصیل قادر کو بتا دی جو کچھ بھی اس کے سینے میں دفن تھا وہ نکال کر اس کے آگے رکھ دیا تمام تفصیل سن کر قادر بولا۔

تو فکر نہ کر وہ میرا بھی دشمن ہے اس کے پر نکل آئے ہیں وہ کترنے پڑیں گے میں نے بھی اس کا حساب چکانا ہے بس آج سے سمجھ لے کر اس کا کام تمام ہے۔ میں ایک دو روز میں تجھ کو اطلاع دے دوں گا کہ کیا کرنا ہے میں ذرا اپنے استاد سے مشورہ کر لوں وہ کیا کہتا ہے اس کے مشورے کے بغیر میں کوئی بھی قدم نہیں اٹھا سکتا بس تو فکر نہ کر بہت جلد تجھ کو خوشخبری سناؤں گا اب یہ تیرا کام نہیں میرا کام ہے میں اپنا کام سمجھ کر تیرے کام کروں گا۔

معاملات طے کرنے کے بعد وہ دونوں اپنے

پنے گھر کی طرف چلے گئے اور پھر گھر جاتے ہی قادر نے اپنے استاد سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا اور فورا ملنے کے لیے کہا پھر استاد پندرہ منٹ کے اندر اس کے ڈیرے پر براجمان تھا اور قادر اس کو اس لڑکے یعنی سیف دین کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا استاد اس کی باتیں سن کر بولا۔

قادر اس میں ہم دونوں ہی کا فائدہ ہے اگر ایسا ہو جائے تو ہم بچ سکتے ہیں ورنہ خوف کی تلوار ہمارے سروں پر لٹکتی رہے گی دیکھ کام ذرا ہوشیاری سے کرنا ایسا نہ ہو کہ لینے کے دینے پڑ جائیں اور ہم عمر بھر جیل کی سلاخوں کے پیچھے گلتے سڑتے رہیں یا پھر پھانسی کا پھندہ ہمارے گلے میں پڑ جائے اور ہم ملک عدم سدھار جائیں۔

اواستاد ایسا نہ سوچ قادر نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں قادر ایک ماہر وارداتیہ ہے آج تک کسی کو کان وکان علم نہیں ہوسکا کہ گاؤں پر قہر بن کر کون ٹوٹتا ہے تو فکر نہ کر یہ کام بہت ہوشیاری اور رازداری سے ہوگا بس میں بھی یہی چاہتا ہوں بہت محتاط رہنا کام ہو جانے کے بعد میں جانوں اور میرا کام۔ میں جو کام بھی کروں گا پکا کروں گا بس تو کوئی نشان باقی نہ چھوڑنا پھر تو سمجھ لے کہ تمام قانون میرے ہاتھ میں ہے میں پولیس کا رخ ایسا موڑ دوں گا کہ اس کی آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔

ایسا ہی ہوگا سالہ کیا یاد رکھے گا بچ گیا تو عمر بھر یاد رکھے گا مر گیا تو کام ختم۔

اس کے بعد چائے کا دور چلا۔ اور پھر استاد اپنی جیپ میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ کی طرف چلا گیا۔ دوسرے ہی دن قادر شیر دل سے ملا اور اس کو استاد کے ساتھ ہونے والی تفصیل سے آگاہ کیا۔

بس تو اس پر نظر رکھ وہ گھر سے باہر کب نکلتا ہے اور کب واپس آتا ہے جب وہ گھر پر موجود ہو تو بتا دینا پھر میں حاضر ہو جاؤں گا۔

اس دن کے بعد شیر دل نے اس کے گھر کی نگرانی شروع کر دی اور وہ پل پل کی خبریں قادر کو دینے لگا۔

قادر یار وہ دو دن سے کہیں غائب ہے نظر نہیں آرہا میں اور انتظار نہیں کر سکتا۔ اگر وہ موجود نہیں تو پھر اس کے گھر والے تو موجود ہیں ناں۔

تیرا کیا مطلب ہے اس کے گھر والوں کو بھی اس نے اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

ہاں ہاں صفایا کر دو وہ سفاکی سے بولا۔ یہ بہت ضروری ہے اس کے ساتھ تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص زندہ نہیں رہنا چاہیے اس کی بات سن کر قادر نے کہا۔

ٹھیک ہے تو فکر نہ کر تو جیسا کہے گا ویسا ہی ہوگا

پھر دوسرے دن دن دیہاڑے ہی دو نقاب پوش گاؤں میں داخل ہوئے اور وہ چھپتے چھپاتے لوگوں کی نظروں سے بچتے بچاتے آکر سیف دین کے گھر سے تھوڑی دور مکئی کے ایک کھیت میں چھپ کر بیٹھ گئے ان کی نگرانی شیر دل کر رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ رینگ رینگ کر چلتے ہوئے اس کے مکان کے پچھواڑے پہنچ گئے تھے اور پھر چپکے سے دروازے سے اندر داخل ہو گئے تھے دروازہ پہلے ہی سے کھلا تھا اس لیے ان کو کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے دروازہ بند کر کے کونڈی چڑھا دی تھی اندر سیف دین کا باپ ماں اور بہن اور ایک چھوٹا بھائی موجود تھے وہ دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے وہ چار اشخاص ان نقاب پوش دو افراد کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے ان میں سے ایک نقاب پوش بولا۔ اوئے مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ پھر س نے ان کو ایک کمرے میں جانے کو کہا سیف دین کے باپ نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

تم لوگ کون ہو اور ہم غریبوں سے کیا چاہتے ہو

اوئے بڈھے جلدی کر بحث و تکرار کا ہمارے پاس وقت نہیں ہے دوسرے نقاب پوش نے ریوالور

سیدھا کرتے ہوئے کہا پہلے نقاب پوش کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر دیکھ کر ان کے پسینے چھوٹ گئے آخر کار مرتے تو کیا نہ کرتے وہ چاروں افراد ہانپتے ہوئے اٹھ کر ایک کمرے میں جمع ہو گئے اس کمرے کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا وہاں ان کو رسیوں کا ایک گچھا نظر آیا انہوں نے ان تمام افراد کو باندھ دیا اور پھر بڑی سفاکی سے اپنی کاروائی شروع کر دی پہلے سیف دین کے باپ اور ماں کو انہوں نے ذبح کیا ان کے بعد ننھی بہن اور بھائی کو بڑی بے دردی سے ذبح کیا کمرے میں خون کی ندی بہہ اٹھی اور پورا کمرہ کسی ذبح کئے ہوئے بیل کی طرح خرخراہٹ سے گونج اٹھا مگر تھوڑی دیر کے بعد ان کی ارواح پرواز کر چکی تھیں اس وقت تک وہ دونوں وہیں کھڑے رہے جب تک انکی موت کی تصدیق نہ ہوئی اس کے بعد وہ باہر نکل گئے جس خاموشی سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اسی خاموشی سے وہ فرار ہو گئے تھے ان کی دانست میں یہ واردات بہت کامیاب رہی تھی پلان کے مطابق وہ اس جگہ پہنچے جہاں شیر دل ان کا انتظار کر رہا تھا اور وہ خوشخبری سن کر جھوم اٹھا پلان کے مطابق ان کا استاد یعنی تھانیدار بھی گاؤں کے قریب پہنچ گیا اور وہ اس انتظار میں تھا کہ کب سیف دین گھر واپس آتا ہے تا کہ وہ اس کو اپنے خاندان کے قتل میں گرفتار کرے کیونکہ یہ بات بھی پلان کا حصہ تھی اور وہ ایک جگہ اپنی باری نفری سے گھات لگائے ہوئے بیٹھا تھا ابھی تک اس واردات کی گاؤں میں کسی کو بھی اطلاع نہ ملی تھی۔ اور نہ ہی کسی کو معلوم تھا کہ گاؤں میں اتنی بڑی لرزا خیز قتل کی واردات دن دیہاڑے ہو گئی ہے اتفاق سے اسی دن سیف دین کی واپسی ہوئی وہ کسی کام کی غرض سے شہر گیا ہوا تھا اور واپسی میں تاخیر ہو گئی تھی مگر وہ بھی گھر میں موجود ہوتا تو آج اس کی روح بھی عالم بالا پر جا چکی ہوتی۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ کسی کام کی غرض شہر گیا تھا مگر اس کو کیا معلوم تھا کہ اس کا پورا خاندان ابدی نیند سو چکا ہے وہ خوشی خوشی گھر کی طرف آ رہا تھا گھر کے تمام افراد یعنی ماں باپ اور بہن بھائی کے لیے چیزیں لے کر آیا تھا چھوٹے بھائی اور بہن کے لیے کاپیاں اور قلم لے کر آیا تھا دو دن کے بعد ان کے امتحان شروع ہونے والے تھے دیگر سودہ سلف بھی لے کر آیا تھا اس نے سامان کا تھیلا اپنے کندھے پر اٹھا رکھا تھا اور آہستہ آہستہ اپنے گھر کی طرف بڑھ رہا تھا اس کو معلوم نہیں تھا کہ تقدیر نے اس کے ساتھ کیسا کھیل کھیلا ہے اور اس کے دشمنوں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی دنیا ہی اجاڑ دی ہے۔ جب وہ گھر پہنچا تو گھر کے باہر دروازے کی کنڈی چڑھی ہوئی تھی اس نے سوچا گھر والے کہیں گئے ہوئے ہوں گے یہ سوچ کر اس نے کنڈی کھولی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا جونہی دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو ایک شخص نے دوبارہ باہر سے کنڈی چڑھا دی وہ شخص پہلے ہی مکئی کے گھنے ٹانڈوں میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا جونہی وہ اندر گیا تو اس نے پھرتی سے کنڈی چڑھا دی تھی اور وہاں سے رفو چکر ہو گیا تھا جب اس نے پیچھے سے دروازہ بند ہوتے ہوئے دیکھا تو واپس پلٹا مگر دروازے کو باہر سے کنڈی لگی ہوئی تھی اس کا ماتھا ٹھنکا خدا خیر کرے میرے ساتھ ضرور کوئی دھوکہ ہوا ہے۔
میری غیر موجودگی میں میرے دشمنوں نے آخر وار کر دیا ہے اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم چل پڑی اور تمام بات اس کی سمجھ میں آ گئی وہ اس کمرے میں پہنچ گیا وہاں جا کر اس نے جو منظر دیکھا وہیں دل تھام کر بیٹھ گیا پورا کمرہ خون سے بھرا ہوا تھا چار افراد کی ادھ کٹی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کی آنکھیں یاس و حسرت سے کھلی ہوئی تھیں جو اس سے سوال کر رہی تھیں کہ ہمارا کیا قصور تھا جس قصور کی ہمیں اتنی بڑی سنگین سزا دی گئی ہے کس نا کردہ گناہ کی ہم کو سزا ملی ہے وہ منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں سے سیل رواں جاری ہو گیا اس پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

ادھر تھانیدار اپنی نفری کے ساتھ گاؤں میں داخل ہوااور یہ بات مشہور کردی تھی کہ سیف دین نے اپنے ماں باپ اور بہن بھائی کو قتل کردیا ہے تمام گاؤں والے اس کے گھر کی طرف دوڑ پڑے تھے تھانیدار پہلے ہی وہاں موجود تھاابھی تک کوئی بھی فرد اندر نہیں گیا تھا تمام لوگ گھر کے سامنے جمع تھے اچانک ہی اس کی چھٹی حس بیدار ہوئی باہر لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں تمام پلان وہ سمجھ چکا تھا وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اگر میں یہاں موجود پایا گیا تو وہ لوگ مجھ کو قاتل سمجھ کر پکڑلیں گے اور میں ناکردہ جرم کی سزا بھگتوں گا دشمن تو یہی چاہتا ہے کہ لہذا اس نے چھلانگ لگائی اور کھڑکی سے باہر کود گیا۔ اور دوڑ لگادی اس کو دوڑتا ہوا دیکھ کر پولیس بھی اس کے پیچھے بھاگی وہ مکئی کے کھیت سے نکل کر ایک ہموار راستے پر دوڑنے لگا مگر یہ اس کی بھول تھی کب تک بھاگتا تھوڑا سا آگے گیا تھا ہی کہ پولیس والوں نے اسے گھیر لیا اس کا بھاگنا اب بے سود تھا چاروں طرف پولیس تھی اور پیچھے گاؤں والے تھے ۔پولیس نے اسے پکڑلیا اور دوبارہ گھر کی طرف لے گئے موقع واردات کا نقشہ بنایا گیا لوگوں کے چشم دید بیان قلم بند کیے گئے جو کچھ لوگوں نے دیکھا تھا وہ بطور شہادت بتادیا گاؤں کے معززین کے سامنے تمام کاروائی بروئے کار لائی گئی اور ان کی تمام لوگوں کے سامنے اس سے اقبال جرم بھی کروالیا گیا اور پولیس کی وین میں بٹھا کر لے گئے اور جاکر تھانے میں بند کردیا۔ اس پر چار افراد کے قتل کا مقدمہ بنایا گیا اس کا ریمانڈ لیا گیا اس پر تھانے میں ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے کیونکہ تھانیدار پہلے ہی اس پر ادھار کیے بیٹھا تھا۔

بیٹا بول کدھر گئی تیری وہ شوخی تو تو بڑا غیب کا علم جانتا تھا اب دے نہ کوئی پروف اس کا مطلب ہے کہ تو کسی گروہ کے ساتھ ملا ہوا تھا جو واردات کرتے تھے اور تو بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا جس بات کا تجھ کو علم ہوتا تھا وہی بات تو کہتا تھا وہ کیا جواب دیتا جس کی بدولت وہ سب کچھ جانتا تھا وہی اس سے چھین لی گئی تھی اس دن بھاگتے ہوئے اس کے سر سے وہ طلسمی ٹوپی کہیں گر گئی تھی جس کی بدولت وہ سب کچھ جان سکتا تھا مگر وہ اآج اس کے پاس نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ مجبور تھا کیا جواب دیتا بہت عرصہ اس کو لاک اپ میں گزر گیا تھا ابھی تک اس کا چالان عدالت میں پیش نہیں کیا گیا تھا تھانیدار تمام کسر پوری کرلینا چاہتا تھا۔ وہ اس کا ازلی دشمن بن گیا تھا اور جان بوجھ کر اس کا چالان بھیج نہیں رہا تھا وہ فی الحال تھانے ہی میں حدود تک کیس کو طول دے رہا تھا وہ اپنے تئیں تمام حساب چکا دینا چاہتا تھا اسی لیے اس کا چالان عدالت میں پیش کرنے سے گریز کررہا تھا اس کا دفتر جہاں تھا اس کے سامنے ہی لاک اپ تھا جس میں سیف دین کو بند کررکھا تھا۔

رات کا وقت تھا بجلی کا ساٹھ واٹ کا یرقان زدہ بلب روشن تھا جس کی ملگجی زرد روشنی میں روشنی میں سامنے کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا سیف اپنے گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے کسی گہری سوچ میں آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا کہ اچانک ہی وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا کمرہ بالکل خالی تھی وہ کمرے کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اس بند کال کوٹھڑی سے اچانک کہاں غائب ہوگیا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ اپنے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اس خالی کونے کو دیکھ رہا تھا جہاں چند لمحے پہلے ایک قاتل قیدی بند کررکھا تھا وہ وہاں سے اچانک غائب ہوگیا تھا وہ چکرا کر رہ گیا تھا آخر کار کیا ماجرہ ہے ایک جیتا جاگتا انسان میری آنکھوں سے غائب ہوگیا ہے کیا اس کو کال کوٹھڑی کا خالی کمرہ نگل گیا ہے وہ سوچ سوچ کر ہلکان ہورہا تھا آخر کار چکرا کر گر پڑا اور پھر بے ہوش ہوگیا۔

ادھر نیلم پری کمرے میں آگئی تھی اور وہ اس کو

وہاں سے اٹھا کر اپنے ساتھ اپنی بستی میں لے گئی تھی جس کا تھانیدار کو علم نہیں تھا اس وقت اس کی آنکھوں پر طلسمی پٹی بندھ گئی تھی اور وہ یہ منظر دیکھ نہیں سکا تھا۔ وہ خالی کمرے میں اس کو نہ پا کر بے ہوش ہو گیا تھا نیلم پری جب اس کو لے کر اپنی بستی میں پہنچی تو وہ اس کو دیکھ کر حیران رہ گیا اس کو احساس تک نہیں ہوا تھا وہ صرف ایک مدہوشی سی کیفیت میں مبتلا تھا اور اسی عالم میں وہ آنکھ جھپکنے میں وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے جب سر اوپر اٹھا کر دیکھا تو نیلم پری اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

دیکھا ناں میں کس طرح تم کو اس مردود کے چنگل سے چھڑا کر لے آئی ہوں اب میں تم کو کہیں بھی نہیں جانے دوں گی اب وہ تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا یہ جگہ تیرے لیے محفوظ ہے تیری دنیا کا کوئی بھی شخص یہاں نہیں آسکتا اب تو ساری زندگی یہاں آرام سے رہ سکتا ہے وہ تیرا دشمن بن گیا ہے وہ تجھ کو مار کر چھوڑے گا تجھ کو وہاں نہ پا کر وہ خود ہی قانون کے شکنجے میں پھنس جائے گا۔ نہ تو اس کو ملے گا اور نہ قانون اس کو چھوڑے گا وہ اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا پھر بولا۔

نہیں نیلم پری میں ایسا نہیں چاہتا میں عدالت میں خود حاضر ہو کر اپنی بے گناہی ثابت کروں گا اور ان مجرموں کو بے نقاب کروں گا جنہوں نے میرے خاندان کو قتل کیا ہے میں انسانوں کی بستی میں جا کر ان کے سامنے سرخرو ہوں گا اس لیے میری تم سے گزارش ہے کہ تم مجھ کو وہیں چھوڑ آؤ تاکہ میں خود پر لگے ہوئے اس بدنما دھبے کو دھو سکوں اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میرا ان سے انتقام ادھورہ رہ جائے گا۔ اور میرے خاندان کے قاتل باعزت سر اٹھا کر گاؤں دھندناتے پھریں گے۔

اگر تم ان کا خاتمہ چاہتے ہو تو یہ کام ادھر سے بھی ہو سکتا ہے میں ابھی ایک پل میں ان سب کو ابدی نیند سلا دوں گی صرف تم حکم کرو۔ یہ قصہ یہیں بیٹھے بیٹھے ختم ہو سکتا ہے۔

نہیں میں ایسا نہیں چاہتا میں ساری دنیا کے سامنے ان کی رسوائی چاہتا ہوں تاکہ سب کے سامنے انکا بدنما چہرہ ظاہر ہو اور لوگ انکے بدنما چہروں پر تھوکیں اس لیے میں اپنی بستی میں سب کے سامنے ان کا انجام چاہتا ہوں۔

میں تو کہتی ہوں تم ضد نہ کرو انسانوں کی بستی میں رہ کر تم ایک دن ختم ہو جاؤ گے تمہارا نام ونشان مٹ جائیگا۔ پھر تم وقت کو کوسو گے۔ پھر گیا ہوا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔

نہیں میری یہ خواہش ہے پلیز اسے پوری کر دو میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا زندہ رہا تو میں تمہارا مر گیا تو خاک میری قسمت ہو گی۔

اچھا اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو پھر تیار ہو جاؤ نیلم پری نے اپنی اشکبار نم آنکھوں سے اپنے جذبات پر قابو پا کر کہا۔ میں تم کو ابھی چھوڑ آتی ہوں مگر میری ایک شرط ہے وہ یہ کہ فراغت کے بعد تم میری دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میرے پاس آجاؤ گے۔

وعدہ تو میں نہیں کرتا البتہ تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر زندگی رہی تو ایک بار تم سے ملاقات ضرور کروں گا۔

اچھا جیسی تمہاری مرضی وقت آئے گا تو دیکھا جائیگا۔ پھر اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کو ایک ہلکی سی گدگدی محسوس ہوئی اور وہ ہوش وخرد سے بیگانہ ہو گیا اس نے آنکھیں کھولیں تو خود کو اسی کمرے میں بیٹھے ہوئے پایا تو وہ ایک بار پھر بے ہوش ہوتے ہوتے بچا اور خود کو سنبھال کر کھڑا ہو گیا اور چلتا ہوا اس کے سامنے آگیا۔

ائے شعبدہ باز کے بچے تو کہاں غائب ہو گیا تھا تیرے یہ شعبدے ادھر نہیں چلیں گے یہ تھانہ ہے تھانہ ادھر مداریوں والے کام نہیں چلیں گے یہ

کرتب کسی اور کو دیکھا میں تیرے ان کرتبوں سے مرغوب ہونے والا نہیں ہوں آئندہ احتیاط کرنا ورنہ بے موت مارے جاؤ گے وہ حیرانگی سے اس کی بتیں سن رہا تھا جیسے ابھی ابھی وہ خواب سے بیدار ہوا ہے پھر وہ بولا۔

کیا کہا تم نے میں غائب ہو گیا تھا بیٹھے بیٹھے تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے میں کوئی جن یا بھوت نہیں ہوں جو غائب ہو جاؤں یہ سب تیرے دماغ کا فتنہ ہے تیرے دماغ میں خلل پڑ گیا ہے۔تو جو ہر وقت سوچتا رہتا ہے وہی نظر آتا ہے تجھ کو نظر نہیں آتا ہے میں کب سے اس کال کوٹھڑی میں بند ہوں دروازے پر آہنی قفل چڑھے ہوئے ہیں کیا میں وہ قفل توڑ کر غائب ہو گیا تھا تو بھی تو سامنے ہی بیٹھا ہوا تھا میں اس کال کوٹھڑی میں قید ہوں لمحے بھر کے لیے بھی میں ادھر سے ادھر نہیں گیا ہوں اور تو کہتا ہے کہ میں غائب ہو گیا تھا تا ہم وہ اس کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا اس کی باتیں بھی اپنی جگہ درست تھیں اور پھر جلدی ہی اس نے اس کا چالان عدالت میں پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔اس کو خدشہ تھا کہ وہ کہیں سچ مچ ہی غائب نہ ہو جائے اور پھر دوسرے ہی دن اس کا چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا۔

ادھر جب شیر دل کی بہن زبیدہ کو معلوم ہوا کہ اس کے بھائی نے سازش کر کے سیف دین کے گھر والوں کو قتل کروا دیا ہے تو اس کو قتل کے الزام میں قید کروا دیا ہے تو وہ بہت دل برداشتہ ہوئی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا بھائی اتنا بڑا انتقام لے گا اس حقیقت سے صرف وہی آگاہ تھی اس سانحہ کے بعد وہ بہت کھوئی کھوئی سی رہنے لگی تھی وہ خود کو اس سانحہ کا ذمہ دار ٹھہرا رہی تھی اگر وہ خود نہ اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی تو یہ اتنا سنگین سانحہ پیش نہ آتا۔اس نے اس غم میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا کسی سے کم ہی بولتی تھی بس ایک کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی اس کی شوخی اور شباب ختم ہو گئے تھے ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ بکھیرے رہنے والی لڑکی غم و فکر کا مجسمہ بن کر رہ گئی تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے گھر والے بھی پریشان تھے وہ کسی سے بولتی بھی نہیں تھی اس کے ماں باپ اس کے لیے بہت فکر مند تھے اس کو پیروں فقیروں کے پاس بھی لے جایا گیا حکیم اور ڈاکٹروں کو بھی دکھایا گیا مگر اس کو کوئی افاقہ نہ ہوا آخر ایک دن اس نے چوہے مار دوائی کھا کر خودکشی کر لی۔یوں محبت کرنے والوں کا یہ باب بند ہو گیا۔

ادھر سیف دین اس کال کوٹھڑی میں سویا ہوا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ زبیدہ کے گھر بہت سارے لوگ جمع ہوئے ہیں اس نے کسی سے پوچھا کہ یہ اتنے سارے لوگ کیوں جمع ہیں اس شخص نے بتایا کہ زبیدہ نے خودکشی کر لی ہے اسے لیے یہ لوگ جمع ہوئے ہیں وہ یکدم ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا وہ اس اندھیری کال کوٹھڑی میں دیدے پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اسے ایک پل بھی چین نہیں آ رہا تھا وہ سمجھ گیا تھا کہ ضرور کوئی نہ کوئی بات ہے۔جس کی وجہ سے وہ بے چینی سی محسوس کر رہا ہے آخر کار جوں توں کر کے صبح ہوئی اور اس نے شکر کیا کچھ دیر بعد اس کو خبر مل گئی کہ زبیدہ نے خودکشی کر لی ہے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس نے خودکشی کیوں کی ہے حالانکہ وہ بالکل خوش و خرم تھی اس کو کوئی تنگی نہیں تھی پھر اس کو خودکشی کرنے کی کیا سوجھی یہ راز صرف وہی جانتا تھا اور پھر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا زبیدہ یہ تو نے کیا کیا میں تو برباد ہو چکا ہوں مگر تو نے اپنی زندگی کا خاتمہ کیوں کیا میری تو قسمت میں یہ بد نصیبی لکھی تھی اور تو نے کس لیے اتنا بڑا قدم اٹھایا میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تو میرے لیے اتنی بڑی قربانی دے گی تو نے ایسا کیوں کیا آخر کیوں وہ بلک بلک کر رو رہا تھا اتنے میں اس کے کانوں میں آواز گونجی۔

اوئے اٹھ کیا بچوں کی طرح اپنی قسمت پر

روراہا ہے اٹھ آج تیری عدالت میں پیشی ہے یہ رونا دھونا ادھر ہی جاکر کرنا۔

اس نے سر اٹھا کر نم آنکھوں سے دیکھا ایک سپاہی اس کو بلا رہا تھا پھر وہ اپنے آنسو پونچھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور سپاہی کے ساتھ کال کوٹھڑی سے باہر نکل گیا سپاہی اس کو لے کر تھانیدار کے کمرے میں پہنچا اور اس کو ہتھکڑی لگا کر عدالت کی طرف چل دیا اسی طرح کئی پیشیاں ہوتی گئی گواہ گزرے۔عرصہ بارہ سال بعد جج عدالت نے اسے پھانسی کی سزا سنادی جس کی اس نے اعلیٰ عدالت میں اپیل کر رکھی تھی اس اپیل کا آج آخری فیصلہ ہونا تھا اور وہ تھانیدار بھی اس وقت عدالت میں موجود تھا کیونکہ وہ اس کیس کا خاص گواہ مدعی تھا اور آج کے دن اس کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا اور آہستہ آہستہ لوگ عدالت میں جمع ہونا شروع ہوگئے تھے اور ہر ایک اس کیس کے فیصلہ کا منتظر تھا۔

کئی دنوں کے بعد اچانک ہی ادھر سے شمپک کا گزر ہوا تھا جو سیف دین کو ملنے اس کے گھر جا رہا تھا مگر وہاں کا ماحول بدلا بدلا سا دیکھ کر وہ دور سے ہی واپس لوٹ گیا چلتے چلتے اس کی نظر ایک بوسیدہ سی ٹوپی پر پڑی اور وہ ٹھٹھک کر رک گیا اس نے وہ ٹوپی اٹھا کر دیکھا جو ایک جھاڑی میں پھنسی ہوئی تھی اس نے وہ ٹوپی فوراً پہنچان لی اور سمجھ گیا کہ یہ وہی ٹوپی ہے جو میں نے سیف دین کو دی تھی اور یہ اس سے کھوگئی ہے وہ ضرور کسی نہ کسی مشکل میں پھنس گیا ہوگا۔وہ ایک بار پھر اس کے گھر کی طرف چل دیا گھر کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا وہ اس وقت ایک خوبصورت نوجوان کے روپ میں تھا اس نے قریب ہی ایک پڑوسی کے دروازے پر دستک دی اور اندر سے ایک شخص نکلا اس نے پوچھا کہ سامنے والے لوگ کہاں گئے ہیں اس نے تمام کہانی اس کو سنادی وہ سن کر وہاں سے واپس چلا گیا وہ سیدھا جیل پہنچا اور سیف دین کو دیکھ کر اس کا دل بجھ سا گیا وہ بہت کمزور اور لاغر سا انسان ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا تھا پھر اس نے وہ ٹوپی اس کے سر پر رکھ دی جو اس دن اس سے کہیں کھوگئی تھی ٹوپی سر پر رکھتے ہی اس کے خاندان کے قاتلوں کے چہرے اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں ہوگئے تھے اور وہ ایک بار پھر اپنی سوچوں میں گم ہوکر رہ گیا تھا۔ اس نے گہری نظروں سے شمپک کو دیکھا۔

شمپک میرے دوست کہاں چلے گئے تھے تم۔

بہت بری طرح پھنس گیا تھا کچھ عرصہ بعد آزادی ملی ہے تو تم سے ملنے چلا آیا لیکن وہاں تمہارے گھر کا ماحول افسردہ تھا کسی سے پوچھنے پر سب کو معلوم ہوگیا تو تمہارے پاس چلا آیا لیکن فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ ٹوپی تم کو اس کیس سے بچائے گی تم بے قصور ہو لیکن تم کو قصوروار ٹھہرا گیا ہے تم کسی بھی قسم کا فکر نہ کرو اب میں چلتا ہوں تم کو دیکھنے آیا تھا شاید اس وقت تم کو میری مدد کی ضرورت تھی وہ اتنا کہہ کر چلا گیا۔

دوسرے دن اس کی آخری پیشی تھی اور تھانیدار اس کو عدالت میں پیش کرنے کے لیے لا رہا تھا راستے میں اس نے پوچھا۔

تو اب بھی میرے متعلق پیش گوئیاں کر تو تو بڑا پیر بنا پھرتا ہے ہمارا ایک ایک راز جانتا تھا آج کدھر گئی ہے تیری پیری مریدی آج تجھ کو پھانسی کے پھندے سے کوئی نہیں بچاسکتا۔تجھ کو پھانسی ہوکر رہے گی آج میرا مشن پورا ہوگا آج میرا دشمن کیفر کردار تک پہنچے گا آج میں سکھ کا سانس لوں گا آخر ہم قانون کے رکھوالے ہیں قانون بھی ہمارا ساتھ دے گا اور اس کے بعد میں سرعام کھل کر اپنی من مانی کروں گا مجھے روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔آج سے میں خودمختار بن جاؤں گا مجھے تجھ سے خطرہ تھا اور میں نے اس خطرے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے آئندہ کوئی بھی مظلوم اور غریب نہیں رہے گا۔ظالموں اور جابروں کا راج

رہے گا۔ اور تیرے مقدر میں زلت اور رسوائی لکھ کر ایک تاریخ رقم کر دے گا دیکھا جائیگا میرا نام بھی کریم ہے میں نے بڑوں بڑوں کو ٹھیک کر کے رکھ دیا ہے پھر تو کیا چیز ہے تیرا آخری وقت ہے تو سٹپا گیا ہے تجھ کو چاروں طرف موت ہی موت دکھائی دے رہی ہے جبھی تو تو بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔

تھانیدار اللہ بہت غفور الرحیم ہے وہ مہربان ہے وہ ہر ایک پر اپنا فضل کرتا ہے اور میرا ابھی وہی رب مجھ پر بھی رحم کرے گا وہ ظالم اور مظلوم کی خوب پہچان رکھتا ہے تو دیکھتا رہ جائے گا کہ اور تجھ کو اپنی جان کی فکر پڑ جائے گی اور تو ایسی مکڑی کے جال میں پھنسے گا کہ تیرا نکلنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

اسی بحث و تکرار میں وہ کمرہ عدالت میں داخل ہو گئے تھے اور پھر کیس کی کاروائی شروع ہو گئی تھی اور پھر جج صاحب نے اس کے خلاف فیصلہ بھی سنا دیا تھا مگر سیف دین کے بار بار اسرار پر جج صاحب نے اس کی بوسیدہ ٹوپی اپنے سر پر رکھ لی تھی اور پھر وہ ایک عجیب سی پراسرار دنیا میں محو سفر ہو گئے تھے اور پھر پوری حقیقت جان لینے کے بعد انہوں نے ایک جھرجھری لی اور ایک دم اپنی آنکھیں کھول دیں سامنے کا منظر جوں کا توں تھا۔ معلوم نہیں وہ کتنے برسوں کا سفر پل بھر میں طے کر آئے تھے اور کسی کو پل بھر کا احساس نہیں ہوا تھا سب لوگ ویسے ہی بیٹھے ہوئے تھے اور فیصلہ کے منتظر تھے وہ اس پراسرار دنیا سے باہر آ گئے تے اور سب کچھ ان کی سمجھ میں آ چکا تھا جج صاحب کے سامنے اس کے حالات زندگی روز روشن کی طرح عیاں ہو چکے تھے اور سب کچھ انکی سمجھ میں آ چکا تھا اور وہ حاضرین کی طرف دیکھ رہے تھے تمام کے تمام کردار کرسیوں پر براجمان تھے کوئی ایسا کردار نہیں تھا جو غیر حاضر ہوتا۔ شاید خدا نے سب کو ایک جگہ اکھٹا کر رکھا تھا۔ کہ وہ اپنا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ اسی لیے تمام پوشیدہ کردار اس وقت فیصلہ سننے کے منتظر تھے اور خوشی ان کے بشروں سے عیاں تھی خاص کر ان تین کرداروں کی خوشی دیدنی تھی جنہوں نے اس کیس میں اہم رول ادا کیا تھا وہ تین کردار تھانیدار کریم۔ قادر اور شیر دل تھے آج ان کی تمام حسرتیں پوری ہونے والی تھیں مگر ان کو معلوم نہیں تھا کہ کاتب تقدیر نے ان کی قسمت میں کچھ اور ہی لکھ دیا ہے جج صاحب نے تازہ دم ہو کر ٹوپی سر سے اتار کر ملزم سیف دین کو پکڑا دی اور اس نے ٹوپی سر پر رکھ لی اور پھر اپنی تقدیر کا فیصلہ سننے کے لیے تیار ہو گیا۔ جج صاحب نے جہاں اپنی بات ادھوری چھوڑی تھی وہیں سے دوبارہ آغاز کیا۔

تو یہ عدالت ملزم سیف دین کو۔ سیف دین کا نام سن کر تمام کردار ایک بار پھر خوشی سے جھوم اٹھے تو یہ عدالت ملزم سیف دین کو اس کیس سے باعزت طور پر بری کرتی ہے اور جتنا عرصہ ملزم نے دکھ اور تکلیف اٹھائی اور اپنی زندگی کے قیمتی دن ضائع کیے اس کے لیے عدالت معذرت کرتی ہے

اچانک فیصلہ سنکر تمام کرداروں کے منہ لٹک گئے ان کو پختہ یقین تھا کہ ملزم کو عدالت موت کی سزا سنائے گی۔ اور ان کی محنت رائیگاں گئی تھی ایک بار پھر جج صاحب کی آواز انکے کانوں سے ٹکرائی وہ بری طرح جھینپے۔

اس کیس کے اصل ملزمان خاص کر تھانیدار کریم قادر اور شیر دل کو فوری طور پر گرفتار کرنے کا حکم دیتی ہے اور عدالت ابھی اور اسی وقت ان تین ملزمان کو بغیر کسی تحقیقات اور بغیر گواہوں کے ثبوتوں کے سزائے موت کی سزا سناتی ہے۔

جج صاحب کا یہ غیر متوقع فیصلہ سن کر ان کے پاؤں سے زمین نکل گئی انکی ساری اکڑفوں جاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ انکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے انکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ اچانک کیا ہو گیا تھا وہ تو اس کے لیے گڑھا کھود رہے تھے مگر خود ہی اس گڑھے میں گر

گئے تھے اتنے گہرے گڑھے میں گرے تھے کہ جہاں سے نکلنا بہت مشکل ہوگیا تھا اب ان کے فرار کی تمام راہیں بند ہوگئی تھیں وہ ایسی گہری کھائی میں بند ہوگئے تھے جہاں سے کبھی نہیں نکل سکتے تھے وہ ان لمحوں کو کوس رہے تھے جن لمحوں میں وہ دل کھول کر جرم کیا کرتے تھے لہٰذا حکم کی فوری تکمیل کی گئی اور ان تینوں کو پھانسی گھاٹ لے جاکر پھانسی دے دی گئی اور سیف دین کو باعزت طور پر بری کردیا گیا۔ جب وہ گھر پہنچا تو خالی گھر کو دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا وہ اپنے اجڑے ہوئے گھر کو دیکھ کر دیوانہ وار روئے جا رہا تھا خالی گھر اس کو کاٹنے کو آتا تھا وہ کسی سے بات بھی بہت کم کرتا تھا۔ اس کا جی کہیں بھی نہیں لگتا تھا وہ دن بھر مجنوں کی طرح آوارہ پھرتا رہتا تھا کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کی قبروں سے لپٹا رہتا تھا کئی کئی راتیں وہیں پر گزار دیتا تھا گاؤں کا کوئی پڑوسی شخص اس کی حالت زار پر اس پر ترس کھا کر اس کو گھر لے آتا تھا تو وہ پھر بھاگ کر قبرستان چلا جاتا تھا اس کو ایک پل بھی چین نہیں آتا تھا آخر کار ایک دن وہ اسی حالت میں کہیں غائب ہوگیا تھا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں چلا گیا جاننے والے پڑوسیوں نے اس کو بہت تلاش کیا مگر اس کا نشان تک نہ ملا آخر کار وہ بھی تھک ہار کر بیٹھ گئے انہوں نے سمجھا کہ وہ دیوانہ ہوگیا تھا کہیں جنگل میں روپوش ہوگیا ہوگا۔ انہوں نے اس کی تلاش کی تھی مگر وہ نہ ملا ایک دن شمپک اور نیلم پری اس کو ملنے اس کے ہاں آئے تو وہ اس کی حالت زار کو دیکھ کر بہت افسردہ ہوئے وہ ان کو پہنچاننے سے بھی عاری تھا وہ ہوش خرد کی دنیا سے بیگانہ ہو چکا تھا تب انہوں نے آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ ہم اس کو اپنی دنیا میں اپنے ساتھ لے جائیں گے اور پھر وہ اس کو اپنے ساتھ لے گئے تھے جہاں وہ انکے ساتھ رہا تھا اس کا دوست شمپک اور نیلم پری بھی بہت خوش تھے اور سیف دین اپنے سب دکھ درد بھلا کر ان کے ساتھ گھل مل گیا تھا اب اس کا رابطہ اپنی دنیا سے کٹ چکا تھا اور اس نے ایک نئی دنیا بسا لی تھی۔

ختم شد۔

غزل

ہم مر جائیں گے ایک دن دیکھ لینا
رو دو گے بہت تم اس دن دیکھ لینا
دنیا میں ہے تو پروا نہیں ہماری
چھوڑ جائیں گے تمہیں ایک دن دیکھ لینا
آنسو چھپاتے پھرو گے سب سے تم
اتنا ہم یاد آئیں گے دیکھ لینا
کچھ یادیں مٹی مٹی سی تم کو بہت ستائیں گی
تم خود کو روک نہ پاؤ گے دیکھ لینا
مانا کہ کچھ نہیں ہے ہم آج تیرے لیے
کل تمہارے لیے ایک یاد بن جائیں دیکھ لینا

(مصباح کریم میواتی، پتوکی)

جو دعاؤں ہی سے تقدیریں بدلتی
تو لوگ خدا سے کم بندوں سے زیادہ ملیں گے
جا کسی اور کے گلے لگ جا اے میری زندگی
میرے پاس رہے کہ غمگین ہے کل کھوکھلی ہوگی
جن کو میسر نہیں خوشی جا تو ان کے لبوں کی ہنسی بن جا
پھر نہ آئے گا پل تو کھڑی بس یہ سوچتی ہوگی
یہ جاگنے کی سزائیں مجھے نہیں اس کو دو
جو سب کی آنکھوں سے نیندیں چرا کے سویا ہے
اے دل محبت میں ڈوب کر عشق کی اذان دے
میرا پیار میری چاہت نفرتوں میں کھویا ہے
خدا کی قسم وہ آدمی نہیں فرشتہ تھا
میرا تعارف خوشیوں سے کرا کے خود غموں میں کھویا ہے
ہاتھ خود بخود اٹھے دل سے دعا نکلی اس کے لئے
سہرا وہ شخص جو میری ہنسی اڑا کے رویا ہے

سحرا یوسف

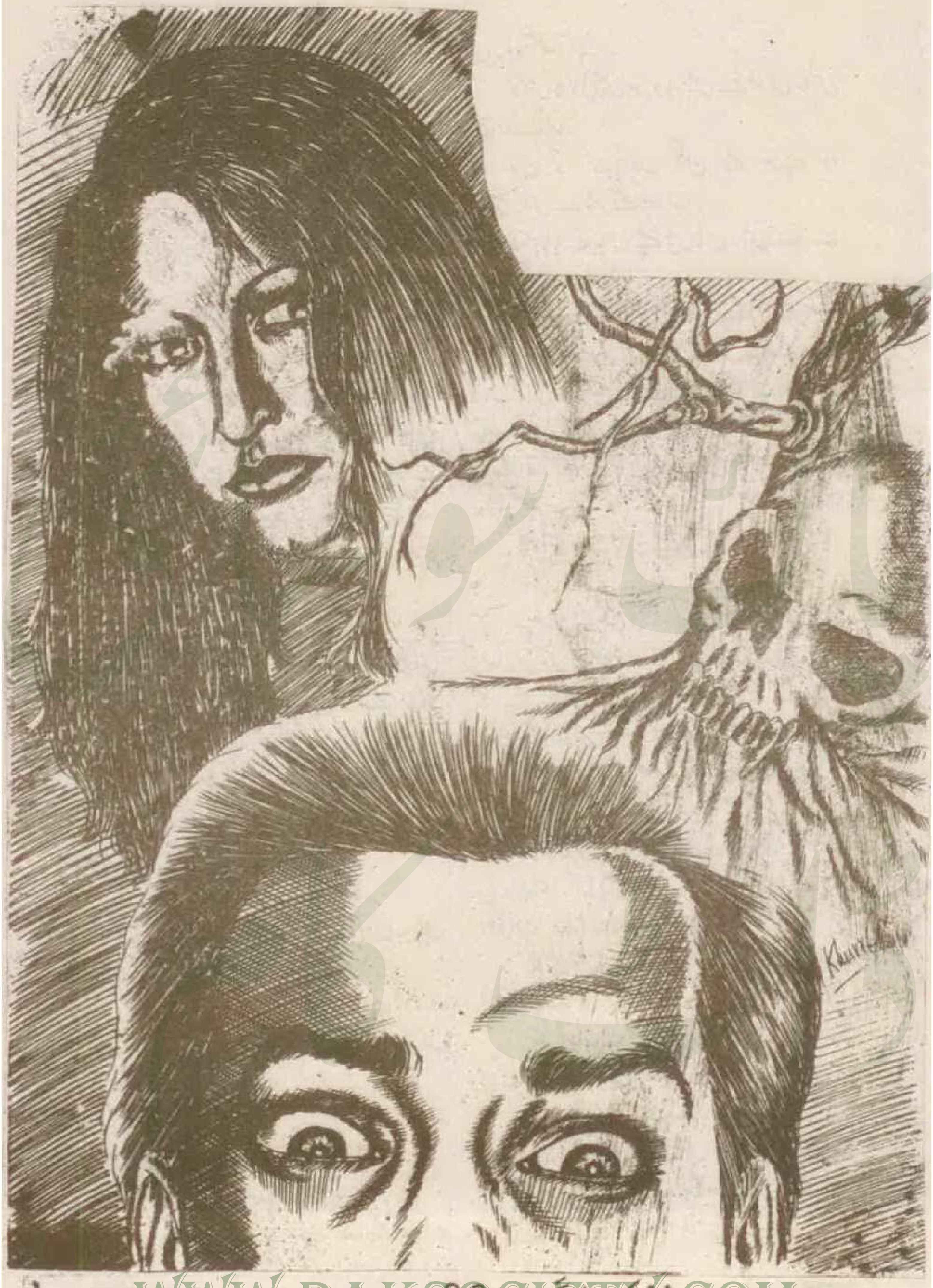
نیشِ عقرب

---تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور

کامنی مسلمان ہوگئی اس بات کی خبر اس کے گھر والوں کو ہوئی تو ایک ہنگامہ بچ گیا اسے بہت سزائیں دی گئیں تاہم وہ اسلام پر قائم رہی۔ اسی جرم کی پاداش میں رمیز کر موسمیت ان کے گھر کو جلا دیا گیا کامنی کو ایک عرصہ قید رکھا گیا۔ مگر ہر ظلم بیکار گیا کوئی بھی حربہ اسے اسلام چھوڑنے پر مجبور نہ کر سکا تنگ آکر مہیش اور امر سنگھ نے ایک خطرناک بچھو کامنی کے کمرے میں چھوڑ دیا اس کا پورا وجود رسیوں میں جکڑا ہوا تھا اور وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی تہہ خانہ اس کی کربناک چیخوں سے گونج اٹھا بچھو نے اسے کئی بار ڈسا مرتے وقت کامنی نے بد دعا دی یا الٰہی بچھو ان سب کی موت کا سبب ہو اور ان کی حالت بھی مجھ جیسی ہو اور ہوا بھی یہی۔ کامنی کے بعد وہی بچھو رینگتا ہوا گیا اور حویلی کے گوشے گوشے میں پھرتا پھراتا سب کو ڈستا چلا گیا ڈسنے کے بعد وہ ان کا کون بھی چوس لیتا تھا یوں اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔ بچھو کی فطرت میں چونکہ ڈسنا ہوتا ہے لہٰذا اس نے باقی گاؤں والوں کو بھی نہ چھوڑا پھر ایک بزرگ بابا سے رابطہ ہوا انہوں نے ایک خاص عمل کے تحت اسے حویلی میں محصور کر دیا اب پچھلے دنوں وہ عدم آباد سدھارے تو بچھو آزاد ہو گیا وسیم بابا نے بات ختم کر کے اک گہری سانس لی میں اور کمال دم بخود رہ گئے ہمارے بیچ خاموشی کی دیوار کھڑی ہوگئی اس دیوار میں شگاف کمال کی آواز نے ڈالا یہ اب اسے کیسے ختم کیا جائے۔ ویسے تو وہ غائب رہتا ہے لیکن چاند کی چھبیس کو وہ ظاہر ہو جاتا ہے تبھی اسے ختم کیا جا سکتا ہے وسیم بابا نے اٹھ کر الماری سے کوئی بوتل نکالی اس میں سبز رنگ کا کوئی گاڑھا سا محلول تھا۔ یہ لو اسے اس بچھو پر پھینک دینا مگر احتیاط سے اس کا ایک قطرہ بھی تم پر نہ گرنے پائے انہوں نے تنبیہ کی۔ اور کچھ۔ کمال نے ان کے ہاتھ سے بوتل لیتے ہوئے استفسار کیا۔ اور یہ کہ پہلا موقع ہی آخری موقع ہوگا لہٰذا غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کا لہجہ گھمبیر تھا۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

سترہ مئی کی صبح تنویر احمد کے لیے موت کی پیامبر ثابت ہوئی تھی وہ شروع ہی سے سحر خیز تھا۔ اس دن بھی وہ اذان سحر کے ساتھ ہی بیدار ہو گیا تھا اور گھر میں چہل قدمی کر رہا تھا جب اچانک اسے اپنے بائیں شانے پر کسی شے کی موجودگی کا احساس اس نے بے ساختہ بازو جھٹکا اس پل اسے بازو میں سوئیاں سی اترتی ہوئی محسوس ہوئی شدید ترین درد کی نوکیلی لہر اس کے پورے بازو میں پھیلتی چلی گئی وہ صحن میں دھپ سے گرا اور بری طرح تڑپنے لگا وہ محض چند سیکنڈ ہی تڑپا ہوگا پھر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا اس کے چہرے پر کرب و اذیت رقم ہو کر رہ گئی تھی اس کی لاش اس کی بیوی نے دیکھی تھی پھر کہرام بچ گیا۔

سارہ اپنے ماموں کے گھر رہتی تھی اس کی والدہ حیات نہیں تھی اور باپ نے دوسری شادی کر لی تھی شہزاد ماموں کی اپنی ایک ہی بیٹی تھی شیزا سارہ کی تقریبا ہم عمر تھی اس دن سارہ چھت پر کپڑے پھیلانے گئی تھی کچھ دیر بعد اس کی فلک شگاف چیخوں



سے سب چھت کی جانب لپکے تنویر احمد کی طرح اس کے بھی منہ سے جھاگ نکل رہی تھی اور پورا جسم سیاہی مائل نیلا پڑ چکا تھا اس کی موت بلکہ اندوہناک موت پورے گاؤں میں تشویش کی لہر دوڑا گئی لیکن اگر تشویش زدہ ہونے سے اگر مصیبتیں ٹلنے لگتیں تو کبھی کسی پر کوئی مصیبت ہی نہ آتی تنویر احمد اور سارہ کی موت تو پیش خیمہ تھی بستی والوں کے لیے پھر تو ان بھیانک اموات کا سلسلہ شروع ہو گیا ہر تیسرے دن کوئی نہ کوئی موت کے بھیانک اور سفاک پنجوں میں جکڑا جاتا تھا اور اس سب میں ایک بات مشترک ہوتی تھی کہ ان کا پورا وجود سیاہ مائل نیلا پڑ چکا ہوتا۔ آنکھوں اور چہرے پر کرب واذیت رقم ہوتی تھی اور پورے وجود پر جا بجا نیش عقرب ہوتے تھے بچھو کے یہ ڈنگ دیکھ کر ہر آنکھ میں ہراس جم جاتا اور ہر چہرہ ہلدی ہو جاتا۔

ہم کو اس شہر میں تعمیر کا سودا ہے جہاں
لوگ معمار کو چن دیتے ہیں دیوار کے ساتھ
اس قدر خوف ہے اب شہر کی گلیوں میں کہ لوگ
چاپ سنتے ہیں تو لگ جاتے ہیں دیوار کے ساتھ

یہ بچھو آتا کہاں سے ہے اور غائب کہاں ہو جاتا ہے میں نے گم صم بیٹھے کمال سے پوچھا۔

آں۔ مجھ سے کچھ کہا تم نے وہ چونکا۔

نہیں دیواروں سے باتیں کر رہا ہوں۔ میں جل بھن گیا۔

اچھا۔ میں سمجھا مجھ سے کچھ کہہ رہے ہو۔ وہ مدبرانہ انداز میں سر ہلا کر پھر سوچوں کے سمندر میں غرق ہو گیا۔

کمال۔ میں بھنا اٹھا۔

پھوٹو۔ اس نے گھورا۔

یہ بچھو غائب کیسے ہو جاتا ہے۔

ہاں مجھے تو اس نے سب کچھ بتا رکھا ہے نا۔ وہ جھنجلا گیا۔

تو اس کا کوئی حل سوچو یار میں نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

وہی تو کر رہا ہوں لیکن کچھ سوچنے دو تو ناں۔ اس نے پھر مجھے گھورا۔

وسیم بابا کے پاس چلتے ہیں ناں۔ میں نے اسے وسیم بابا کی بابت یاد دلایا۔

اس سے ایک سال قبل ہمارے گاؤں میں مردہ چوروں کی وجہ سے نہال ہمارے گاؤں پہ مسلط ہوا تھا تو تب کمال نے وسیم بابا سے رابطہ کیا تھا اب ہمارے ساتھ والے گاؤں میں یہ پراسرار اموات کا سلسلہ چل نکلا تھا محض دو ہفتوں میں درجن بھر اموات واقع ہو چکی تھی۔

چلو انہیں کے پاس چلتے ہیں۔

یہ صدی بھر قبل کی بات ہے اس بستی میں ایک ہندو راجہ بھیش کی حکومت تھی اس نے اپنے چند اصول بنا رکھے تھے ان میں ایک اصول یہ بھی تھا کہ وہ پہلے تو کسی کو چھیڑتا نہیں تھا اور بعد میں چھوڑتا نہیں تھا کامنی اس کی لاڈلی بیٹی تھی وہ صرف باپ کی ہی نہیں بھائی کی بھی لاڈلی تھی امر سنگھ کی فطرت میں ظلم سے لطف اندوز ہونا شامل تھا رمیز ایک لوہار کا بیٹا تھا کرمو لوہار ایک ایماندار آدمی تھی ہوا یوں کہ کامنی کو رمیز سے محبت ہو گئی رمیز نے اسے بہت سمجھایا۔

کامنی ہم میں زمین آسمان کا فرق ہے مذہب کا فرق ہے۔

میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی رمیز وہ جذباتی ہو گئی رمیز اسے دیکھ کر رہ گیا۔

کامنی مسلمان ہو گئی اس بات کی خبر اس کے گھر والوں کو ہوئی تو ایک ہنگامہ مچ گیا اسے بہت سزائیں دی گئیں تاہم وہ اسلام پر قائم رہی۔ اسی جرم

کی پاداش میں رمیز کرمو سمیت ان کے گھر کو جلا دیا گیا کامنی کو ایک عرصہ قید رکھا گیا۔ مگر ہر ظلم بیکار گیا کوئی بھی حربہ اسے اسلام چھوڑنے پر مجبور نہ کر سکا تنگ آ کر مہیش اور امر سنگھ نے ایک خطرناک بچھو کامنی کے کمرے میں چھوڑ دیا اس کا پورا وجود رسیوں میں جکڑا ہوا تھا اور وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی تہہ خانہ اس کی کربناک چیخوں سے گونج اٹھا بچھو نے اسے کئی بار ڈسا مرتے وقت کامنی نے بددعا دی یا اللہ یہی بچھو ان سب کی موت کا سبب ہو اور ان کی حالت بھی مجھ جیسی ہو اور ہوا بھی یہی۔ کامنی کے بعد وہی بچھو رینگتا ہوا گیا اور حویلی کے گوشے گوشے میں پھرتا پھراتا سب کو ڈستا چلا گیا ڈسنے کے بعد وہ ان کا خون بھی چوس لیتا تھا یوں اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔ بچھو کی فطرت میں چونکہ ڈسنا ہوتا ہے لہذا اس نے باقی گاؤں والوں کو بھی نہ چھوڑا پھر ایک بزرگ بابا سے رابطہ ہوا انہوں نے ایک خاص عمل کے تحت اسے حویلی میں محصور کر دیا اب پچھلے دنوں وہ عدم آباد سدھارے تو بچھو آزاد ہو گیا وسیم بابا نے بات ختم کر کے اک گہری سانس لی میں اور کمال دم بخود رہ گئے ہمارے بیچ خاموشی کی دیوار کھڑی ہو گئی اس دیوار میں شگاف کمال کی آواز نے ڈالا۔

اب اسے کیسے ختم کیا جائے۔

ویسے تو وہ غائب رہتا ہے لیکن چاند کی چھبیس کو وہ ظاہر ہو جاتا ہے تبھی اسے ختم کیا جا سکتا ہے وسیم بابا نے اٹھ کر الماری سے کوئی بوتل نکالی اس میں سبز رنگ کا کوئی گاڑھا سا محلول تھا۔ یہ لو اسے اس بچھو پر پھینک دینا مگر احتیاط سے اس کا ایک قطرہ بھی تم پر نہ گرنے پائے انہوں نے تنبیہ کی۔

اور کچھ۔ کمال نے ان کے ہاتھ سے بوتل لیتے ہوئے استفسار کیا۔

اور یہ کہ پہلا موقع ہی آخری موقع ہوگا لہذا غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کا لہجہ گھمبیر تھا۔

وہ اماوس کی رات تھی چند کہیں گہرائیوں میں دفن تھا آسمان کی تاریک چادر پہ کہیں کہیں تاروں کی جھلملاہٹ تھی ہر سو تاریکی کا راج تھا سناٹا کسی فرض شناس چوکیدار کی طرح چوکس کھڑا تھا بھاگ نگر کی گلیوں میں ہمارے قدموں کی چاپ واضح تھی پانی کی بوتل کمال کے ہاتھ میں تھی میں ٹارچ کی روشنی کا دائرہ اطراف و جوانب میں پھینک رہا تھا۔

یار تیری وہ چمپا کیسی ہے۔ کمال نے اچانک چلتے چلتے پوچھا۔

کون۔ میں بے دھیانی میں اس کی بات سن نہ پایا تھا۔

چمپا کلی۔۔اس کی آنکھوں میں شرارت کی چمک تھی۔

چلی گئی واپس۔ وہ آج ہی اپنے والدین سے ملنے چند دنوں کی چھٹی پہ گئی تھی۔

ارے چھوڑ چھاڑ کے اپنے ریحان کی گلی
چمپا کلی ڈسکو چلی۔

کمال کی گنگناہٹ کافی بلند تھی۔

بس کرو کمال۔ میں نے بیزاری سے ٹوکا۔

ابھی میں نے کوئی کمال کیا ہی کب ہے جو تم منع کر رہے ہو اس نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

کبھی تو تمیز کے جامے میں آ جایا کرو۔ میں جھنجھلا اٹھا۔

واٹ۔ وہ ایک جھٹکے سے میری جانب پلٹا ۔ میں کیوں تمیز کا جامہ پہنوں یہ تمیز نجانے کون ہے کیا پتہ کوئی بھنگی ہی ہو اور میں اس کا مامہ پہن لوں۔ واہ جی واہ۔ ویسے یہ پاجامہ تو سنا تھا یہ جامہ کیا ہوتا ہے۔ اس کی معصومیت قابل دید تھی۔ میرا پارہ چڑھ گیا۔

چپ کر گدھے۔

لیکن یہاں تو گدھا ہے ہی نہیں۔ اچھا تم خود کو کہہ رہے ہو ویسے یار یہ خود کلامی اچھی چیز نہیں ہوتی

لوگ پاگل سمجھنے لگیں گے۔ میرا دل چاہا میں ٹارچ اس کے سر پر دے ماروں۔

میں نے دوبارہ روشنی اس جانب پھینکی وہ بچھو تھا۔ اسکی مڑی ہوئی دم سنہری چھلے کی مانند دمک رہی تھی وہ حنیف کے گھر میں داخل ہو رہا تھا اس کی رینگنے کی رفتار حیرت انگیز تھی ہم بھی خاموشی مگر سرعت سے اس کے تعاقب میں لپکے معا۔ حنیف کا بیٹا ارحم چلانے لگا وہ سترہ اٹھارہ سال کا تھا گھر والے تیزی سے اس کے گرد جمع ہوگئے ٹارچ کی روشنی میں میں نے ایک بھیانک منظر دیکھا بچھو ارحم کی انگلی سے چمٹا ہوا تھا ارحم چلاتے ہوئے بار بار ہاتھ کو اضطراری انداز میں چارپائی پر مار رہا تھا مگر بچھو ہلنے کا نام نہیں لے رہا تھا آن کی آن میں وہ اچھلا اور بازو سے چمٹ گیا ارحم بری طرح چیخنے لگا بچھو ارحم کی کلائی پہ یوں چمٹا ہوا تھا گویا بازو کا حصہ ہو اس کے گھر والے منحوس سے ساکت کھڑے تھے کمال نے برق رفتاری سے حرکت کی اور ارحم کی ماں کا دوپٹہ کھینچ کر ہاتھ پہ لپٹا اور بچھو کو کھینچنے لگا۔ کمال کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے کافی قوت صرف کرنا پڑ رہی تھی بلاآخر اس کی فولادی گرفت نے بچھو کو بازو سے الگ کر لیا ارھم کو تیزی سے ڈاکٹر کے کلینک لے جایا گیا کمال نے بوتل کھولی مگر بچھو تیزی سے رینگتا ہوا باہر نکل گیا۔ ہم بھی پیچھے لپکے میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

پانی پھینک کیوں نہیں دیتے۔ میں جھنجھلا کر کمال سے الجھ پڑا۔

اس کی رفتار دیکھ رہے ہو۔ ہم بدستور اس کے پیچھے تھے ایک جگہ بچھو رک گیا اور یکدم کہیں زمین میں ہی غائب ہو گیا۔ ہم تیزی سے وہاں پہنچے زمین میں چھوٹا سا سوراخ تھا۔

بہت خبیث ہے یہ کمال بڑبڑایا پانی لاؤ جلدی ۔ میں بھاگتا ہوا قریبی گھر میں گھس گیا۔ چور چور

میں اندر گیا ہی تھا کہ ایک عورت چلانے لگی میں بنا کوئی جواب دیئے فریج کی جانب لپکا پانی کی بوتل لے کر میں دروازے کے پاس پہنچا تو چند لوگوں نے مجھے دبوچ لیا۔

چور۔۔ یہی وہ چور ہے جو ہماری مرغیاں چوری کر کے لے جاتا ہے۔

میں ان کی گرفت سے خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا چھوڑو مجھے۔

کیوں چھوڑیں تیرا تو ہم قیمہ بنائیں گے جو تو ہماری مرغیوں کا بناتا ہے

میں نے جھلا کر اسے ایک جھانپڑ رسید کر دیا

چھوڑو انہیں یہ ریحان بھائی ہیں۔ جو بچھو کو مارنے آئے تھے ایک لڑکا کمرے سے برآمد ہوا ان لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور معذرت کرنے لگے میں انہیں نظر انداز کرتا ہوا سرعت سے باہر لپکا میں وہاں پہنچا تو بچھو اپنی ننھی ننھی سرخ انگارہ آنکھوں سے کمال کو گھور رہا تھا۔

کہاں رہ گئے تھے پانی دو وہ مجھ پر الٹ پڑا۔

وہ۔۔ میں نے بتانا چاہا۔

یہ نہیں۔ وسیم بابا والا پانی دو۔

میں نے ہاتھ میں موجود ٹارچ کو چونک کر دیکھا وہ سبز پانی کی بوتل تھی کمال نے مجھ سے ٹارچ لے لی تھی اور بوتل مجھے تھما دی تھی بچھو اچھل کر مجھ پر جھپٹا میرے اوسان خطا ہو گئے کمال نے پھرتی سے مجھے دھکا دیا میں سرعت سے کھڑا ہو گیا۔ بچھو اپنی شعلہ بار نظروں سے مجھے ہی گھور رہا تھا مجھے اس سے ڈر لگنے لگا کمال نے میرے ہاتھ سے بوتل جھپٹی اور ڈھکن کھول کر پانی بچھو پر پھینکا شوں۔ شوں کی زبردست آواز آئی پھر بے شمار چنگاڑیاں اڑنے لگیں لاتعداد شعلے ہماری جانب لپکے کمال نے بوتل میں بچا کھچا پانی بھی بچھو کے ننھے سے سرخ دہکتے ڈھانچے پر پھینک دیا۔ کچھ دیر بعد سب کچھ ختم ہو گیا تھا خس کم۔ جہاں پاک

اس نے ہاتھ جھاڑے۔
تمہیں پانی لینے بھیجا تھا تم دوسری بوتل بھی ساتھ لے گئے اور مجھے چھوڑ گئے اس خبیث کے پاس تمہیں نہیں پتہ کہ بچھو جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ڈنگ مارنا شروع کر دیتا ہے یوں وہ اپنی ماں کا پیٹ چاک کر کے باہر آتا ہے یہ اتنا ظالم ہے اور تم مجھے تنہا اس کے پاس چھوڑ گئے۔اس بوتل کے ڈھکن میں پانی لو اور ڈوب مرو۔
وہ اپنی آستین فولڈ کرتے ہوئے بول رہا تھا۔
میں نے اسے سارا ماجرہ کہہ سنایا۔اب ہم واپس کے لیے پلٹ رہے تھے چچ۔چچ۔
یار مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔
کیا۔میں خاک نہ سمجھا۔
تو نے اکیلے ہی ساری مرغیاں ہڑپ کر لیں اس کے لہجے میں چھپی شرارت سے میرا پارہ چڑھ گئی۔کمال۔میں دھاڑا۔
ہاں دیکھا۔پھر میرا کمال۔۔۔اس نے کالر کھڑے کیے۔
اونہہ بڑے آئے ہیرو کہیں کے۔۔میں جل بھن گیا۔
تو بھی یار نہیں مار آستین بلکہ عقرب آستین ہے ڈسنے سے باز نہیں آئے گا اچھا اب اپنے جگری یار میرا مطلب ہے اس بچھو پہ ایک گانا سنو اس کی بکواس پہ میں نے بھنا کر اسے ایک دھپ رسید کی وہ کندھا سہلاتے ہوئے گانے لگا۔
وہ تیرا ہمدم تیرا۔تیرا صنم دلبر تیرا۔
دل توڑ گیا۔منہ موڑ گیا۔وہ چاند کی چھبیس کو۔
حنیف کا گھر آ چکا تھا ہم نے ارحم کا پتہ کیا اس کا بازو کاٹ دیا گیا تھا تاہم جان بچ گئی تھی ہم گاؤں پہنچے تو ساڑھے تین بج رہے تھے۔
اگر کہو تو میں تمہارے گھر آ جاؤں کمال اپنے دروازے پہ کھڑا مجھ سے پوچھ رہا تھا۔
کیوں۔
وہ تیری چمپا کلی چلی گئی ہے ناں۔ہجر میں نیند کہاں آتی ہے اس نے دانت نکالے۔میں نے مکا تان کر مارا مگر وہ غڑاپ سے اندر چلا گیا۔اب میں بھی چلتا ہوں لمبی تان کے سوؤں گا اگلی بار کمال کے کسی نئے کمال۔میرا مطلب ہے اپنے کسی کمال کے ساتھ حاضر ہوں گا۔کمال کا تو صرف نام ہے اصل کمال تو میرا ہی ہوتا ہے ناں گھوریں مت۔
او کے اب اجازت دیں فی امان اللہ۔اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔ساحل دعا بخاری۔

نظم

میں نے اس طور سے چاہا تجھے اکثر جاناں

جیسے مہتاب کو بے انت سمندر چاہے
جیسے سورج کی کرنیں سیپ کے دل میں اترے
جیسے خوشبو کو ہوا رنگ سے ہٹ کر چاہے
جیسے پتھر کے کلیجے سے کرن پھوٹتی ہے
جیسے غنچے کھلے موسم سے حنا مانگتے ہیں
جیسے خوابوں میں خیالوں کی کمند ٹوٹتی ہے
جیسے بارش کی دعا
"آبلہ پا"
مانگتے ہیں
تجھ کو احساس ہی کب ہے کہ کسی درد کا داغ
آنکھ سے دل میں اتر جائے تو کیا بات ہے
تو کہ سیماب طبیعت ہے تجھے کیا معلوم
موسم ہجر ٹھہر جائے تو کیا ہوتا ہے

شاہد محمود دانش۔ باٹیانوالہ

حوس

---تحریر: عثمان غنی۔ پشاور شیخ آباد۔

ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا میروال کو علیزے کی روح تنگ کرنے لگی۔ ہر رات اس کی روح اس کو دکھائی دینے لگی وہ رات بھر ڈرتا رہتا وہ دن بدن کمزور ہوتا چلا گیا۔ اس نے آفس جانا بھی چھوڑ دیا وہ کمرے میں بند ہو کر رہ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ ذہنی حالت بھی کھو بیٹھا وہ پاگل ہونے لگا۔ بلاول نے ایک دن اسے ہاسپٹل لے گیا اس کے ٹیسٹ کروائے اور رپورٹ میں پتہ چلا کہ یہ سرطان کا بیماری ہے اور اپنی اس حالت کی وہ سے بہت جلد مرنے والا ہے اس خبر سے وہ بجھ سا گیا کمزور تو وہ پہلے ہی تھا لیکن اس بیماری کے انکشاف سے وہ بالکل ہی ٹوٹ گیا وہ اسی بینچ پر جا بیٹھا جہاں علیزے اس کو ملی تھی بلاول دور سے اسے دیکھ رہا تھا تقریبا آدھے گھنٹے بعد اس کے پاس کوئی لڑکی آ کر بیٹھ گئی۔ جو آپس میں باتیں کرتے رہے بلاول اسے دیکھ رہا تھا وہ باتیں کرتے ہوئے ہنس رہے تھے اور پھر وہ دونوں بینچ سے اٹھ کر دور اندھیرے میں کہیں غائب ہو گئے۔ صبح میروال کی لاش چادر میں لپٹی ہوئی اسی گندے نالے سے ملی۔ بلاول کے دل کو ایک جھٹکا لگا شدید جھٹکا اسے سب کچھ گھومتا ہوا دیکھائی دیا سب کو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح چلنے لگا جو اس نے دیکھا تھا اس کے سامنے علیزے کی لاش تھی جس پر میروال ایک شیطان پر برسا تھا اور پھر وہ اس بیماری میں مبتلا ہو گیا جو اس لڑکی کے اندر بھی وہ سوچوں میں کھو یا رہا پھر وہ اپنے فلیٹ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے شہر چلا گیا۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

پر ڈاکٹر صاحب اب کیا ہوگا کیا میں صرف چار گھنٹے زندہ رہ سکتی ہوں۔

ہاں۔ امین نے تمہیں اس لیے بتایا ہے کہ تم صرف مزید تین یا چار گھنٹے زندہ رہ سکتی ہو۔

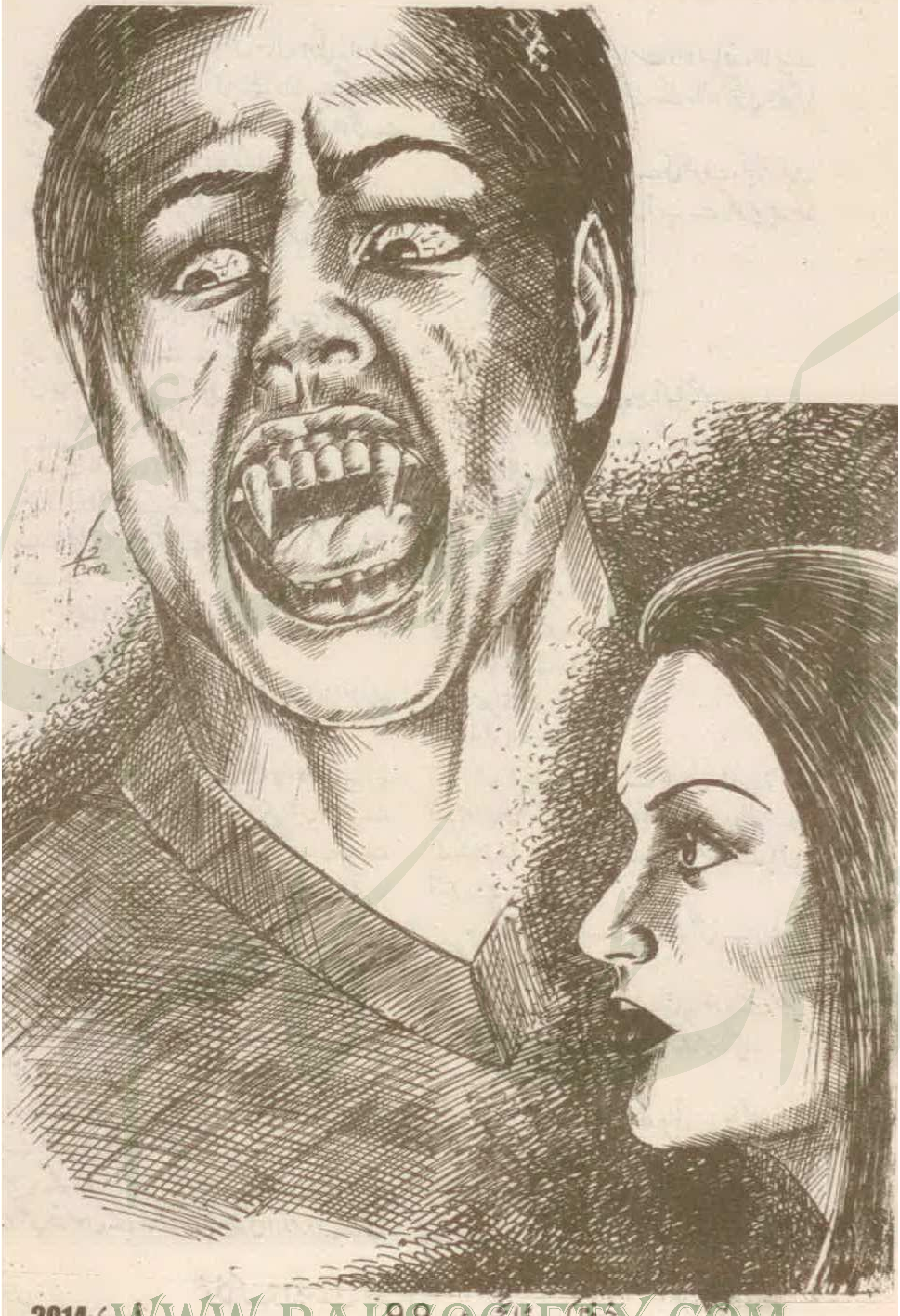
ہاں بس صرف تین یا پھر چار گھنٹے۔۔۔ علیزے بڑبڑائی۔ جبکہ ڈاکٹر بھی پریشان دکھائی دے رہا تھا رات کے تقریبا گھڑیال نے دس بجے کا الارم بجا دیا علیزے میرے خیال میں یہ تین چار گھنٹے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گزارنے چاہیں۔

مگر ڈاکٹر صاحب مجھے یہ مرض کب سے لاحق تھا۔ اور اب اگر مجھے پتہ چل گیا ہے تو وائرس میرے جگر میں اتنے پھیل چکے ہیں کہ دوبارہ زندگی کی طرف لوٹنا مشکل لگ رہا ہے ڈاکٹر نے سی سکین اور بون سکین اور دوسرے ضروری دستاویزات ٹیبل کے اوپر رکھ دیئے۔

دیکھو ریزے یہ مرض پچھلے آٹھ سال سے تمہارے جسم میں وائرس کے ذریعے ہوا تھا یہ سب ضرور تم سے کسی کی جسمانی تعلقات ہوں گے۔ یہ سرطان کی جراثیم اس شخص سے تمہارے جسم میں منتقل ہوئی ہوگی۔

ہاں ڈاکٹر میں ایک کال گرل ہوں اور اس طرح جسمانی تعلقات میری مجبوری۔ نہیں بلکہ پیشہ بھی ہیں مگر اب میں مرنا نہیں چاہتی ہوں میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

چلو چھوڑو ان باتوں کو علیزے میری طرف دیکھو۔ تم میرے گھر میں ہو تم کتنی عمر کی ہوگی۔



میری عمر تقریبا اٹھائیس سال ہوگی۔اوراب تقریبا فلم میں مجھے کام بھی ملنے والا ہے مگر ڈاکٹر صاحب میری زندگی بھی آہستہ آہستہ ختم ہوگئی ہے علیزے نے تقریبا روہانسی ہوکر کہا۔

ویسے علیزے تم کوئی خواہش نہیں کروگی ان تین گھنٹوں میں کہ تمہاری کوئی وش ہواور تم اسے پورا کرو۔ڈاکٹر نے پوچھا۔

نہیں ڈاکٹر میں تمہارے گھر سے چلتی ہوں میں یہ تین گھنٹے مرنے سے پہلے کسی نوجوان شخص کی قربت میں گزارنا چاہتی ہوں۔

ایسی غلطی مت کرنا۔علیزے تمہاری حس کے آگے کئی نوجوان اجنبی بے بس ہوجائیں گے مگر تمہاری خواہش کے بدلے ان کی زندگی برباد ہوسکتی ہے جو بیماری تمہیں لگی ہے یہ تم سے انہیں بھی لگ سکتی ہے۔

اچھا ڈاکٹر میں یہ تین گھنٹے آوارہ گردی میں گزارنا چاہتی ہوں۔

مگر چلنے پھرنے سے تم تو زیادہ جلدی ڈاکٹر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

ہاں میں جانتی ہوں لیکن کوئی چارہ نہیں ہے یہ سب دستاویزات یہ میرے کام کی نہیں ہیں۔علیزے نے اپنا پرس لیااور بغیر اطلاع کے چلی گئی۔گیٹ سے نکلتے وقت علیزے کی آنکھوں میں آنسو تھے اب تقریبا رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے وہ شہر کی مختلف سڑکوں پر پھرتی رہی تمام انسان ایک دوسرے سے بے نیاز اپنے اپنے غموں میں گم صم پھر رہے تھے ایک کے ساتھ اگر کوئی دوسرا نہ ہوتا تو ایسا لگتا کہ یہ شہر کی تاریک گلیوں میں مردے گھوم پھر رہے ہوں علیزے ان میں گھوم رہی تھی وہ تقریبا آدھا گھنٹہ یونہی سڑکوں پر بے مقصد پھرتی رہی اس کے پھرنے سے اس کا دل مزید کچھ کمزور ہوگیا آگے سڑک کے کنارے بینچ تھا وہ بوجھل قدموں کے ساتھ بینچ پر بیٹھ گئی اردگرد دیکھنے لگی

ایک خوبصورت بھرپور جسامت والا لمبا قد والا پینٹ کوٹ میں ملبوس نوجوان اس کے ساتھ بینچ پر بیٹھ گیا صحت خاصی اچھی تھی۔

ہیلو۔۔اس نے علیزے کی طرف دیکھ کر کہا۔

علیزے صرف مسکراپائی۔میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں۔اجنبی نے کہا۔

ہاں کیوں نہیں۔پوچھ لو۔

میں اکیلا ہوں۔

میں بھی اکیلی ہوں۔

نہیں میرا مطلب ہے میرا کوئی نہیں ہے۔

تو میرا بھی کوئی نہیں ہے۔علیزے مسکرائی۔

کیا عجیب اتفاق ہے۔

ہاں واقعی۔علیزے مسکرائی۔

ویسے مجھے یک ساتھی کی ضرورت ہے وہ نوجوان کھنکھارا۔گلے کی آواز کچھ گھٹی گھٹی سے نکلی۔جیسے غرارا ہو۔علیزے بولی۔

کیا نام ہے تمہارا۔

میرا نام میروال ہے۔

اوآئی انڈرسٹینڈ۔

ہاں اچھا ہے۔علیزے کا دل ڈوبنے لگا اورنوجوان کی آنکھیں مدہوش ہورنے لگیں وہ علیزے کے کچھ مزید قریب ہوا علیزے نے کہا تمہارے پاس سپیس ہے۔

ہاں کیوں نہیں میرے پاس جگہ بھی ہے اور میرا گھر بھی تم دیکھ لوگی۔

علیزے نے مسکرا کر کہا۔شاید ضرورت ہم دونوں کا امتحان لے رہی ہے وہ لڑکا کچھ گھبرا گیا۔

کیسا امتحان۔

بس یہ کہ میں تمہارے ساتھ جاتی ہوں کہ نہیں۔

مسی یہ تم پر ڈپینڈ کرتا ہے۔کہ اگر تم میرے ساتھ جاتی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں چلا جاؤں گا میروال نے کہا۔

علیزے نے کہا۔ویسے میروال تم میرے پاس ہی کیوں آئے کیا کوئی اور تمھیں نہیں مل سکتا تھا۔

مگر مجھے لگا کہ جولڑکی اس بینچ پر بیٹھی ہے وہ شاید کسی کی منتظر ہو اداس لگ رہی تھی اس لیے تمہاری طرف چلا آیا۔

اچھا کیا کہ میری طرف چلے آئے۔علیزے نے اپنے دونوں ہاتھ میروال کے اردگرد گھما کر اور اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔میروال اور علیزے کچھ اور قریب ہو گئے۔

ابھی تک مجھے تمہارا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

میرا نام علیزے ہے

اچھا نام ہے۔

بائے داوے مجھے یہ بتاؤ کہ میرا اور تمہارا ساتھ کتنا ہوگا۔علیزے نے سرگوشی کی اور میروال نے اسے گھورا۔

آؤ علیزے ہم کہیں چلیں۔اور یہ رات گھومنے پھرنے میں گزار دیں۔

علیزے نے نفی میں گردن ہلائی۔ہر رات میں گھومتی ہوں اس شہر کی ساری گلی کوچے اور ریسٹورینٹ مجھے معلوم ہیں میروال تمہارے گھر چلتے ہیں علیزے نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ہاں ٹھیک ہے میروال کی چمکتی ہوئی آنکھیں مزید چمک اٹھیں۔دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ لیے بینچ سے دور ہونے لگے علیزے کے ذہن میں ڈاکٹر کی آواز گونج رہی تھی مگر علیزے اس خوبصورت لڑکے کے آگے بے بس ہوگئی تھی اور اس کے ساتھ رات بتانے پر امادہ ہوگئی تھی شہر سے کچھ دوری پر آبادی کا بہت بڑا سلسلہ تھا یہاں پر میروال نے کہا یہ سامنے بلڈنگ میں ایک فلیٹ میں رہتا ہوں تھرڈ نمبر فلور پر روم نمبر پانچ۔دونوں چل رہے تھے اور اب تھرڈ نمبر فلور پر تھے میروال روم نمبر پانچ میں چابی گھمارہا تھا۔اور پھر ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔

علیزے اندر داخل ہوئی جبکہ میروال کی سیل کی بیل بج اٹھی میروال باہر رہ گیا۔میروال نے فون ریسو کرتے ہوئے ہیلو کہا۔دوسری طرف میروال کا دوست بلاول بول رہا تھا۔

یار میروال کہاں رہ گئے ہو میں تین بار روم کا چکر لگا چکا ہوں لیکن روم بند ہے۔

ہاں بلاول۔لیکن اب مت آنا۔

لیکن کیوں بلاول نے حیرت ظاہر کی۔

میرے ساتھ کوئی مہمان ہے۔ایک جل پری ہے میروال نے بتایا۔

لیکن میروال میں تمہارا روم میٹ ہوں میں کہاں جاؤں گا۔

تم سجاد کے ساتھ روم نمبر چھ میں رات گزار لو پھر جب میں تم کو بلاؤں گا تم بھی آجانا۔میں تمہیں کال کر دوں گا۔

او کے دونوں کے قہقہے ایک دوسرے کے کانوں میں سنائی دیئے۔میروال اندر کمرے میں داخل ہوا اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا۔اور علیزے کی طرف جانے لگا جو کسی گہری سوچ میں گم بیٹھی ہوئی تھی اس کا معصوم چہرہ اس کے دل کو بہت بھا گیا تھا وہ اس کے پاس جا بیٹھا۔

کچھ کھوئی کھوئی سی ہو۔

ہاں۔اس نے ایک گہری سانس لی۔

بتاؤ گی کہ کیوں۔

رہنے دو۔میروال رات بیتی جارہی ہے میں نہیں چاہتی کہ رات ایسے ہی بیت جائے میں کچھ سکون لینا چاہتی ہوں بہت بے چینی ہے دل میں۔ دل ڈوب سا رہا ہے یوں لگ رہا ہے کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے۔وہ ٹوٹی ہوئی اسے دیکھنے لگی۔

میروال اس کے قریب ہوا تو علیزے نے اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا۔اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں جس کو میروال دیکھ نہیں پارہا تھا وہ کچھ بھی

نہیں جانتا تھا کہ وہ لڑکی اتنی ٹوٹی ہوئی کیوں ہے اور کیوں رو رہی ہے۔

میر وال۔اس کی سرگوشی سنائی دی۔

ہاں بولو۔

تمہیں میں اچھی لگی ہوں ناں۔

ہاں بہت۔

پھر دور کیوں ہو۔

دور تو نہیں ہوں۔

میرے دل میں سما جاؤ مجھے سکون چاہیے میرا دل ڈوبتا جا رہا ہے حلق خشک ہوا جا رہا ہے۔یوں لگ رہا ہے کہ جیسے موت سے لڑ رہی ہوں میرے قریب ہو جاؤ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔بہت زیادہ ڈر اس کی آواز کانپنے لگی تھی اور میر وال اس کو تسلی دے رہا تھا۔

پھر لائٹ اس نے بند کر دی دو سائے وہاں کمرے میں لہرانے لگے۔علیزے کی حالت بگڑتی جا رہی تھی جس کو میر وال بھی محسوس کر رہا تھا لیکن وہ اس کی حالت کو نشہ سمجھ رہا تھا لیکن ایسا کچھ بھی نہ تھا۔علیزے کی سانسیں اکھڑنے لگیں جب میر وال کی طبیعت انتہائی مدہوش تھی علیزے کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں ہونٹ اور حلق خشک ہو گیا تھا۔اس کے لبوں سے گھٹی گھٹی سے آوازیں نکلنے لگیں۔

میر وال کی آواز تاریک کمرے میں سنائی دی

۔میرے وال میرے پاس وقت بہت کم ہے۔

اس کی ہلکی ہلکی سسکاریاں کمرے میں گونجنے لگیں موت کے فرشتے اس کے اردگرد شاید پھیل چکے تھے اس کی آواز کانپنے لگی۔اتنی دیر میں میر وال کے فون کی بیل بجنے لگی۔دوسری طرف اس کا دوست بلاول تھا میر وال نے ہیلو کہا تو اس نے کہا یار مجھے یہاں نیند نہیں آ رہی ہے میں اپنے کمرے میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں دروازہ کھولو میں باہر ہی کھڑا ہوں۔

او کے ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں جیسے ہی وہ دروازہ کھولنے کے لیے اٹھا تو اس نے محسوس کیا کہ علیزے کی گردن ایک طرف لڑھک گئی تھی کتنی کوشش کی ہو گی علیزے نے پانی مانگا ہو گا اور موت سے لڑنے کی کوشش کی ہو گی۔علیزے کی آنکھیں اتنی سرخ ہو چکی تھی کہ جیسے اس میں خون اتر آیا ہو اس کی ناک سرخ ٹماٹر کی طرح تھی ہونٹوں پر گلابی رنگت پورے جسم کی طرح ہو گئی تھی۔اندھیرے میں میر وال یہ سب نہ دیکھ سکا ہو گا مگر اب وہ موبائل پر وہ بلاول سے بات کر رہا تھا اس نے لائٹ آن کر دی۔اس کی نگاہ علیزے پر پڑی اس کی آنکھیں بند تھیں وہ حسن کا مجسمہ دکھائی دے رہی تھی میر وال اس کو دیکھتا رہا پھر بولا میری جان سومت جانا تم سے میں نے ڈھیڑوں باتیں کرنی ہیں علیزے بے حس وحرکت پڑی تھی اس نے دروازہ کھول دیا اور باہر بلاول تھا بلاول کمرے میں جانے لگا۔

تم اس کے پاس بیٹھو میں کچھ کھانے کو لے آتا ہوں اس نے رات ہمارے ساتھ ہی رکنا ہے بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہے سو رہی ہے۔وہ بہت خوبصورت ہے اور مجھے کوئی ایسی ویسی نہیں لگ رہی ہے اور مجھے جیسے اس سے پیار ہو گیا ہے اس کا چہرہ دل کو بھا گیا ہے۔تم اندر جا کر اس کے پاس بیٹھو میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گیا اور بلاول اندر داخل ہو گیا کمرے کا دروازہ اگلے لمحے بند ہو گیا۔اس نے علیزے کی طرف دیکھا جو واقعی حسن کا شاہکار دیکھائی دے رہی تھی اسکو دیکھتے ہی اس کے سر پر شیطان اتر آیا جس طرح میر وال پر اس کو دیکھنے پر اتر آیا تھا اس نے علیزے کو ہلا دیا۔لیکن علیزے نے کوئی حرکت نہ کی۔بلاول کو کچھ پریشانی ہوئی۔اگلے لمحے اس نے علیزے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے سینے پر رکھنا چاہا علیزے کا بے جان ہاتھ پھسلتا ہوا پلنگ سے نیچے لٹک گیا۔بلاول کے ماتھے پر پسینہ نمودار ہوا اور

اگلے ہی لمحے ان کا ڈر کے مارنے برا حال ہونے لا بلاول جلدی سے اٹھا۔ ایک گہری نظر علیزے کو دیکھا ایک گھٹی سی چیخ بلاول کے منہ سے خارج ہوتی چلی گئی۔ یہ منظر انتہائی ہیبت ناک تھا علیزے کی گردن بائیں طرف مڑی ہوئی تھی اس کے بکھرے بال اردگرد بکھر گئے تھے اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور آنکھیں انتہائی سرخ تھیں چہرہ دبا ساتھا منہ کھلا ہوا تھا اور ہونٹوں کی رنگت تو بالکل پھیکی ہو چکی تھی بلاول ایک لڑکا تھا مگر اس کی حالت یہ سب دیکھ کر فوراً بگڑ گئی تھی اس نے ہمت کر کے علیزے کی نبض چیک کی اور اگلے ہی لمحے اس کے منہ سے نکل گیا لاش۔ لاش۔

کہہ کر وہ دروازے کی طرف بھاگا۔ اور اگلے ہی لمحے وہ روم نمبر چھ کا دروازہ پیٹ رہا تھا اتنے میں میروال بھی آ گیا اس نے بلاول کی حالت دیکھی تو بولا۔ وہ ڈر کی وجہ سے ہانپ رہا تھا۔

ارے کیا ہوا ایک لڑکی نے ڈرا دیا ہے بلاول کے منہ سے آواز بالکل نہیں نکل رہی تھی۔ ت۔ تت۔ تم۔ وہ وحشت کے عالم میں کچھ کہہ نہیں پایا۔ میرا مطلب ہے تم کیوں اوور ایکٹنگ کر رہے ہو میروال کے منہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا۔ جیسے وہ اس کی حالت کا مذاق اڑا رہا ہوں۔

وہ۔ وہ لاش ہے۔ وہ کپکپانے لگا۔

کیا۔ وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ کیا مطلب ہے لاش۔ کہاں ہے لاش۔

ہمارے کمرے میں۔ بلاول نے خود پر قابو پایا جبکہ میروال مزید ہنسنے لگا

تمہارا مطلب ہے کہ ہمارے کمرے میں لاش پڑی ہوئی ہے۔

ہاں۔ بلاول نے گردن ہلائی۔

میروال اٹھا اور بولا اگر لاش ہے تو اس میں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن کس کی ہے۔ کوئی جن بھوت آ گیا ہے۔

اسی لڑکی ہے۔ جس کو تم لے کر آئے ہو۔ اس نے مزید خوفزدہ ہو کر کہا۔

نہیں۔ وہ بھی کچھ کانپا۔

آؤ میرے ساتھ میں تم کو دکھاتا ہوں کہ علیزے کی جگہ اس کی لاش۔

نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

میروال تم بہت کمینے انسان ہو شدید ذلیل ہو ایک لڑکی کے ساتھ نجانے رات بھر کیا کچھ کرنے کے بعد اس کا قتل کر دیا۔ اور پھر مجھے پھنسانے کے لیے اس کے پاس بھیج دیا تم یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اس لڑکی کے ساتھ میرے تعلقات تھے۔ اور میں نے ہی اسے مار دیا ہے۔ میں تیری چال کو سمجھ نہ پایا تھا بلاول کو جیسے زبان لگ گئی تھی۔

بکواس بند کرو۔ تم مجھ سے ڈرامے بازی کر رہے ہو تمہاری بگڑی ہوئی حالت یہ بتا رہی ہے کہ تم اس کے ساتھ۔

شٹ اپ۔ بلاول غصہ سے چیخا۔

ہٹو پیچھے میں دیکھتا ہوں۔ سجاد اٹھا اور کمرے سے باہر بھاگ گیا۔ علیزہ کمرے میں اسی طرح پڑی ہوئی تھی جس طرح وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا خیر اس کی اس بھیانک حالت کو دیکھ کر وہ بھی ڈر گیا تھا تقریباً چار بجے کا وقت تھا موسم بھی سردی کا تھا لوگ دیر سے اٹھتے تھے وہ بلاول کے پاس چلا گیا۔

بلاول یہ وقت ہوش کا ہے۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو وہ واقعی مر چکی ہے اور اس کی لاش وہاں پر پڑی ہے بلاول میری جان لاش کو ٹھکانے لگاتے ہیں۔ بلاول سوچ میں پڑ گیا۔

اس وقت کیسے۔

دیکھ بلاول میں نے اس کا قتل نہیں کیا اور تو بھی کہہ رہا ہے کہ قتل تو نے بھی نہیں کیا۔ اگر ہم اسے ابھی سے ٹھکانے نہ لگائیں تو شاید کل مشکل میں پھنس جائیں اور پھر پولیس کی تفتیش بھی اگر بیچ میں آ گئی تو

شاید ہم دونوں کو جیل جانا پڑے چوکیدار بھی اس وقت سویا ہوگا۔ یہ چانس اگر مس ہوگیا۔ تو شاید پھر۔ اس کی باتیں سن کر بلاول راضی ہوگیا۔ دونوں نے علیزے کی لاش کو چادر میں لپیٹ لیا اور سسپنس پھیلانے کے لیے اس کے پاس ایک خط بھی جلدی میں لکھا خط میں صرف اتنا لکھا۔

محبت میں ناکامی کے بعد میں اپنا یہ حال کر چکی تھی اور مرنے کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا وہ دونوں لاش کو اٹھا کر نیچے لائے جبکہ دونوں کی ڈر کی وجہ سے بہت برا حال تھا۔ گلیاں خالی اور سنسان پڑی ہوئی تھیں بلاول نے کہا۔

بس یار اسی نالے میں پھینک دیتے ہیں۔

ہاں ٹھیک ہے۔ میروال نے بھی کہا۔ اور پھر دونوں نے لاش کو اس گندی نالی میں جو چھوٹی سی کنارے والی تھی اس میں پھینک دیا۔ اور وہاں سے نکلنے کی کی۔ اور پھر دونوں کا باقی کی رات نیند نہیں آئی تھی یار وہ خط اگر نالے کی نذر ہوگیا تو خاصا اچھا ہوگا کیونکہ ہم اتنے بیوقوف نکلے کہ اس کے پاس خط چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔

ہاں یار سچ کہا تو نے۔ وہ چھوٹی سی نالی تھی وہاں پر آبادی بھی زیادہ ہے لوگ خاصے حیران ہوں گے یہ واقعہ صبح تک میڈیا والوں کی نظروں میں آجائے گا۔ اور اس کی خبر اخباروں میں آجائے گی۔ بس ہم اس کی ضروری اشیاء۔ دیکھتے ہیں۔

ان کی نظر اس کے پرس پر پڑی۔ اور سینڈل وغیرہ۔ انہوں نے ایک کپڑے میں ان چیزوں کو باندھ دیا۔ اور ان سب چیزوں کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ اس کا پرس وہ الٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگے پرس میں ایک خط تھا خط بلاول نے پڑھا اور وہ خاصا حیران رہ گیا۔ خط میں لکھا تھا میں علیزے ہوں اور جو شخص میرے ساتھ رات بتائے گا وہ بھی میری طرح میرے مرض کا شکار ہوجائے گا باقی ڈاکٹروں کی وہ باتیں لکھی ہوئی تھیں میں آئندہ صرف تین یا چار گھنٹے زندہ رہ سکتی ہوں کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہے آگے علیزے کے سائن تھے۔ اور تاریخ لکھی ہوئی تھی یہ خط علیزے نے اپنے ڈائری کے صفحے میں لکھا تھا اور تقریبا رات کے ساڑھے دس بجے اسی بینچ پر بیٹھ کر لکھا تھا جہاں پر سے میروال ملا تھا خط بلاول نے میروال کو سنایا وہ دنگ رہ گیا اسے پھر اس کے پسینے چھوٹ گئے وہ اتنا صحت مند تھا صبح تک وہ پریشان رہا البتہ چینل والے علیزے کی لاش کو بار بار دیکھا رہے تھے اور حکومت سے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے تھے جبکہ واقعی وہ چھٹی میڈیا والوں کے ہاتھوں نہیں لگی تھی جبکہ اخباروں میں یہ خبر سرخیوں میں چھپ چکی تھی کہ ظالموں نے جواں سالہ دوشیزہ کی عزت کے ساتھ کھیلنے کے بعد اس کا گلہ گھونٹ دیا۔

میروال چند دن بہت پریشان رہا اس کو لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی بیماری اسے لگ گئی ہے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن تسلی کے لیے وہ اپنا چیک اپ کروانا بھی چاہتا تھا چند دن بعد وہ ہسپتال پہنچ گیا اور اپنے ٹیسٹ کروا ڈالے جس کی رپورٹ اسے مل گئی اس کو کوئی بیماری نہ تھی ڈاکٹر نے بتایا کہ اسکو محض وہم ہے یہ سن کر اس کا چہرہ خوشی سے جھوم سا گیا۔ وہ خوشی سے وہاں سے واپس آگیا۔ اور پھر بلاول کو بھی خبر سنائی وہ بھی خوش ہوگیا۔

پھر ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا میروال کو علیزے کی روح تنگ کرنے لگی۔ ہر رات اس کی روح اس کو دکھائی دینے لگی وہ رات بھر ڈرتا رہتا وہ دن بدن کمزور ہوتا چلا گیا۔ اس نے آفس جانا بھی چھوڑ دیا وہ کمرے میں بند ہوکر رہ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ ذہنی حالت بھی کھو بیٹھا وہ پاگل ہونے لگا۔ بلاول نے ایک دن اسے ہاسپٹل لے گیا اس کے ٹیسٹ کروائے اور رپورٹ میں پتہ چلا کہ یہ سرطان کا بیماری ہے اور اپنی اس حالت کی وہ سے بہت جلد مرنے والا ہے

اس خبر سے وہ بجھ سا گیا کمزور تو وہ پہلے ہی تھا لیکن اس بیماری کے انکشاف سے وہ بالکل ہی ٹوٹ گیا وہ اسی بینچ پر جا بیٹھا جہاں علیزے اس کو ملی تھی بلاول دور سے اسے دیکھ رہا تھا تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کے پاس کوئی لڑکی آ کر بیٹھ گئی۔ جو آپس میں باتیں کرتے رہے بلاول اسے دیکھ رہا تھا وہ باتیں کرتے ہوئے ہنس رہے تھے اور پھر وہ دونوں بینچ سے اٹھ کر دور اندھیرے میں کہیں غائب ہو گئے۔

صبح میروال کی لاش چادر میں لپٹی ہوئی اسی گندے نالے سے ملی۔ بلاول کے دل کو ایک جھٹکا لگا شدید جھٹکا اسے سب کچھ گھومتا ہوا دیکھائی دیا سب کو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح چلنے لگا جو اس نے دیکھا تھا اس کے سامنے علیزے کی لاش تھی جس پر میروال ایک شیطان پر برسا تھا اور پھر وہ اس بیماری میں مبتلا ہو گیا جو اس لڑکی کے اندر تھی وہ سوچوں میں کھویا رہا پھر وہ اپنے فلیٹ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے شہر چلا گیا۔

آج بھی وہ سوچتا ہے کہ میروال نے اس لڑکی سے اپنی ہوس کو پورا کرنے کے بعد اس کا قتل کیا ہے اور وہ لڑکی علیزے ایک روح بن کر اس کے تعاقب میں رہی ہے اور اسی بینچ پر بھی وہ لڑکی تھی جو آخری بار دیکھی گئی تھی اور صبح اس کے دوست کی موت ہو گئی تھی اور اس کی لاش بھی اسی جگہ سے ملی تھی جہاں اس نے اس کی لاش کو پھینکا تھا۔ جس طرح اس نے علیزے کو مارا تھا اسی طرح علیزے نے اس کا گلہ گھونٹ کر مار دیا تھا اور اپنے انتقام کی آگ کو بجھا لیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد بلاول نے لڑکیوں سے ملنا چھوڑ دیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی لڑکی علیزے کے روپ میں اس کو ملے اور وہ بھی موت کے منہ میں چلا جائے اس نے سب کچھ چھوڑ کر شہر میں نوکری کر لی۔ لیکن وہ شکر بھی کرتا ہے کہ علیزے کی روح نے اس کو تنگ نہیں کیا ورنہ وہ چاہتی تو اس کو بھی ویسی ہی موت مار سکتی تھی جیسی موت اس نے میروال کو مارا تھا شاید اس کے جسم سے نکلنے والی روح کو پتہ چل گیا تھا کہ بلاول نے اس کے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا تھا۔۔

قارئین کرام اپنی رائے سے نوازیئے گا کہ میری کہانی کیسی لگی اس کہانی میں ایک سبق موجود ہے کہ انسان کو وہ کام نہیں کرنا چاہیے جو اس کی تباہی یا بدنامی کا باعث بنے امید ہے مجھے اپنی رائے سے نوازا جائے گا۔

غزل

دل سوچ کا پنجرہ ہے اک بار ہی کھلتا ہے
دل پیار کا مارا ہے اک بار ہی ملتا ہے
دل یاد کا بادل ہے بے انت برستا ہے
دل پیار کا بھوکا ہے اپنوں کو ترستا ہے
دل موج کا دریا ہے سینے سے نکلتا ہے
دل برف کا تودا ہے جمتا نہ پگھلتا ہے
دل سیپ کا موتی ہے نظروں میں چمکتا ہے
دل پیار کا دریا ہے بے تاب سا بہتا ہے
دل درد کا ٹکڑا ہے بے چین سا رہتا ہے

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

اداس شاموں میں لوٹ کر وہ آنا بھول جاتا ہے
کر کے خفا مجھ کو وہ منانا بھول جاتا ہے
انہی اداؤں نے اس کی مجھے بدنام کر ڈالا ہے
وہ لکھ کر نام دیواروں پر پھر مٹانا بھول جاتا ہے
مت پوچھ محبت میں لاپرواہی ہی کے لیے کرتا ہوں
دے زخم وہ مرہم لگانا بھول جاتا ہے
کتنا دلچسپ منظر ہے اس کی یادوں کا
وہ جب بھی یاد آتا ہے زمانہ بھول جاتا ہے

(ملک محمد وسیم طاہر ڈھکو ساہیوال)

دسمبر

تحریر: قم قم نشاد۔ رتوال۔ فتح جنگ۔

عمر تم زندہ ہو۔ مزمل تو کہہ رہا تھا کہ تم مر چکے ہو ہاں میں مر چکا ہوں اور اب میری روح تمہارے سامنے کھڑی ہے ان ظالموں نے مجھے بہت بھیانک موت مارا ہے عمر کی روح نے فیصل کی بات کاٹ کر کہا۔ عمر مجھے معاف کر دو میں تمہیں بچا نہیں سکا۔ تم نے مجھے بچا کر اور اپنے آپ کو موت کے حوالے کر کے اپنی دوستی کا حق نبھا دیا ہے لیکن میں تمہیں نہیں بچا سکا۔ مزمل نے شرمندگی سے کہا۔ نہیں مزمل مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہے تم تو مجھے بچانے کے لیے بہت کوشش کر رہے تھے لیکن تم خود بے بس ہو چکے تھے اس بوڑھے کی رسی نے تم کو جکڑ لیا تھا اور مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنے دوست کے لیے اپنی جان دے دی۔ عمر کی روح نے مزمل کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ میں نے تو سنا تھا کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد آسمانوں میں چلی جاتی ہے لیکن تمہاری روح تو زمین پر رہ گئی ہے۔ فیصل نے عمر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ بوڑھا جب بھی کسی کو ذبح کرتا ہے تو ایک منتر پڑھتا ہے۔ جس سے اس کی روح اس بوڑھے کے حصار میں قید ہو جاتی ہے لیکن جب اس نے مجھے ذبح کیا تو اس نے وہ منتر نہیں پڑھا تھا جس سے میری بے قرار روح یہاں ہی اس غار میں قید ہو کر رہ گئی میری روح اب اس بوڑھے کے حصار میں نہیں ہے جو روحیں اس کے حصار میں قید ہو جاتی ہیں وہ اگلے دسمبر کو زندہ ہو جاتی ہیں اور انہی کی طرح ہی خونی درندہ بن جاتی ہیں اور یوں ان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے جب دسمبر کا مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو ان سب بھوتوں چڑیلوں اور بوڑھے بوڑھی کے جسم سے گوشت گل سڑ کر اتر جاتا ہے اور یہ سب ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتے ہیں اور اسی غار میں قید ہو کر رہ جاتے ہیں جب دسمبر آتا ہے تو پھر ان کے جسم گوشت سے خود ہی بھر جاتے ہیں اور یہ دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں اور انسانوں کو اپنا شکار بنانے لگ جاتے ہیں اور ان کو اپنے جیسا کر لیتے ہیں۔ جس سے ان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ عمر کی روح نے انہیں دسمبر کا راز بتا دیا۔ ۔ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

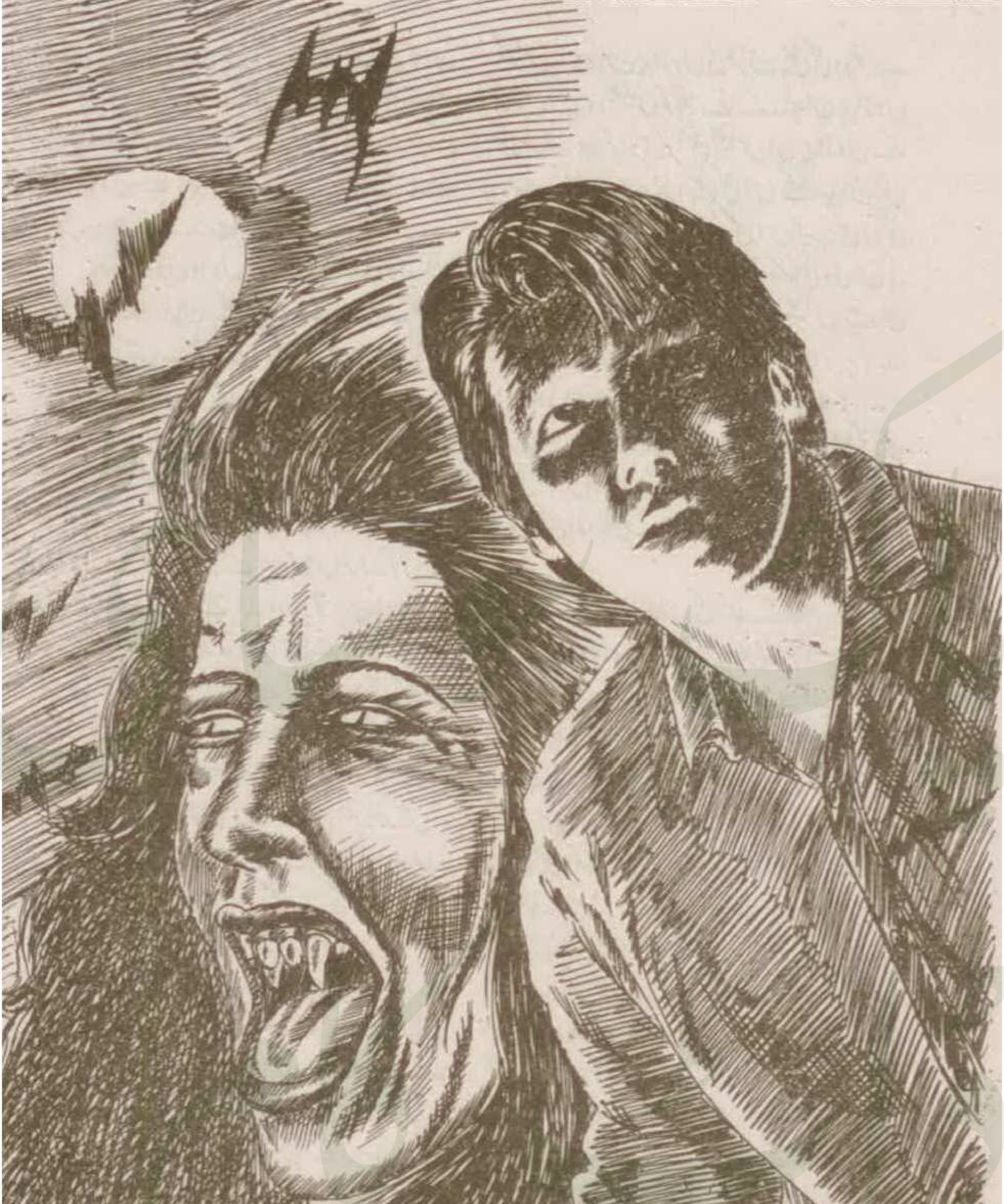
دسمبر کی ایک سرد رات تھی دسمبر کا مہینہ تھا لہذا سردی اپنے جوبن پر تھی عمر اور فیصل مزمل کے گھر کے باہر کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے تھوڑی دیر بعد ہلکی سی آواز کے ساتھ گیٹ کھلا اور مزمل باہر آ گیا۔

یار کب سے تیرا انتظار کر رہے ہیں باہر کھڑے کھڑے تو میری ٹانگیں ہی سوجھ گئی ہیں عمر نے غصے سے کہا۔

یار ابو جاگ رہے تھے میں ان کے سونے کا انتظار کر رہا تھا تمہیں تو پتہ ہے ناں کہ ابو مجھے رات کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے اور خاص کر دسمبر کے مہینے میں تو وہ مجھ پر خاص نظر رکھتے ہیں کہ کہیں میں۔

ارے یار ایک تو تم نے پہلے ہی دیر کر دی ہے اور اوپر سے تیری ان باتوں میں ناں رات گزر جائے گی فیصل نے مزمل کی بات کاٹ کر کہا۔

اچھا یار معاف کر دو اور چلو مزمل نے بے زاری سے کہا تو ان دونوں نے اسے غصے سے دیکھا اور آگے چل پڑے رات کے اس پہر سارا گاؤں سو چکا تھا



گاؤں کی گلیاں ویران پڑی تھیں رات اس پہر گاؤں کے کسی بھی گھر میں لائٹ نہیں جل رہی تھی لیکن چاند کی چاندنی میں ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی۔ جلد ہی وہ تینوں گاؤں سے باہر نکل آئے اب ان کا رخ سامنے کھڑے بڑے بڑے پہاڑوں کی طرف تھا۔

یار اگر گاؤں والوں کی باتیں سچ ہوئی تو اور اگر پہاڑوں کے درمیان کھلے میدان میں وہ عجیب مخلوق ہوئی ناں تو میں نے تو اسے دیکھتے ہی مر جانا ہے فیصل نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

ارے یار یہ گاؤں والے ناں بہت بے وقوف ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا وہاں پر ہاں اگر کوئی ہوا بھی ناں تو گاؤں کے ہی لوگ ہوں گے۔ وہ گاؤں والوں کو ڈرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس طرف کوئی بھی نہ آئے عمر نے چلتے چلتے کہا۔ اور یہ تو سوچو ناں کہ وہ عجیب مخلوق صرف دسمبر کے ہی مہینے میں آتی ہے باقی مہینوں میں کیوں نہیں آتی ہے کیا انہیں باقی مہینوں میں ڈر لگتا ہے وہاں آنے سے مزمل نے فیصل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ہاں اگر تم واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی ہم بعد میں تم سے کوئی شکایت کریں گے عمر نے آہستہ سے کہا۔

ارے یار تم تو ناراض ہی ہو گئے میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا فیصل نے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ دونوں مسکرا دیئے فیصل دل ہی دل میں تھوڑا خوفزدہ تھا لیکن وہ اپنے دوستوں کے ساتھ جانے سے انکار نہیں کر سکتا تھا اس لیے وہ بھی ان کے ساتھ ہی جا رہا تھا گاؤں میں یہ بات مشہور تھی کہ گاؤں سے تھوڑے فاصلے پر جو پہاڑ ہیں ان پہاڑوں کے درمیان کھلے میدان میں دسمبر کے مہینے میں ایک عجیب مخلوق آتی ہے اور دسمبر کے مہینے میں جو کوئی بھی وہاں جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا گاؤں کے چند لوگوں نے اس مخلوق کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا گاؤں کا ایک آدمی جس کا نام فاروق ہے اس کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ اس کی بھینس رات کو ان پہاڑوں کی طرف چلی گئی وہ غریب تھا اس لیے وہ بھینس کو پکڑنے کے لیے ان پہاڑوں کی طرف چلا گیا وہاں اسکی بھینس ان پہاڑوں کے درمیان کھلے میدان میں چلی گئی اس کھلے میدان میں ایک عجیب سی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس عجیب سی روشنی میں اسے وہاں ایک عجیب سی مخلوق دکھائی دی ان کی شکلیں بہت ہی خوفناک تھیں اس کی بھینس جیسے ہی اس مخلوق کے قریب پہنچی تو وہ ساری مخلوق اس پر ٹوٹ پڑی اور چند ہی لمحوں میں اس کی بھینس کا کام تمام کر دیا اس کی بھینس کی ہڈیاں تک وہ مخلوق کھا گئی تھی سا کی بھینس کو کھانے کے بعد وہ مخلوق اس کی طرف بڑھی لیکن وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ اور گھر آ کر ہی دم لیا۔

ایک اور واقعہ گاؤں کی مسجد کے امام کے ساتھ پیش آیا ان کا نام حافظ لقمان ہے ان کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ میں رات کو دوسرے گاؤں سے اپنے گاؤں آ رہا تھا جب میں اس کھلے میدان میں پہنچا تو وہ مخلوق میرے سامنے آ گئی ان کی شکلیں بہت ہی خوفناک تھیں ان خوفناک شکلوں میں مجھے ایک خوفناک بوڑھی بھی دکھائی دی ان کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر میں ایک دم ڈر سا گیا سخت سردی میں میرا پورا جسم پسینے پسینے ہو گیا تھا لیکن پھر میں نے خود کو سنبھالا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا۔ تو وہ مخلوق چیختی ہوئی وہاں سے غائب ہو گئی اور میں وہاں سے بھاگتا ہوا گاؤں آ گیا۔ گاؤں کے دو تین اور آدمیوں نے وہاں سے گزرتے ہوئے اس مخلوق کو دیکھا وہ مخلوق انہیں بھی پکڑنا چاہتی تھی لیکن وہ بھاگ نکلے وہ مخلوق دسمبر کے مہینے ہی میں وہاں دکھائی دیتی تھی باقی مہینوں میں نجانے وہ کہاں غائب ہو جاتی تھی اس دسمبر کے راز کو جاننے کے لیے کئی لوگ وہاں گئے لیکن آج تک کوئی بھی واپس نہیں آیا۔ ان واقعات سے گاؤں کے لوگ بہت زیادہ خوفزدہ ہو چکے تھے اس لیے دسمبر کے مہینے

میں اندھیرا پھیلتے ہی لوگ اپنے گھروں میں گھس جاتے ہیں فیصل عمر اور مزمل دسمبر کے اس راز کو جاننے کے لیے جا رہے تھے وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ سب لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں اور یہ جو کوئی بھی کر رہا ہے وہ گاؤں کا ہی ہے اور وہ یہ سب کر کے گاؤں والوں کو خوفزدہ کر رہا ہے اور وہ اس مقصد میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکا ہے فیصل عمر اور مزمل اس کے اس مقصد کو ناکام بنانا چاہتے تھے اور گاؤں والوں کو یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ یہ سب جھوٹ ہے اس لیے وہ تینوں پہاڑوں کی طرف جا رہے تھے اب وہ چلتے چلتے پہاڑوں کے پاس پہنچ چکے تھے اور جلد ہی وہ پہاڑوں پر چڑھ بھی گئے تھے انہوں نے پہاڑوں پر کھڑے ہو کر دوسری طرف دیکھا تو انہیں وہاں کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔

دیکھ یار میں نے کہا تھا ناں کہ یہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہے عمر نے فیصل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اچھا چلو نیچے جا کر بھی دیکھ لیتے ہیں کہ وہاں کچھ ہے یا نہیں مزمل نے پہاڑ سے نیچے اترتے ہوئے کہا تو وہ دونوں بھی اس کے پیچھے پیچھے اترنے لگے جلد ہی وہ پہاڑ سے نیچے اتر گئے اب ان کا رخ اس طرف تھا جہاں لوگوں نے اس عجیب مخلوق کو دیکھا تھا جیسے ہی وہ اس طرف پہنچے تو وہاں ایک دم ایک عجیب سی روشنی پھیل گئی اور ساتھ ہی انہیں اپنے اردگرد سے بہت سی خوفناک چیخیں سنائی دینے لگیں جسے سن کر وہ تینوں ڈر گئے۔

کک۔کو۔کون ہے۔مزمل نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔تو اس کے ساتھ ہی وہاں سفید دھواں پھیلنے لگا جب دھواں ختم ہوا تو ان کے اردگرد بہت ہی ذخوفناک شکل والی مخلوق کھڑی تھی وہاں پر جتنے بھی بھوت اور چڑیلیں تھیں ان کی شکلیں بہت ہی خوفناک تھیں ان کی رنگت کالی سیاہ تھی اور سارے جسم پر کالے بال تھے ان کی آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے جن سے تازہ خون بہہ رہا تھا ان کے منہ سے اوپر کے تمام دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں کے ناخن کافی لمبے اور نوکیلے تھے وہ مخلوق آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہی تھی وہ تو پہلے ہی اس خوفناک مخلوق کو اچانک دیکھ کر ڈرے ہوئے تھے اور اب اس مخلوق کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ اور زیادہ ڈر گئے بھاگو یہاں سے مزمل نے چیخ کر کہا تو وہ تینوں وہاں سے بھاگ نکلے جب انہوں نے آگے دیکھا تو ایک دم رک گئے کیونکہ ان کے سامنے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی اس کی شکل بھی بہت ہی خوفناک تھی اس کا چہرہ کالا سیاہ اور جھریوں سے بھرا ہوا تھا اس کی کالی سیاہ آنکھیں اور ان میں سے بہتا ہوا خون اس کے چہرے کو مزید خوفناک کیئے ہوئے تھا اس بوڑھی عورت نے انہیں اس طرح دیکھتے ہی مکروہ انداز میں مسکرانا شروع کر دیا۔ اس کے مسکرانے کا انداز بہت ہی خوفناک تھا فیصل کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور پھر دھیرے دھیرے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا اس بوڑھی عورت نے کچھ پڑھ کر عمر اور مزمل پر پھونک ماری اور جھک کر فیصل کے بالوں سے پکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے پہاڑوں کی طرف چلنے لگی عمر اور مزمل بھی کسی ان دیکھی طاقت کے زیر اثر نا چاہتے ہوئے بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے وہ چلتے چلتے پہاڑوں کے پاس جا کر رک گئی۔ پھر اس بوڑھی عورت نے کچھ پڑھ کر پہاڑ پر پھونک ماری تو وہاں ایک راستہ بن گیا وہ اس غار میں داخل ہو گئے اس کے بعد راستہ خود بخود بند ہو گیا۔راستہ بند ہوتے ہی باہر کھڑی خوفناک مخلوق نے خوفناک انداز میں قہقہے لگانا شروع کر دیئے اس مخلوق کی بھوکی نظریں اس پہاڑ پر ہی جمی ہوئی تھیں جس میں وہ خوفناک بوڑھی فیصل کو لے کر گئی تھی وہ خوفناک بوڑھی اب بھی فیصل کو گھسیٹتے ہوئے لے جا رہی تھی مزمل اور عمر بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے

تھے انہیں اپنی کوئی ہوش نہیں تھی وہ بوڑھی چلتے چلتے غار کے کونے میں پہنچی تو وہاں ایک بڑا سا کمرہ تھا وہ اس کمرے میں داخل ہوگئی اور جاتے ہی فیصل کو زمین پر پٹخ دیا۔ مزمل اور عمر بھی اس کمرے میں داخل ہو گئے کمرے کا منظر بہت ہی خوفناک تھا سامنے ہی ایک بوڑھا ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اس کی شکل بہت ہی خوفناک تھی اس کی کالی سیاہ رنگت اور جھریوں سے بھرا ہوا چہرہ بہت ہی خوفناک تھا اس کے سر کے بال پاؤں تک پہنچ رہے تھے اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن کسی تیز دھار تلوار کی طرح چمک رہے تھے اور وہ اپنی آنکھیں بند کیے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا اور باقی پورے کمرے میں انسانی ہڈیاں اور کھوپڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور اس کمرے میں پہنچتے ہی مزمل اور عمر کو ہوش آ گیا۔ اور وہ پھٹی پھٹی نظروں سے کمرے کو دیکھنے لگے وہ حیران ہو رہے تھے کہ وہ ایک دم کیسے اس کمرے میں پہنچ گئے وہ اس بوڑھے اور کمرے کو دیکھ کر ڈر کی وجہ سے کانپ رہے تھے اچانک ہی اس بوڑھے نے اپنی آنکھیں کھولیں تو عمر اور مزمل نے ایک چیخ ماری اور ایک دوسرے سے لپٹ گئے اس کی آنکھیں بہت ہی خوفناک تھیں اس کی آنکھوں کو دیکھ کر ہی ان دونوں کی چیخ نکلی تھی اس کی آنکھیں زرد تھیں اس کی آنکھوں میں ایک خوف زدہ کر دینے والی چمک تھی عمر اور مزمل ایک دوسرے سے لپٹے خوفزدہ نظروں سے اس کی ہی طرف دیکھ رہے تھے۔

دیکھ دیپ ناتھ۔ میں تیرے لیے کیا تحفہ لائی ہوں میں ابھی اس لڑکے کو ذبح کرتی ہوں اور تجھے اس کا دل گردے اور آنکھیں نکال کر دیتی ہوں تو کھائیگا تو پھر تیری شکتی میں اضافہ ہو جائیگا اس بوڑھی نے فیصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تو عمر اور مزمل کانپ کر رہ گئے۔

نہیں شانتی نہیں اس لڑکے کو ابھی ذبح نہ کرنا یہ لڑکا ہمارے لیے بہت خاص ہے تو ایسا کر کے ان دونوں لڑکوں میں سے کسی ایک کو ذبح کر دے اس بوڑھے نے مزمل اور عمر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیپ ناتھ اس لڑکے میں ایسی کونسی خاص بات ہے بوڑھی نے فیصل کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس لڑکے کی پیدائش کا دن پندرہ دسمبر ہے اور ہم نے اپنا چلہ بھی پندرہ دسمبر کو شروع کرنا ہوتا ہے اس کو ہم پندرہ دسمبر کو ہی ذبح کریں گے تو ہم دوبارہ جوان ہو جائیں گے۔ اچھا اب دیر نہ کر اور اس لڑکے کو ذبح کر دے بوڑھے نے مزمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ بوڑھی مزمل کی طرف بڑھی اس سے پہلے کہ وہ مزمل تک پہنچتی عمر مزمل کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ عمر غصے سے چیخا۔ تو بوڑھی کو غصہ آ گیا۔

میرے خیال میں پہلے تجھے ذبح کرنا چاہیے یہ کہہ کر اس نے عمر کو بالوں سے پکڑا۔ اور زمین پر پٹخ دیا اور پھر اس کی طرف بڑھی تو مزمل اس کے سامنے آ گیا اور چیختے ہوئے بولا۔

تو میرے دوست کو نہیں مار سکتی۔

تو مجھے ایسا کرنے سے نہیں روک سکتا وہ بوڑھی سے قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی اور مزمل پر ایک پھونک ماری تو وہ ہوا میں اڑتا ہوا دور جا گرا۔ مزمل کی چیخیں پورے کمرے میں گونج اٹھیں اس کے جسم پر کافی زخم آئے تھے لیکن وہ پھر بھی ہمت کر کے اٹھا اور اس بوڑھی عورت تک پہنچتا اس بوڑھے نے ایک رسی مزمل کی طرف پھینک دی اس رسی نے مزمل کے ہاتھوں اور پاؤں کو جکڑ لیا تھا وہ اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لیے بہت کوشش کر رہا تھا لیکن رسی اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں مضبوطی سے باندھی ہوئی تھی وہ بوڑھی عورت عمر کی طرف بڑھی اور جھک کر اس کے

بالوں سے پکڑنا چاہا تو عمر نے ایک لات اس کے سر پر دے ماری لیکن وہ خوفناک بوڑھی عورت اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی پھر اس بوڑھی عورت نے عمر کو بالوں سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے اس بوڑھے کے پاس لے گئی بوڑھے کے ہاتھوں میں ایک خنجر تھا اس بوڑھی نے عمر کو اس بوڑھے کے سامنے لٹا دیا اور اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔

چھوڑ دو میرے دوست کو مزمل نے روتے ہوئے کہا۔ اس بوڑھے نے عمر کو گہری نظروں دے دیکھا عمر چیخ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس بوڑھی عورت کے ہاتھوں سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اپنے آپ کو اس سے چھڑا نہیں پا رہا تھا اس خوفناک بوڑھی کے ہاتھوں میں نوجوانوں سے بھی زیادہ طاقت تھی وہ تھی تو بوڑھی لیکن اپنے اندر پہاڑ جتنی طاقت رکھتی تھی پھر اس بوڑھے نے عمر کی گردن پر زور سے خنجر مارا تو عمر کی چیخیں پورے کمرے میں گونج اٹھیں وہ بوڑھی کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا پھر ایک دم ہی عمر کی چیخیں ختم گئیں اور وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔

مزمل نیم بے ہوشی کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر وہ بوڑھا عمر پر جھکا اور اس کا خون پینے لگا تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھایا تو اس کے چہرے پر خون ہی خون لگا ہوا تھا اس بوڑھے نے اپنی کالی زبان ہونٹوں پر ماری اور پراسرار انداز میں مسکرانا شروع کر دیا۔ اس بوڑھے کو مسکراتا ہوا دیکھ کر وہ بوڑھی بھی مسکرانے لگی۔ پھر وہ عمر پر جھک گئی اور اس کا خون پینا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ بھی خون سے تر تھا اور اس کے چہرے پر ایک خوفناک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اس بوڑھے نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر بوڑھی عورت کو دے دیا بوڑھی نے خنجر پکڑا اور زور سے عمر کے سینے پر وار کرنے لگی جس سے اس کا سینہ دو حصوں میں بٹ گیا پھر اس بوڑھی نے اس کا دل کھینچ کر باہر نکال دیا اس نے وہ دل اپنے ہاتھ پر رکھا اور احترام سے بوڑھے کی طرف بڑھا دیا۔ دل کو دیکھ کر اس بوڑھے کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی اس نے جلدی سے دل لیا۔ اور مزے مزے سے کھانے لگا اور بوڑھی دوبارہ لاش کی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے آنکھیں اور گردے بھی نکال کر اس بوڑھے کو دیئے اور خود وہ عمر کا سر کھانے لگی سر کھانے کے بعد وہ اٹھی اور باہر نکل گئی۔ جب وہ دوبارہ آئی تو اس کے ساتھ وہ تمام مخلوق تھی جو باہر کھڑی تھی وہ آتے ہی عمر کی لاش پر ٹوٹ پڑی اور چند ہی منٹوں میں اس کی لاش کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا۔ مزمل سے یہ سب برداشت نہ ہو سکا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کے ساتھ فیصل بھی رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔

ف۔ فی۔ فیصل۔ مزمل نے کانپتی ہوئی آواز میں فیصل کو پکارا۔ لیکن فیصل گہری بے ہوشی میں تھا۔ مزمل نے دیکھا کہ وہ بلائیں کسی اور کو کھانے میں مصروف تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ چڑیلیں اس لاش کو کھانے کے بعد باہر چلیں گئیں اب غار میں ہڈیوں اور کھوپڑیوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا نہ ہی وہ بوڑھی عورت اور نہ ہی وہ بوڑھا۔ غار میں مزمل حسرت بھری نظروں سے عمر کے ڈھانچے کو دیکھنے لگا۔

مزمل فیصل کی آواز پر مزمل چونکا۔

فیصل تم ٹھیک ہوناں۔

مزمل وہ خوفناک بوڑھی نے اس بوڑھے نے گاؤں کے ایک آدمی کو مار کر اس کا دل گردے اور آنکھیں نکال کر کھانے لگیں میں یہ سب دیکھ نہ سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ یہ کہہ کر فیصل رونے لگا۔

فیصل ان ظالموں نے ہمارے دوست عمر کا بھی ایسا ہی حال کر دیا ہے مزمل نے اسے بتایا۔

کک۔ کک۔ کیا کہہ رہے ہو۔ تم ہوش میں تو ہوناں فیصل نے مزمل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں فیصل میں سچ کہہ رہا ہوں عمر ہمیں چھوڑ کر چلا گیا ہے مزمل بھی رو دیا۔

نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ فیصل نے روتے ہوئے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

فیصل خود کو سنبھالو ہونی کو کون ٹال سکتا ہے ج ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

پلیز مزمل مجھے یہاں سے لے چلو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ فیصل نے روتے ہوئے کہا۔

فیصل میں خود بھی بے بس ہوں میں کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔

نہیں مزمل ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔

ہاں یار تم ٹھیک کہتے ہو لیکن وہ بوڑھی عورت اور بوڑھا بہت ہی طاقتور ہیں ہم ان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں مزمل نے مایوسی سے کہا۔

لیکن وہ دونوں اس وقت کہاں ہیں۔

مجھے نہیں پتہ بس باہر گئے ہیں۔

یار مجھے ان سے بہت خوف آتا ہے انکی شکلیں بہت ہی خوفناک ہیں اور خاص کر اس بوڑھے کی آنکھیں تو بہت ہی خوفناک ہیں میں اس کی طرف دیکھتا ہوں تو میرا جسم کانپ جاتا ہے فیصل نے مزمل کو بتایا تو وہ بولا۔

ہاں فیصل وہ بہت ہی خوفناک ہے مجھے تو اس بوڑھی عورت سے بہت خوف آتا ہے اس بوڑھی کے ہاتھوں میں بہت طاقت ہے اور وہ اپنے اندر بہت زیادہ شکتیاں رکھتی ہے اس نے مجھ پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو میں ہوا میں اڑتا ہوا دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ اور پورا جسم زخموں سے بھر گیا۔ لیکن پھر بھی میں نے ہمت نہ ہاری میں اٹھا لیکن اتنی دیر میں اس بوڑھے نے مجھ پر رسی پھینک دی اور مجھے رسی میں جکڑ لیا۔ مزمل نے تفصیل بتائی۔

وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ غار میں بہت تیز سفید روشنی پھیل گئی روشنی بہت زیادہ تیز تھی اس لیے مزمل اور فیصل نے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔

فیصل مزمل اپنی آنکھیں کھولو انکے کانوں میں ایک پراسرار آواز ٹکرائی۔ انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ حیران رہ گئے ان کے سامنے عمر سفید لباس میں کھڑا تھا وہ حیرت کا مجسمہ بنے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

عمر تم زندہ ہو۔ مزمل تو کہہ رہا تھا کہ تم مر چکے ہو

ہاں میں مر چکا ہوں اور اب میری روح تمہارے سامنے کھڑی ہے ان ظالموں نے مجھے بہت بھیانک موت مارا ہے عمر کی روح نے فیصل کی بات کاٹ کر کہا۔

عمر مجھے معاف کر دو میں تمہیں بچا نہیں سکا۔ تم نے مجھے بچا کر اور اپنے آپ کو موت کے حوالے کر کے اپنی دوستی کا حق نبھا دیا ہے لیکن میں تمہیں نہیں بچا سکا۔ مزمل نے شرمندگی سے کہا۔

نہیں مزمل مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہے تم تو مجھے بچانے کے لیے بہت کوشش کر رہے تھے لیکن تم خود بے بس ہو چکے تھے اس بوڑھے کی رسی نے تم کو جکڑ لیا تھا اور مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنے دوست کے لیے اپنی جان دے دی۔ عمر کی روح نے مزمل کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

میں نے تو سنا تھا کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد آسمانوں میں چلی جاتی ہے لیکن تمہاری روح تو زمین پر رہ گئی ہے۔ فیصل نے عمر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ بوڑھا جب بھی کسی کو ذبح کرتا ہے تو ایک منتر پڑھتا ہے جس سے اس کی روح اس بوڑھے کے حصار میں قید ہو جاتی ہے لیکن جب اس نے مجھے ذبح کیا تو اس نے وہ منتر نہیں پڑھا تھا جس سے میری بے قرار روح یہاں ہی اس غار میں قید ہو کر رہ گئی میری روح اب اس بوڑھے کے حصار میں نہیں ہے جو روحیں اس کے حصار میں قید ہو جاتی ہیں وہ اگلے دسمبر کو زندہ ہو جاتی ہیں اور انہی کی طرح ہی خونی درندہ

بن جاتی ہیں اور یوں ان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے جب دسمبر کا مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو ان سب بھوتوں چڑیلوں اور بوڑھے بوڑھی کے جسم سے گوشت گل سڑ کر اتر جاتا ہے اور یہ سب ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتے ہیں اور اسی غار میں قید ہو کر رہ جاتے ہیں جب دسمبر آتا ہے تو پھر ان کے جسم گوشت سے خود ہی بھر جاتے ہیں اور یہ دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں اور انسانوں کو اپنا شکار بنانے لگ جاتے ہیں اور ان کو اپنے جیسا کر لیتے ہیں۔ جس سے ان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ عمر کی روح نے انہیں دسمبر کا راز بتا دیا۔ تھا یہ سب بتانے کے بعد عمر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر عمر کی روح نے خاموشی کو توڑا۔

میرے دوستو میری روح اس بوڑھے کی قید میں نہیں ہے لیکن پھر بھی میری روح اگلے دسمبر کو ان کی طرح خونی درندہ بن جائے گی۔ پھر میری روح بھی انسانوں کا خون کرے گی اور ان کا گوشت کھائے گی۔ لیکن میں یہ سب نہیں چاہتا۔ جب تک وہ بوڑھا اور بوڑھی مر نہیں جاتے تب تک میری روح اس غار سے باہر نہیں نکل سکتی پلیز میرے دوستو مجھے اور اپنے آپ کو اس کی قید سے باہر نکالو اور ان دونوں کو مار دو عمر کی روح نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

ہم انہیں کیسے مار سکتے ہیں۔ وہ دونوں تو بہت طاقتور ہیں۔ مزمل نے کہا۔

آج پندرہ دسمبر ہے اور وہ بوڑھا بوڑھی۔ اس غار کے نیچے ایک تہہ خانے میں اپنا چلہ کر رہے ہیں اگر انکا چلہ مکمل ہو گیا تو وہ فیصل تم کو ذبح کر دیں گے اور وہ تمہارا خون پی جائیں گے اور دوبارہ زندہ ہو جائیں گے لیکن میں ایسا کبھی بھی نہیں چاہوں گا عمر نے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں سوچ رہا ہوں کہ انہوں نے ابھی تک مجھ پر اپنا وار کیوں نہیں کیا مزمل نے عمر کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

کل وہ تمہیں مارنے ہی والے تھے کہ انہیں اپنا نیا شکار مل گیا جس کی وجہ سے انہوں نے تمہیں چھوڑ دیا عمر نے اسے بتایا۔

عمر ہمیں انکی کوئی ایسی کمزوری بتاؤ کہ ہم ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کا خاتمہ کر سکیں۔ فیصل نے کہا۔

ان دونوں کو ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ اس وقت چلہ کر رہے ہیں اگر وہ چلہ چھوڑ کر حصار میں سے باہر آ جائیں تو انہیں ختم کیا جا سکتا ہے۔ ان کو خود بخود آگ لگ جائے گی۔ جلدی نیچے تہہ خانہ میں جاؤ اور ان کو ختم کر دو۔

لیکن ہم تہہ خانہ میں کیسے جائیں۔ ہم تو خود رسیوں میں بندھے ہوئے ہیں مزمل نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

میں ابھی تم کو رسیوں سے آزاد کر دیتا ہوں۔ بس تم ان پر حملہ کر دو اتنا کہہ کر وہ ان کی رسیوں کو کھولنے لگا اس کے ہاتھ سے رنگ برنگی شعاعیں نکلنے لگی تھیں جیسے ہی وہ رسیوں سے ٹکرائی تو رسیاں ٹوٹ کر نیچے زمین پر گر گئیں اور وہ دونوں آزاد ہو گئے۔ انہوں نے ایک نظر عمر کی طرف دیکھا اور کہا۔

تہہ خانہ کا دروازہ کس طرف ہے۔

دائیں طرف۔ عمر نے مختصراً کہا۔

دونوں بھاگتے ہوئے دائیں طرف جانے لگے ایک جگہ ان کو نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں نظر آئیں ابھی وہ نیچے اترنے ہی والے تھے کہ عمر کی روح نے انہیں رکنے کو کہا تو وہ ایک دم رک گئے انہیں مارنے کے لیے تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تم کس چیز سے انہیں مارو گے عمر کی روح نے پوچھا۔ اس کی بات سن کر وہ دونوں شرمندہ ہو گئے۔

یار تم ہی ہماری مدد کرو اور ہمیں ہتھیار دے دو۔ فیصل نے کہا۔

وہ دیکھو اس بوڑھے کا خنجر پڑا ہوا ہے جس سے اس نے مجھے ذبح کیا تھا وہ تم اٹھا لو عمر نے بوڑھے کے خنجر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو مزمل جلدی سے آگے بڑھا اور خنجر اٹھا لیا۔

اچھا اب تم دونوں جلدی سے جاؤ اور انہیں ختم کر دو میں یہاں ہی تمہارا انتظار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو کامیاب کرے۔ عمر کی روح نے کہا تو وہ دونوں نیچے کی طرف بھاگ پڑے تہہ خانہ بہت ہی گہرا تھا سیڑیاں تھیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں دس منٹ تک اترنے میں لگ گئے اور وہ نیچے جا پہنچے۔ تہہ خانے میں بوڑھا اور بوڑھی ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہے تھے جب انہوں نے فیصل اور مزمل کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو ان کے چہروں پر خوف چھا گیا خوف سے وہ دونوں کانپ کر رہ گئے۔ اور ان دونوں کو گھورنے لگے ان کے دیکھنے کا انداز بہت ہی خوفناک تھا۔

مزمل جلدی کرو ان کا چلہ مکمل ہونے سے پہلے انکو مار ڈالو۔ ان کے کانوں میں عمر کی آواز سنائی دی۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا اور ایک ہی وار میں اس بوڑھے کی گردن تن سے جدا کر دی تو تہہ خانے میں بوڑھے کی خوفناک اور دل کو ہلا دینے والی چیخیں گونجنے لگیں۔ اس بوڑھے کے جسم کو آگ لگ گئی مزمل جلدی سے بوڑھی کی طرف بڑھا مزمل کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر وہ بوڑھی چیختی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور حصار سے باہر نکل آئی باہر نکلتے ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور اس کی خوفناک چیخیں گونجنے لگیں اور پورا تہہ خانہ زور زور سے ہلنے لگا فیصل نے اوپر دیکھا تو تہہ خانے کی چھت زور زور سے ہل رہی تھی اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے جلد ہی یہ چھت نیچے آگرے گی فیصل جلدی سے مزمل کی طرف بڑھا اور اس کو پکڑ کر سیڑیوں کی طرف لپکا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تہہ خانہ سے باہر نکل آگئے جب وہ غار میں پہنچے تو غار بہت ہی خوفناک چیخوں سے گونج رہا تھا اور وہاں پر جتنی بھی ہڈیاں اور کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں ان کو آگ لگی ہوئی تھی عمر کی روح ایک طرف بے چین کھڑی ان دونوں کا ہی انتظار کر رہی تھی ان دونوں کو باہر آتے دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کچھ پڑھ کر سامنے پھونک ماری تو وہاں سے باہر نکلنے کا راستہ بن گیا عمر کی روح نے انہیں باہر جانے کو کہا۔ تو وہ بھاگتے ہوئے غار سے باہر نکل گئے تو انہیں اس عجیب سے روشنی میں بہت سی چڑیلیں جلتی ہوئی دکھائی دیں ان کی خوفناک چیخیں ہر طرف گونج رہی تھیں مزمل اور فیصل کافی دیر تک وہاں کھڑے رہے اب ان کی چیخوں میں دھیرے دھیرے کمی آرہی تھی اور ان کے جسم دھواں بن کر غائب ہو رہے تھے اور تھوڑی دیر بعد وہاں سے سب کچھ غائب ہو گیا۔ اب نہ تو وہاں پر وہ خوفناک چڑیلیں تھیں اور نہ ہی ان کی خوفناک چیخیں وہاں گونج رہی تھیں فیصل اور مزمل ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر پہاڑ پر چڑھنے لگے جب وہ پہاڑ پر چڑھنے کے بعد دوسری طرف نیچے اترنے لگے تو ان کو عمر کی روح وہاں پہاڑ پر کھڑی دیکھائی دی۔

میرے دوستو تم نے مجھے خونی درندہ بننے سے بچا لیا ہے اس مخلوق کو تم نے ختم کر دیا ہے اب یہ مخلوق کبھی بھی یہاں نہیں آئیگی۔ تم دونوں نے مجھے اس بوڑھے کی قید سے آزاد کر دیا ہے اب میری روح کو سکون مل گیا ہے تم دونوں نے مجھے بچا کر دوستی کا حق ادا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ہر کسی کو تم جیسا دوست عطا فرمائے۔ اچھا دوستو میں چلتا ہوں عمر کی روح نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پلیز عمر ہمیں چھوڑ کر مت جاؤ مزمل اور فیصل نے روتے ہوئے کہا۔

نہیں اب میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا میں

جار ہا ہوں دوسری دنیا میرا انتظار کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے یہ کہہ کر عمر کی روح اوپر آسمانوں کی طرف بڑھنے لگی اور بہت اوپر جا کر کہیں غائب ہو گئی۔ مزمل اور فیصل کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے وہ اپنے دوست کے بچھڑ جانے سے بہت افسردہ تھے۔ اور غمزدہ تھے۔

نہ ہاتھ تھام سکے نہ پکڑ سکے دامن
بہت ہی قریب سے اٹھ کر بچھڑ گیا کوئی۔

فیصل نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے یہ شعر پڑھا اور مزمل فیصل کی طرف بڑھا اور اسے گلے لگا لیا دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئے صبح کی ہلکی ہلکی روشنی ہر طرف پھیل رہی تھی دور سے انہیں گاؤں کی مسجد سے فجر کی اذان کی آواز سنائی دی تو وہ مسجد کی طرف چل دیئے۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ گاؤں آئے تو سارے گاؤں والے خوفزدہ تھے ان کے چہروں پر خوف چھایا ہوا تھا گاؤں کے لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ رات کو بہت ہی خوفناک چیخیں سنائی دی تھیں اب لگتا ہے وہ مخلوق ہمارے میں بھی آجائے گی اور لوگوں کا خون کرے گی مزمل اور فیصل گاؤں والوں کی یہ باتیں سن کر ان کے پاس گئے اور ان کو ساری حقیقت بتادی تو وہ بہت خوش ہوئے لیکن عمر کی موت نے ان کو رلا دیا۔

اس دن کے بعد اب کبھی بھی کسی کو وہ مخلوق پھر دکھائی نہیں دی مزمل اور فیصل کی شادی ہو گئی اور اب وہ اپنے اپنے گھروں میں بہت خوش ہیں لیکن وہ اپنے دوست عمر کو آج تک نہیں بھول پائے وہ دسمبر کا راز تو جان گئے تھے لیکن اپنے ایک دوست کو کھو کر اور وہ آج بھی اپنے دوست کی یاد دل میں لیے ہوئے ہیں۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ میں انتظار کروں گی۔

غزل

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
وہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چار سو
میں اسے محسوس کر سکتا تھا چھو سکتا نہ تھا
آج اس نے درد بھی اپنے علیحدہ کر لیے ایسں
آج میں رویا تو میرے ساتھ وہ نہ رویا تھا
سبھی ویرانیاں اس کے جدا ہونے سے تھیں
آنکھ دھندلائی ہوئی تھی شہر دھندلایا نہ تھا
یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوتی تھی ایسں
بھول جانے کے سوا اب کوئی بھی چارہ نہ تھا

عبدالشکور بٹ، دھمکار

غزل

کہ ترک تیرگی اب اجالوں میں لوٹ آ
آ جا تو پھر سے میرے خیالوں میں لوٹ آ
ہر گام بڑھتے جاتے ہیں اہل ستم بہت
موقعہ ہے پھر سے چاہنے والوں میں لوٹ آ
فرسودہ رسم و راہ کی تقلید چھوڑ دے
سچائیوں کے سچے خوابوں میں لوٹ آ
اپنا لے مشورہ ہے خود قلندری
پھر امن و آشتی کی مثالوں میں لوٹ آ

نہ بول رہنے دے تو اغیار کی زباں
کر مہربانی پہلے سوالوں میں لوٹ آ
تہذیب غیر سے اتنا شغف نہ رکھ
پہچان خود کو اپنی چالوں میں لوٹ آ
جانی تنگ کرے نہ ہنگامہ سخن
کہتا ہوں سچ کے لکھنے والوں میں لوٹ آ

زاھد اقبال، سحر سمندری

پراسرار کوبرا

---تحریر: قیصر جمیل پروانہ۔ ماموں کانجن۔

ہاں یہ اسی دن کی بات ہے میں اپنے دادا کے ساتھ شمل کی طرف گیا تھا جوگی سپیرے ساگر نے ہمیں بہت منع کیا مگر ہم نہ مانے اور پھر اس نے جاتے ہوئے ہمیں ایک خنجر دے دیا تا کہ ہم اس سانپ یعنی انسان نسل کے کوبرا کو ختم کر سکتیں مگر ہم ایسا نہ کر سکے ہم ایک گھنٹہ بین بجاتے رہے مگر وہ قابو نہ آیا اور نہ ہی اس نے ایسا موقع دیا اور پھر میں لڑکھڑا کر گر پڑا یہ موقع کوبرا کے لیے بہت مفید ثابت ہوا وہ فورا میری طرف لپکا میرے دادا نے اسے مجھ تک پہنچنے سے روو کنا چاہا مگر ناکام ہو گئے اور پھر وہ میرے ساتھ لیٹ کر سانپ کی راہ میں حائل ہو گئے سانپ نے دادا کو کاٹ لیا اور میں بے ہوش پڑا رہا جب مجھے ہوش آیا تو رات ہو چکی تھی ہر طرف اندھیرا تھا اور میں تو اس علاقے می تھا بھی اجنبی ایک طرف میرے دادا کی لاش پڑی تھی تو دوسری طرف مجھے یہ سمت سرخ انگاروں کی طرف دہکتی ہوئی آنکھوں والے بڑے بڑے پھن پھیلائے زمین سے دوفٹ کے قریب جست لگا کر اٹھتے ہوئے سنہری اور سرخ سانپ نظر آ رہے تھے میرا تمام جسم دہشت سے کانپ رہا تھا میں نے خوف سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ میری آواز میں کچھ دیر بعد ایک اور آواز شامل ہو گئی تو میں خوف سے کانپ اٹھا مگر میرے خاموش ہونے پر مجھے پتہ چلا کہ مجھے کوئی بلند آواز میں پکار رہا تھا یہ آواز میرے تقریباً شمال سے ڈوگا کی طرف سے آ رہی تھی جس کا مجھے بعد میں پتہ چلا اور پھر کچھ ہی دیر بعد جوگی سپیرا میرے سامنے تھا وہ میرے دادا کا انتظار کرتا رہا مگر ہمارے نہ آنے پر اسے خطرے کا احساس ہو گیا لہذا وہ ہماری تلاش میں جنگل میں آ گیا اور پھر میری چیخ و پکار سن کر اس نے مجھے پکارا اور گھنی جھاڑیوں اور کانٹوں میں سے گزرتا ہوا مجھ تک پہنچ گیا اس کی آواز سے میری جان میں جان آئی اور میرا خوف قدرے کم ہوا اس کے بعد ہم دونوں بہت مشکل سے کسی نہ کسی طرح اس لاش کو جوگی سپیرے کے گھر لے آئے اور خوف سے کانپتے ہوئے نہ جانے کس لمحے نیند کی آغوش میں چلے گئے پھر صبح ہوش آیا تو بستی والوں کے شور کی آواز پر میں بھاگ کر باہر آیا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی میرا دادا زندہ تھا مگر اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا چہرے کے گرد سیاہ حلقے بنتے جا رہے تھے اور جسم آہستہ آہستہ پھٹ رہا تھا پھر میرے دادا نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں التجا کی۔ مم۔ مم۔ مجھے زندہ جلا دو اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے بستی والوں کے ساتھ اپنے دادا کو زندہ جلتے دیکھنا پڑا۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

اس نے تمام تر حربے استعمال کر لیے مگر سانپ کسی طرح بھی قابو نہ آیا۔ مسلسل اور اونچی آواز میں مسلسل ایک گھنٹہ بین بجانے سے اس کا سانس بری طرح پھول چکا تھا دل کی دھڑکن سے یوں لگتا تھا جیسے اس کا دل ابھی اس کا سینہ پھاڑ کر باہر آئے اس کی ہمت جواب دے چکی تھی تمام جسم پسینے میں شرابور تھا اور پھر وہ لڑکھڑا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اس کے گرتے ہی



سانپ سرعت کے ساتھ آگے بڑھا اور اس کی پنڈلی میں اپنا زہر اگل کر کانٹے دار جھاڑیوں میں غائب ہو گیا ٹھیک دو گھنٹے بعد وہ اپنی کٹیا کے ایک بستر پر پڑا تھا اور اس کے خاندان کے مختلف افراد اس کے اردگرد جمع تھے اس کی ماں چیخ چیخ کر بین کر رہی تھی کہ اچانک ایک معمر سپیرا ایک ہاتھ میں بین اور ایک ہاتھ میں چمڑے کا ایک تھیلا اٹھائے کٹیا میں داخل ہوا اس کی گھنی مونچھیں اور بالشت برابر داڑھی کے بال اس کے تمام چہرے پر چھائے ہوئے تھے اس کے داخل ہوتے ہی قیصر کا باپ اس کے پاؤں پکڑ کر بیٹھ گیا اور گڑگڑا کر کہنے لگا بابر استاد تمہیں خدا کا واسطہ ہے میرے بیٹے کو بچا لو اس نے تمام افراد کو اشارے سے باہر جانے کا کہا اور پھر قیصر کے باپ اقو سے بولا۔

حوصلا رکھو اقو حوصلہ رکھو کچھ نہیں ہوگا میں ضروری جڑی بوٹیاں اور منکا ساتھ لایا ہوں۔

قیصر ابھی تک بے ہوش پڑا تھا اس کا تمام جسم زرد پڑ چکا تھا آنکھوں کے گرد سیاہ رنگ کے گہرے حلقے بن چکے تھے بابر استاد نے قیصر کی ماں کو کٹیا سے باہر بھیج دیا اور قیصر کے جسم سے تمام لباس اتار دیا اور اس جگہ کا جائزہ لینے لگا جہاں سانپ نے اسے کاٹا تھا وہ قیصر کی پنڈلی میں سوئی کی طرح کے دو باریک سوراخ دیکھ چکا تھا اس نے ایک مرہم سوراخ نما نشانوں پر لگائی اور ایک جڑی بوٹی کوٹ کر اس کا عرق قیصر کے منہ میں ٹپکایا اور پھر اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنا شروع کر دیا پھر اقو سے کہا۔

وہ ذرا اس کے ساتھ اس کے ڈیرے پر چلے وہ اس کے ساتھ ہو لیا راستے میں دونوں نے آپس میں کوئی بات نہ کی مگر کٹیا میں داخل ہوتے ہی اقو بولا۔

استاد کیا ہوا میرا بیٹا تو بچ جائے گا ناں۔

اقو میں جو بات تجھے بتانے لگا ہوں اسے دھیان سے سن سپیرے نے کہا۔

ہاں ہاں استاد میں پورے دھیان سے تیری بات سنوں گا تو بات کر۔

استاد نے کچھ توقف کے بعد کہنا شروع کیا

یہ آج سے تقریبا ساٹھ سال پہلے کی بات ہے جب میں تیرے بیٹے قیصر کی طرح جوان تھا میں بھی اس طرح شیش ناگوں کی تلاش میں اکیلا یا اپنے دادا کے ساتھ راتوں کو جنگل میں نکل جاتا تھا پھر ایک دن ایسا آیا کہ میں اپنے دادا کے ساتھ شیش ناگوں کی تلاش میں گیا تو ہمیں ایک عجیب وغریب سانپ نظر آیا جو چار فٹ کے قریب اور انتہائی حد تک باریک تھا اس کا رنگ سرخ اور سنہرا تھا پھر وہ سانپ یکدم ہمارے سامنے پھن پھیلائے کھڑا ہو گیا اور زمین سے تقریبا ڈیڑھ فٹ اونچا ہو گیا اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جسے شکاری کی آنکھ میں شکار کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے میں اپنے دادا کے ساتھ بین بجانے لگا مگر ایک وقت آیا کہ میری ہمت جواب دے گئی اور میں چکر اکر گر پڑا سانپ اسی طرح پھن پھیلائے کھڑا تھا مجھے گرتا دیکھ کر وہ میری طرف بڑھا مگر میرے دادا نے خود کو تو اس کا شکار بنا دیا اور مجھے بچا لیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو۔

بابر استاد۔ بابر استاد باہر سے قیصر کی ماں نصیرن کے پکارنے کی آواز سنائی دی بابر استاد اور اقو فورا باہر لپکے نصیرن چیختی چلاتی ہوئی آ رہی تھی۔

کیا ہوا نصیرن قیصر تو ٹھیک ہے۔۔ اقو نے گھبرا کا کہا۔

وہ۔۔وہ۔۔اس سے کوئی بات نہ ں بن پا رہی تھی بابر استاد نے اقو کو اپنا چمڑے کا تھیلا لانے کو کہا اور اقو کے جھونپڑے کی طرف بھاگا

نصیرن نے راستے میں اقو اور بابر استاد کو بتایا کہ قیصر کا سارا جسم آہستہ آہستہ پھٹ رہا تھا اور اس کی بانہیں جسم کے اندر گھستی جا رہی ہیں پھر اقو اور بابر استاد کٹیا کے اندر چلے گئے مگر نصیرن باہر ہی گر کرے بے ہوش ہوگئی قیصر کی حالت دیکھ کر بابر استاد اور اقو بے ہوش ہوتے ہوتے بچے اور دونوں ایک ساتھ کٹیا سے باہر نکل آئے ان کے چہرے خوف سے زرد پڑ چکے تھے اور پھر کچھ ہی دیر کے بعد بابر استاد بستی سے کچھ فاصلے پر تمام بستی کے مرد عورتوں اور بچوں کے درمیان بیٹھا کہہ رہا تھا کہ میرے بچو آج وہ باتیں میں تمہیں بتانے والا ہوں تم آج تک ان سے بے خبر ہو لیکن اب یہ ضرورت آن پڑی ہے کہ میں تم سب بستی والوں کو اس سے آگاہ کروں دراصل قیصر کو ایک سانپ نے کاٹ لیا ہے مگر یہ سانپ کوئی عام سناپ نہیں بالکل انسانی نسل کا کوبرا سانپ ہے۔

انسانی نسل کا کوبرا۔ بے اختیار بستی کے لوگوں کے منہ سے نکلا گویا ان پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے وہ تمام لوگ آباؤ اجداد سمیت کر اپنی ساری زندگی سانپوں میں گزار چکے تھے مگر آج تک انہوں نے ایسی کسی نسل کے بارے میں نہیں سنا تھا پھر ایک سپیرے نے حیرت سے کہا۔

استاد کیسی باتیں کر رہے ہیں بھلا کوئی کوبرا بھی انسانی نسل سے ہوسکتا ہے۔

میرے بچو بابر استاد نے کہا پھر ایک تسلسل سے کہنا شروع ہوگئے۔ آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کی بات ہے میں قیصر کی طرح ایک جوشیلا نوجوا ہوا کرتا تھا اور اکثر شیش ناگوں کی تلاش میں دور دور تک کی بستیوں میں چلا جاتا تھا پھر ایک دن میں اپنے دادا کے ساتھ ایک بہت دور کی بستی میں شیش ناگ کی تلاش میں چلا گیا وہاں ہماری ملاقات ایک جوگی سپیرے سے ہوگئی وہ اس وقت تقریباً ساٹھ سال کا ایک تجربہ کار اور مشہور سپیرا تھا اس نے ہمیں اپنا مہمان بنا لیا اور رات اس کے مکان پر ٹھہرے اس کے پاس انتہائی خطرناک اور نایاب نسل کے سانپ اور ناگوں کے علاوہ کوبرا نسل کے خطرناک اور نایاب سانپ اور شیش ناگ بھی تھے ان میں سے اکثر کو میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا مگر میرے دادا کے لیے ان میں سے کوئی بھی نیا نہیں تھا سوائے ایک سرخ اور سنہرے رنگ کے کوبرا سانپ کے جو ایک شیشے کے مرتبان میں مردہ پڑا ہوا تھا۔ جب ہم نے جوگی سپیرے سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کوبرا سانپ کو انسانی نسل کا کوبرا کہا جاتا ہے اور اسے اس کے والد نے اپنی جان پر کھیل کر بہت مشکل سے ایک خنجر سے مارا تھا اور پھر اپنے اباؤ اجداد سے سنی ہوئی وہ داستان ہمیں سنائی جس کی وجہ سے یہ انسانی نسل کا کوبرا وجود میں آیا تھا جوگی سپیرے نے ہم سے کہا۔

جو بات میں تمہیں بتانے لگا ہوں یہ ایک ناقابل یقین بات ہے مگر یہ بات سچ ہے اور اس نے اپنے والد سے سنی ہے یہ بہت پہلے کی ات ہے جس وقت ہمارا علاقہ گھنے جنگل کی صورت میں تھا قریب ایک شمل نامی جگہ ہے جو سانپوں کی مشہور اور نایاب قسم کی نسلوں کا مسکن ہے وہاں پر طرح کے زہریلے سانپ شیش ناگ کوبرا غرض کے تمام نسلوں کے سانپ موجود ہیں اسی دور میں وہاں ایک قینچی نام کا ایک سپیرا آیا اور ایک کچا مکان تعمیر کر کے رہنے لگا دراصل اسے ایک ناگن کی تلاش تھی جو عنقریب سو سال کی عمر کو پہنچ کر انسانی روپ دھارنے والی تھی اس نے سن رکھا تھا کہ یہ ناگن اسی علاقے میں کہیں رہتی ہے چنانچہ قینچی نے ڈوگا میں ڈیرہ ڈال لیا تاکہ اس ناگن کو تلاش کر سکے چونکہ ڈوگا ایک جنگل میں تھا اس لیے

یہاں کئی اقسام کے پھلوں اور سبزیوں کے درخت بھی تھے اور اسے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے کوئی دقت نہیں اٹھانی پڑتی تھی وہ سارا دن جنگل میں گھومتا پھرتا بین بجاتا اور ناگن کو تلاش کرتا رہتا مگر اسے کہیں بھی ناگن کا نام ونشان نہ ملا مگر اس دوران اس نے کئی نایاب سانپ حاصل کر لیے تھے چنانچہ وہ واپس اپنی بستی کی طرف چلا گیا۔ مگر کچھ ہی عرصے بعد وہ دوبارہ واپس آ گیا۔ اس مرتبہ اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ آیا تھا ان دونوں بھائیو کا یہ معمل تھا کہ پورا دن شمل کے گھنے جنگل میں اور جھاڑیوں میں ناگن کو تلاش کرتے مگر روزانہ ناکام واپس آتے پھر ان کی کوشش سے ایک دن انہیں ایک ناگن کی پھنکار سنائی دی وہ دونوں بہت محتاط ہو گئے اور پھر جیسے ہی ایک سرخ اور سنہری رنگ کی ناگنی گھنی جھاڑیوں سے نکل کر سامنے آئی تو وہ ناگن ایک انسان کی طرح جسامت رکھتی تھی یعنی ایک عام انسان اگر لیٹ جائے اور سانپ کی کھال اوڑھ لے تو بالکل اس ناگن کی طرح دکھائی دے۔ قینچی نے بہت احتیاط سے اس ناگن پر بین کا سحر انگیز جال پھینکا اور وہ پوری طرح ان کے شکنجے میں پھنس گئی وہ دونوں بھائی اس ناگنکو پنے مکان میں لے آئے وہ دونوں بھائی بہت تجربہ کار تھے اس لیے جان گئے کہ یہ ناگن کم از کم بھی نوے برس کی ہو چکی ہے اور بہت جلد انسان بننے والی ہے چنانچہ قینچی نے اپنے بھائی سے کہا۔

راجو یہ ناگن انتہائی خطرناک ہے ہم دونوں کو اس سے بہت محتاط رہنا پڑے گا۔

ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو اور شاید ہمیں اسے جال ہی میں رکھنا پڑے گا اور اس کی جسامت اور عمر کے مطابق اس کی خوراک بھی زیادہ دینا ہوگی اسے ہم چھوٹے موٹے سانپ کھلا دیا کریں گے تاکہ یہ زندہ رہے مگر ہم اسے بستی تک کیسے لے کر جائیں گے اور پھر دونوں بھائیوں نے کافی سوچ وبچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ راجو واپس اپنی بستی جائیگا اور بستی کے لوگوں کو یہ خوشخبری سنائے گا پھر جو بستی کے بزرگ سپیروں نے فیصلہ کیا ویسا ہی کیا جائے گا چنانچہ اگلی صبح راجو نے واپسی کی تیاری کی اور پھر قینچی سے دس دن میں واپس آنے کا کہہ کر چلا گیا۔ راجو کے جانے کے بعد قینچی ایک بار پھر تنہا ہو گیا چنانچہ اپنا دل بہلانے کے لیے وہ اپنے سانپوں کو دیکھنے لگا وہ جیسے جیسے سانپوں کو دیکھتا جا رہا تھا ویسے ویسے ہی اس کے ذہن میں ماضی کی یادیں تازہ ہو رہی تھیں کہ اس نے کس کس طرح جتن کر کے ان سانپوں کو پکڑا تھا مگر جب ان کی نظر ناگن پر پڑی تو اسے ناگن کے جسم میں کوئی تبدیلی محسوس ہوئی جو پہلے نہ تھی پھر جب اس ناگن کو غور سے دیکھا تو وہ حیرت سے اچھل پڑا ناگن کا رنگ بدل رہا تھا اور سرخ اور سبز رنگ میں خاکی رنگ کی آمیزش پیدا ہو رہی تھی۔

پھر آہستہ آہستہ دن گزرتے چلے گئے۔ ساتویں دن ناگن ایک حسین وجمیل دوشیزہ کا روپ دھار چکی تھی جس کے جسم پر سرخ اور سنہرے رنگ کا چمکدار لباس تھا جو اس کی دلکشی میں مزید اضافہ کر رہا تھا پھر اس کی شرابی آنکھوں نے سحر بکھیرنا شروع کر دیا۔

ادھر راجو بستی میں پہنچ گیا اور تمام بستی والوں کو اکٹھا کر کے خوشخبری دی کہ اس نے اپنے بھائی کے ساتھ مل کر ایک ایسی ناگن پکڑ لی ہے جو کچھ عرصے بعد انسانی روپ دھارنے والی ہے تمام بستی والے یہ خبر سن کر خوشی سے ناچنے لگے مگر راشو کے چہرے پر عجیب سی بے چینی آ گئی پھر اور شو بابا نے تمام بستی والوں سے کہا۔

ایسی ناگن جو بہت جلد انسانی روپ

میں آنے والی ہے بہت زیادہ پراسرار قوتوں کی مالک ہوتی ہے اور اگر خدانخواستہ وہ اب تک ناگن بن گئی ہوئی یا ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ناگن بن گئی تو وہ قینچی کو اپنے سحر میں مبتلا کردے گی۔

چنانچہ تمام بستی والوں نے راشو بابا کے کہنے پر ڈوگا کی طرف بہت جلد پہنچنے کی کوشش شروع کردی۔ اور یہ چار دن بعد تمام لوگ قافلے کی صورت میں ڈوگا پہنچ گئے تھے ڈوگا پہنچ کر تمام بستی والے حیران رہ گئے کہ ناگن خوبصورت نوجوان دوشیزہ کا روپ دھار چکی تھی ور پھر وہی ہوا جس کا راشو بابا نے اندیشہ ظاہر کیا تھا قینچی اس کے سحر میں مبتلا ہو چکا تھا اور اسے زندگی بھر کا ساتھی بنانے کا خواہشمند تھا راجو راشو بابا اور بستی کے لوگ اسے سمجھاتے رہے مگر وہ سب سے یہی کہتا رہا۔

یہ پہلے ناگن تھی مگر اب نہیں ہے اب یہ ایک لڑکی ہے بالکل انسان اگر یہ ناگن تھی اور اگر ہے بھی تو پھر بھی مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور ہم کسی انسان کو قتل بھی تو نہیں کر سکتے۔

پورا قبیلہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتا رہا مگر اس کے سر پر ناگن کا سحر طاری ہو چکا تھا راجو اپنا سر پیٹتا رہ گیا آ کر دونوں نے شادی کر لی اور اس کا نام شاہین رکھ دیا گیا تمام بستی والے شاہین سے خوف کھاتے تھے بستی کی کوئی عورت اگر اسے دیکھ لیتی تو آنکھیں بند کر لیتی تھی منتیں مانگتی تھیں کہ اس ناگن کا سامنا پھر کبھی نہ ہو پھر کچھ دنوں بعد بستی میں خبر پھیل گئی کہ شاہین ماں بننے والی ہے راشو بابا یہ خبر سنتے ہی قینچی کے پاس گیا اور اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔

شاہین انسانی وجود میں اگر بھی ایک ناگن ہی ہے اور اگر اسے ختم نہ کیا تو بستی والوں پر کوئی عذاب ٹوٹ پڑے گا۔ مگر قینچی کے پاس تو اب ایک اور دلیل تھی چنانچہ اس نے راشو بابا سے کہا۔

شاہین اب میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔

راشو بولا۔ ناگن ہمیشہ سانپ کو ہی جنم دیتی ہے اور چاہے کچھ بھی ہو تمہاری اولاد سانپ ہی ہو گی اس لیے اسے جلد از جلد ختم کر دو مگر یہ حقیقت جان لینے کے باوجود بھی قینچی کسی طرح بھی رضامند نہ ہوا اور پھر ناگن ماں بن گئی اب قینچی کی آنکھیں کھلیں واقعی اس کی اولاد سنہری اور سرخ رنگ کا انسان نما کوبرا سانپ تھا قینچی نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور وہ تیزی سے راشو بابا کے پاس گیا۔ مگر بہت دیر ہو چکی تھی راشو بابا نے اس سے کہا۔

میں نے تمہیں پہلے ہی خبردار کیا تھا کہ ناگن کبھی انسان کو جنم نہیں دے سکتی مگر تم پر تو ناگن کا جادو چڑھ چکا تھا قینچی منت سماجت کرنے لگا۔

کسی طرح ہو میری ان دونوں سانپوں سے نجات دلا دو اللہ کے واسطے میری مدد کرو۔

راشو بابا نے کچھ دیر سوچا پھر اسے ایک خنجر دیا اور کہا۔

جا کر اسے اس ناگن کے گلے میں دھو کے سے اتار دو اور پھر اس خنجر سے اس کوبرا کو بھی ختم کر دو جاؤ جلدی کرو۔

قینچی تیزی سے خنجر لے کر گھر آیا اور کسی بھی اس نے اس کو قتل کر دیا۔ مگر اس کی اولاد کوبرا اس سے بچ کر بھاگ گیا راشو بابا نے ناگن کا جسم کو جلا دیا تاکہ وہ کسی روح یا چڑیل کی شکل میں نہ آ جائے اس واقعے کے بعد کوبرا کو شمل میں کئی بار دیکھا گیا۔ مگر کوئی بھی اسے پکڑنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور پھر کوبرا چار فٹ کا لمبا اور خطرناک کوبرا سانپ بن گیا اور کچھ عرصے بعد راشو بابا کو۔ س کوبرا نے ڈس لیا اور وہ سات دن میں انسان

کاٹتا ہے وہ کوبرا سانپ بن جاتا ہے اس پر کوئی سحر کوئی طریقہ کارگر نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ اسے چاقو سے قتل کیا جائے اور اس کوبرا کو پورے علاقے میں انسان نسل کا کوبرا کہا جاتا ہے یہ کہہ کر بابر استاد خاموش ہو گئے تو ایک سپیرے نے کہا۔

بابر استاد سنا ہے تمہارے دادا کو ڈوگا ہی کے علاقے میں زندہ جلا دیا گیا تھا کیا یہ بھی اور پھر اس سے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی پر استاد کی آنکھوں میں آنسو لڑیوں کی طرح چھلکنے لگے۔

ہاں یہ اسی دن کی بات ہے میں اپنے دادا کے ساتھ شمل کی طرف گیا تھا جوگی سپیرے ساگر نے ہمیں بہت منع کیا مگر ہم نہ مانے اور پھر اس نے جاتے ہوئے ہمیں ایک خنجر دے دیا تا کہ ہم اس سانپ یعنی انسان نسل کے کوبرا کو ختم کر سکیں مگر ہم ایسا نہ کر سکے ہم ایک گھنٹہ بین بجاتے رہے مگر وہ قابو نہ آیا اور نہ ہی اس نے ایسا موقع دیا اور پھر میں لڑکھڑا کر گر پڑا یہ موقع کوبرا کے لیے بہت مفید ثابت ہوا وہ فوراً میری طرف لپکا میرے دادا نے اسے مجھ تک پہنچنے سے روکنا چاہا مگر ناکام ہو گئے اور پھر وہ میرے ساتھ لیٹ کر سانپ کی راہ میں حائل ہو گئے سانپ نے دادا کو کاٹ لیا اور میں بے ہوش پڑا رہا جب مجھے ہوش آیا تو رات ہو چکی تھی ہر طرف اندھیرا تھا اور میں تو اس علاقے میں تھا بھی اجنبی ایک طرف میرے دادا کی لاش پڑی تھی تو دوسری طرف مجھے یہ سمت سرخ انگاروں کی طرف دہکتی ہوئی آنکھوں والے بڑے بڑے پھن پھیلائے زمین سے دو فٹ کے قریب جست لگا کر اٹھتے ہوئے سنہری اور سرخ سانپ نظر آرہے تھے میرا تمام جسم دہشت سے کانپ رہا تھا میں نے خوف سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ میری آواز میں کچھ دیر بعد ایک اور آواز شامل ہو گئی تو میں مجھے پتہ چلا کہ مجھے کوئی بلند آواز میں پکار رہا تھا یہ آواز میرے تقریباً شمال سے ڈوگا کی طرف سے آرہی تھی جس کا مجھے بعد میں پتہ چلا اور پھر کچھ ہی دیر بعد جوگی سپیرا میرے سامنے تھا وہ میرے دادا کا انتظار کرتا رہا مگر ہمارے نہ آنے پر اسے خطرے کا احساس ہو گیا لہٰذا وہ ہماری تلاش میں جنگل میں آ گیا اور پھر میری چیخ و پکار سن کر اس نے مجھے پکارا اور گھنی جھاڑیوں اور کانٹوں میں سے گزرتا ہوا مجھ تک پہنچ گیا اس کی آواز سے میری جان میں جان آئی اور میرا خوف قدرے کم ہوا اس کے بعد ہم دونوں بہت مشکل سے کسی نہ کسی طرح اس لاش کو جوگی سپیرے کے گھر لے آئے اور خوف سے کانپتے ہوئے نہ جانے کس لمحے نیند کی آغوش میں چلے گئے پھر صبح ہوش آیا تو بستی والوں کے شور کی آواز پر میں بھاگ کر باہر آیا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی میرا دادا زندہ تھا مگر اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا چہرے کے گرد سیاہ حلقے بنتے جا رہے تھے اور جسم آہستہ آہستہ پھٹ رہا تھا پھر میرے دادا نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں التجا کی۔مم۔مم۔ مجھے زندہ جلا دو اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے بستی والوں کے ساتھ اپنے دادا کو زندہ جلتے دیکھنا پڑا۔

یہ کہہ کر بابر استاد دھاڑیں مار مار کر رونے لگا جونہی بابر استاد نے داستان ختم کی قیصر کی حال اور بابا چیختے چلاتے اپنی کٹیا پر پہنچے ۔نہیں نہیں میرے بچے میں تجھے میں تجھے سانپ نہیں بننے دوں گی نہ ہی کوئی تجھے جلا سکتا ہے تو میرا بچہ ہے تو ہمیشہ میرے پاس رہے گا وہ دونوں میاں بیوی اپنے جوان بیٹے کو دیکھ دیکھ کر خون کے آنسو رو رہے تھے اور پھر تمام بستی والوں کے زور دینے کے باوجود انہوں نے اپنے قیصر کو ہاتھ نہ لگانے دیا

جلانا تو دور کی بات تھی اسی رات بابر استاد درد و کرب
نڈھال ہو گیا اور اسے تیز بخار نے جکڑ لیا دو دن تک بابر استاد زندگی اور موت سے جنگ لڑتا رہا مگر اب وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا تھا وہ آخری دم تک بستی والوں کو یہی نصیحت کرتا رہا کہ قیصر کو جلا دو قیصر کو جلا دو۔ اسے زندہ جلا دو ورنہ وہ ایک انسان نسل کا کوبرا بن جائے گا۔ دو دن تک تمام بستی والے بابر استاد کی موت پر آنسو بہاتے رہے ان کا ایک محسن جو ہر دکھ تکلیف میں ان کے لیے خدا کی طرف سے فرشتہ بن جاتا تھا ان سے بچھڑ گیا تھا بابر استاد کی موت نے بستی کے ہر چھوٹے بڑے کے ذہن میں صرف بابر استاد کی موت کا رنج بھر دیا تھا اور جب وہ اسے دفنا کے قبرستان سے واپس لوٹے تو انہیں قیصر کا خیال آیا کہ بابر استاد نے انہیں مارنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ قیصر کو جلا دیا جائے قیصر کو سانپ کے ڈسے آج چھٹا دن تھا اس کا تمام جسم سرخ اور سنہرے رنگ میں تبدیل ہو گیا تھا بازوؤں کو جسم نے اپنے اندر دھنسا لیا تھا دونوں ٹانگیں ایک دوسرے کے اندر دھنس چکی تھیں چہرہ بگڑ کر بالکل سانپ کی طرح ہو گیا تھا زبان باریک ہو کر منہ سے باہر لٹک گئی تھی اور وہ بہت جلد ایک کوبرا کی شکل اختیار کرنے والا تھا بستی کے تمام لوگ قیصر کے ماں باپ کی منت سماجت کرتے رہے اسے دھمکایا بھی آنے والے وقت بھی ڈرایا مگر انہوں نے قیصر کو آگ نہ لگانے دی اور پھر اسی صبح بستی والوں نے دیکھا کہ دونوں میاں بیوی عدم کو سدھار گئے تھے اور پھر اگلے ہی روز جب چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اس کی روشنی میں ایک سرخ و سنہری کوبرا جنگل کی طرف تیزی سے بھاگا جا رہا تھا مگر وہ جانے سے پہلے ایک اور نوجوان کو بھی ڈس کر جا رہا تھا گویا عنقریب اس
کی نسل سے ایک اور انسان کی نسل کے کوبرا کو جنگل کی طرف جانا تھا۔۔

شیطان سے حفاظت کی تدبیر

حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب رات شروع ہو تو اپنے بچوں کو باہر نکلنے سے روک دیا کرو۔ کیونکہ اس وقت شیاطین فتنہ پھیلانے کے لئے زمین پر پھیلتے ہیں۔ جب ایک گھڑی گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دیا کرو اور اپنے گھر کے دروازے بھی بند کر دیا کرو اور بند کرتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو۔ کیونکہ اس طرح بند شدہ دروازہ شیطان نہ کھول سکتا ہے۔ اپنے برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو اور ان کو ڈھانپتے وقت بھی اللہ کا نام لیا کرو۔ چاہے کچھ بھی ملے۔ برتنوں پر رکھ لیا کرو اور اپنے چراغ بجھا دیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی جن یا چوہے کی شرارت سے کسی چیز کو آگ لگ جائے۔

مراسلہ: خولہ بنت سلیمان۔ صابر ناز۔ سرائے عالمگیر

تو ہے مطلوب تمام تمناؤں کے بدلے
لے لی آگ میں نے ہواؤں کے بدلے
تجھ پر بڑا مان ہے میرا خیال رکھنا
ورنہ کچھ نہیں ملتا یہاں وفاؤں کے بدلے
تیرے پیار کی دھوپ ہو تیرے پیار کے سائے ہوں
بھی موسم مجھے چاہیے سب فضاؤں کے بدلے
فقط زندگی پیار سے خلوص سے نہیں چلتی
جانے کیا کیا کرنا پڑے زمانے کی رضاؤں کے بدلے
بے رخی کرو گے تو میری بات یاد رکھنا
جان چلی جائے گی تیری وفاؤں کے بدلے
تیرے خیال کی قید اور نگاہوں کی یہ زنجیریں
یہ سزا اچھی لگے گی مجھ کو سب سزاؤں کے بدلے

زاہد اقبال، سحر سکندری

طلسمی نیکلس

---تحریر: صداقت عالم بخاری۔ محبوب شاہ۔

یہ نیکلس تو بڑے کام کا ہے یار زین کا لہجہ خوشی سے بھرپور تھا۔ زمرد سے سبز پری نکلی تھی نیلم سے نیلم پری ہیرے سے سفید پری۔ غرض ہر رنگ ہر موتی میں کوئی نہ کوئی طاقت تھی نومی اور زین دونوں یتیم خانے میں پلے بڑھے تھے میٹرک کے بعد ایک کرائے کے فلیٹ میں رہ رہے تھے دونوں ایک پرائیویٹ فرم میں جاب کرتے تھے اس طلسمی نیکلس کی بدولت سب سے پہلے تو انہوں نے زمین خریدی پھر ایک شاندار بنگلہ بنوایا۔ کئی یتیم خانے اور دارلامان کھولے مساجد اور مدرسے تعمیر کروائے اور اب وہ دونوں دکھی انسانیت کی مدد کرتے تھے ایک دن وہ لوگ سمندر کنارے بیٹھے تھے نیکلس ہمہ وقت ان کے پاس ہوتا تھا اچانک ایک خوبصورت لڑکی ان کے پاس آئی چارلس میرا دادا تھا لہذا وہ طلسمی نیکلس میری ملکیت ہوا لو یہ ایک اور آ گئی ہے اس نیکلس کی حقدار زین ہنسا۔ اس لڑکی کی آنکھوں سے دھواں نکلنے لگا زین نے نیکلس کی ایک طاقت کو اس سے لڑنے کا حکم دیا پھر تو نیکلس کے طلب گاروں کا ایک سیلاب سا امڈ پڑا۔ انہوں نے تنگ آ کر نیکلس کو تیز ابی ندی میں پھینک دیا مگر اس سے پہلے انہوں نے نیکلس کی تمام طاقتوں کو آزاد کر دیا تھا وہ سب ان کی مشکور ہیں اور کبھی کبھار ان سے ملنے کے لیے آتے ہیں۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

زین مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے نومی نے زین کو مخاطب کیا۔

کیا لڑکیوں کی طرح ڈر ڈر کی رٹ لگا رکھی ہے ۔وہ جھلا کر بولا۔ وہ دونوں اس وقت ہاؤس فل دیکھ کر واپس آ رہے تھے سردیوں کی طویل رات یخ بستگی لیے ہوئے تھی ہر منظر کو دھند نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور دھند کو رات نے سڑک سنسان پڑی تھی وہ عیسائیوں کے قبرستان سے گزر رہے تھے جس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہاں روحیں دیکھی گئی ہیں معا نومی کو ٹھوکر لگی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔

یہ۔ یہ کیا ہے زین۔ وہ سنبھل کر اٹھا تو اس کے ہاتھ میں کوئی سنہری چیز تھی۔

سونے کی اینٹ ہو گی۔ زین ہنسا۔ نومی نے اسے گھورا اور وہ چیز پاکٹ میں ٹھونس لی وہ پتہ گلی سے گزرنے لگے تو ان کے نتھنوں سے چنے اور مکئی بھننے کی سوندھی سوندھی مہک ٹکرائی۔

واؤ زین کے لب سیٹی کے انداز میں سکڑے۔

گلی کی نکڑ پر کوئی عورت چنے بھون رہی تھی

چلو دانے لیتے ہیں۔ زین اس جانب لپکا۔

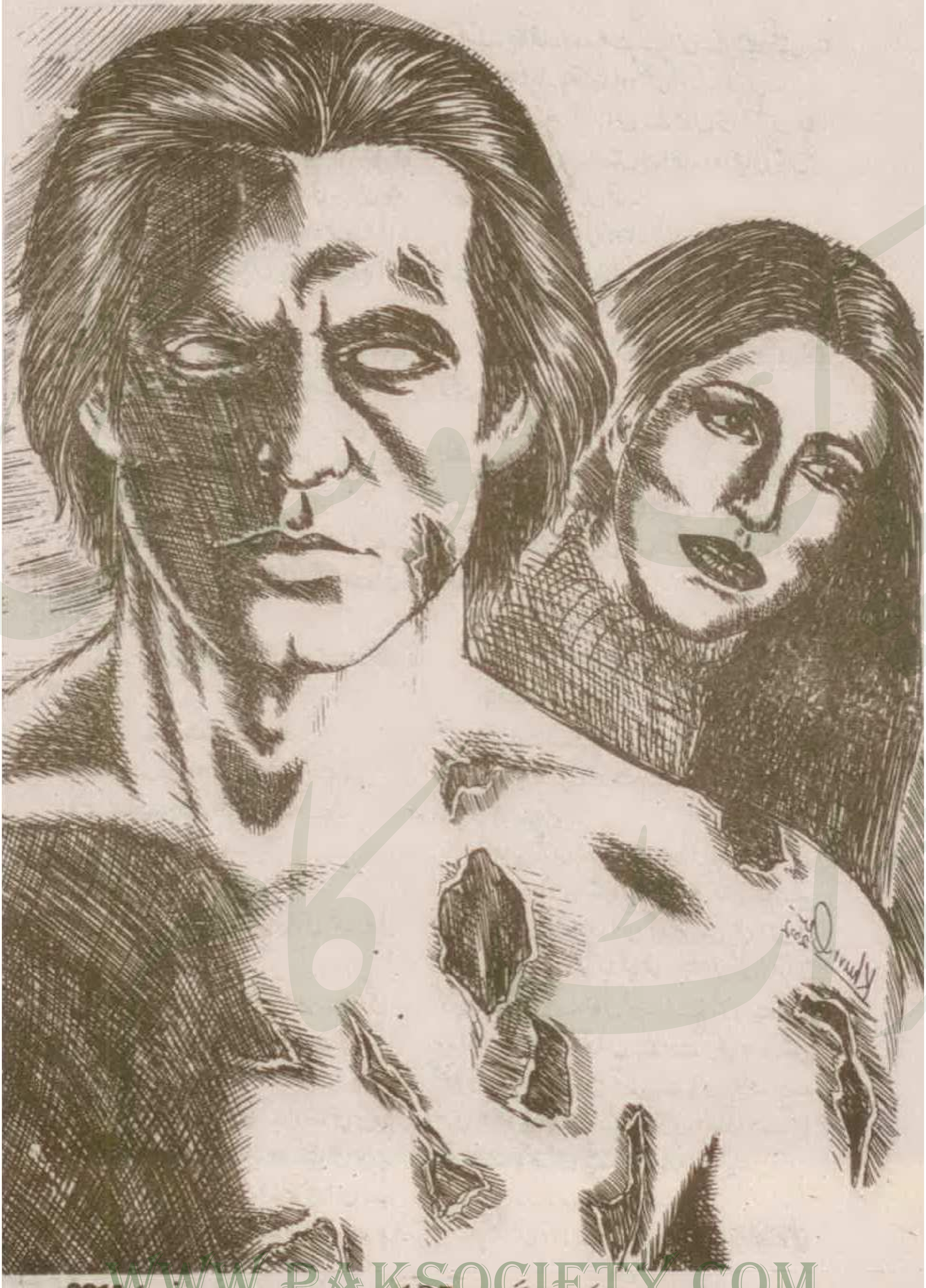
حسینوں کا میں بندہ۔

محبت میرا دھندہ۔

میرے آگے پیچھے پریوں کا میلہ رے۔

وہ گنگناتا ہوا وہاں پہنچا اماں جی۔ ہمیں بھی دانے دینا۔ زین نے جیب سے پیسے نکالے وہ ایک شاپر میں دانے ڈالنے لگی نومی کی چھٹی حس اسے کسی خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔

یہ لو۔ وہ پلٹی تو زین ساکت رہ گیا وہ ایک نوجوان لڑکی تھی اور اتنی حسین کہ وہ مبہوت رہ گیا۔



آپ رات کے وقت یہاں تنہا۔ نومی سے یہ بات ہضم نہ ہوئی۔

میری ماں بیمار ہے۔ اور مجھے اس کی دوا کے لیے پیسے چاہیے تھے پہلے میری ماں یہ کام کرتی تھی آج میں۔ وہ رقت بھرے لہجے میں بولی۔ زین کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنے ہی والا تھا کہ وہ مزید بولی۔

اس کے پاس میرا نیکلس ہے اس نے نومی کی جانب اشارہ کیا۔

میں محترمہ میں آپ کو پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں میرے پاس کہاں سے آیا نیکلس۔ وہ چہک کر بولا۔

تمہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے ملا تھا سڑک پر سے وہ میرا نیکلس ہے مجھے دے دو وہ نیکلس۔ نومی نے حیران ہو کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔

یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ وہ نیکلس میرا ہے۔

یہ کسی دوسری لڑکی کی آواز تھی۔ یہ لڑکی کہاں سے آئی تھی وہ دیکھ نہ پائے۔

نہیں میں نے کہا ناں وہ نیکلس میرا ہے۔ پہلی لڑکی چلائی۔

روشنی۔ کیوں جھوٹ بول رہی ہو۔

جھوٹ تم بول رہی ہو زریہ۔ وہ میرا ہے۔

وہ حیرت سے دونوں کو لڑتا دیکھتے رہے۔

نومی۔ یہ میرا ہے مجھے دو۔

ہرگز نہیں مجھے دو نیکلس۔

اگر تم نے اسے دیا تو میں تمہاری تکہ بوٹی کردوں گی۔

اگر تم نے یہ زریہ کو دیا تو میں تمہارا سرمہ بنادونگی

لاؤ دو۔ دونوں خونخوار تیوروں سے اس کی جانب بڑھنے لگیں۔

مجھے نہ تو اپنی تکہ بوٹی بنوانی ہے اور نہ ہی سرمہ اس لیے میں یہ کسی کو نہیں دوں گا۔ وہ کہتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا زریہ روشنی کے الٹے پیر اس نے ابھی دیکھے تھے زین پہلے ہی اس کے اشارے پر کھسک چکا تھا۔ وہ سرعت سے اس کے پیچھے لپکیں۔ تاہم وہ بڑھتا جارہا تھا لہذا وہ محض گھور کر رہ گئیں۔

واؤ۔ گھر آ کر اس نے جوں ہی نیکلس نکالا بے اختیار ستائشی انداز میں کہہ اٹھا۔ وہ انتہائی نفیس مگر دیدہ زیب گولڈ نیکلس تھا۔

یار کاش تو لڑکی ہوتا۔ زین نے اس کے ہاتھ سے نیکلس لیتے ہوئے کہا۔

میں کیوں تو ہوتا لڑکی۔ وہ تڑپ اٹھا۔

یار دیکھ ناں اگر تو لڑکی ہوتا تو یہ نیکلس پہن لیتا زین نے وضاحت کی۔

تو تو پہن لے۔ وہ بھنا کر بولا۔ زین نے نیکلس میں جڑے سرخ یاقوت پر انگلی پھیری تو یکایک اس میں سے ایک سرخ روشنی پھوٹی۔ کچھ دیر بعد وہاں ایک دلکش لڑکی کھڑی تھی اس نے سرخ فراک پہن رکھا تھا۔

تم کون ہو۔ وہ ہکلا کر بولا۔

میں اس نیکلس کی ایک طاقت ہوں۔

طاقت۔ وہ حیران ہوا۔ تم کیا کیا کرسکتی ہو۔

بڑے بڑے دیوؤں سے مقابلہ کرسکتی ہوں۔

اس نے بتایا تو زین حیرت سے اس دھان پان سی لڑکی کو دیکھ کر رہ گیا۔

اچھا یہ نیکلس زریہ کا ہے یا روشنی کا۔

یہ ان دونوں میں سے کسی کا نہیں ہے۔ یہ جادوگر جارلس کا تھا اور اس کی قبر میں ہی اس کی وصیت کے مطابق دفن کیا گیا تھا۔ چند دن قبل زاراج کو پتہ چلا تو اس نے نکال لیا۔ راستے میں سے ایک دوسرا جادوگر چھیننے لگا تو اس نے اسے طلسمی حصار میں محصور کر کے پھینک دیا تمہارے پاس چونکہ آیت الکرسی کا تعویذ تھا اس لیے یہ تمہیں دکھائی دے گیا اور تمہارے ہاتھ میں لیتے ہی حصار ٹوٹ گیا۔

یہ نیکلس تو بڑے کام کا ہے یار زین کا لہجہ خوشی

سے بھرپور تھا۔ زمرد سے سبز پری نکلی تھی نیلم سے نیلم پری ہیرے سے سفید پری۔ غرض ہر رنگ ہر موتی میں کوئی نہ کوئی طاقت تھی نومی اور زین دونوں یتیم خانے میں پلے بڑھے تھے میٹرک کے بعد ایک کرائے کے فلیٹ میں رہ رہے تھے دونوں ایک پرائیویٹ فرم میں جاب کرتے تھے اس طلسمی نیکلس کی بدولت سب سے پہلے تو انہوں نے زمین خریدی پھر ایک شاندار بنگلہ بنوایا۔ کئی یتیم خانے اور دارلامان کھولے مساجد اور مدرسے تعمیر کروائے اور اب وہ دونوں دکھی انسانیت کی مدد کرتے تھے ایک دن وہ لوگ سمندر کنارے بیٹھے تھے نیکلس ہمہ وقت ان کے پاس ہوتا تھا اچانک ایک خوبصورت لڑکی ان کے پاس آئی چارلس میرا دادا تھا لہٰذا وہ طلسمی نیکلس میری ملکیت ہوا لو یہ ایک اور آ گئی ہے اس نیکلس کی حقدار زین ہنسا۔ اس لڑکی کی آنکھوں سے دھواں نکلنے لگا زین نے نیکلس کی ایک طاقت کو اس سے لڑنے کا حکم دیا پھر تو نیکلس کے طلب گاروں کا ایک سیلاب سا امڈ پڑا۔ انہوں نے تنگ آ کر نیکلس کو تیز ابی ندی میں پھینک دیا مگر اس سے پہلے انہوں نے نیکلس کی تمام طاقتوں کو آزاد کر دیا تھا وہ سب ان کی مشکور ہیں اور کبھی کبھار ان سے ملنے کے لیے آتے ہیں لیکن آپ لوگ اگر کوئی نیکلس گرا پڑا دیکھیں تو مت اٹھائیے گا کیونکہ لینے کے دینے پڑ سکتے ہیں اس لیے کہ ہر نیکلس طلسمی نیکلس نہیں ہوتا۔

غزل

قصہ تیرے فراق کا سنایا نہیں گیا
تیرے پیار کا زخم ابھی تک مٹایا نہیں گیا
اپنی اندھیری شب کو منور کرنے کیلئے
دل کا چراغ جلا کر پھر بجھایا نہیں گیا
تیری قربت کیلئے پھولوں کو ترستے دیکھا
ایک مدت سے بھی مسکرایا نہیں گیا
طلسمی نیکلس

ہر بزم تیرا ہی تذکرہ تھا مگر آج
سن کے تیرا نام آنسوؤں کو چھپایا نہیں گیا
اس طرح اپنے نقوش چھوڑ گئے ہو میرے دل میں
کسی بھی چہرے کو دل میں بسایا نہیں گیا
رمضان ہمیں گلہ نہیں کہ وہ روٹھ گیا ہم سے
مگر افسوس یہ ہے کہ ہم سے وہ منایا نہیں گیا

زاھد اقبال، سحر سمندری

غزل

تو یہ بھی لکھنا
اداسیوں، مایوسیوں، بے وفاؤں کا سبب جو لکھنا
تو یہ بھی لکھنا
کہ چاند، ستارے، سیارے دل و دماغ، چاہت
الفت، آنکھیں اپنے پرائے جو کہتے تھے ہم آپ کے
سب بدل گئے وہ لمحے جو تیری راہوں میں تیرے
آنے
کے منتظر تھے وہ تھک کر نا امید ہو کر سایوں میں ڈھل
گئے
ہیں! وہ تیری یادیں تیری باتیں خیال وصورت
تصورات تیرے
وہ رنج وغم انداز تیرے دلائل تیرے، وہ تیری
دیدنی
تیری آنکھیں سوال تیرے
وہ تم سے میرے تمام ناطے رشتے بچھڑ گئے ہیں اجڑ
گئے ہیں
ڈھل گئے ہیں تڑپ گئے ہیں اداسیوں کا سبب جو لکھنا
تو یہ بھی لکھنا لرزتے ہونٹوں پر لڑکھڑاتی دعا کے
سورج پگھل گئے ہیں

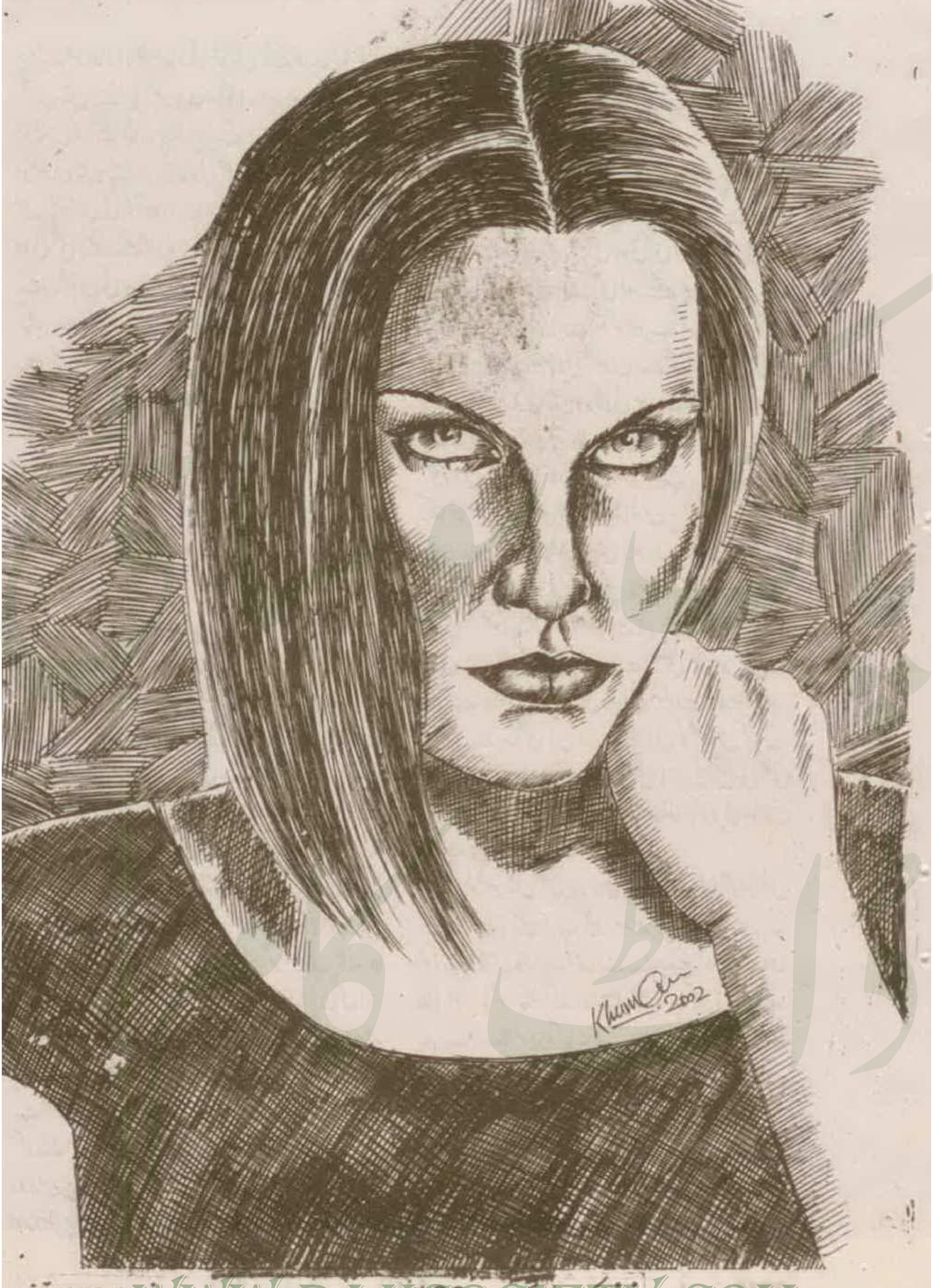
زاھد اقبال، سحر سمندری

خوشبو

---تحریر: احسان سحر۔ میانوالی---

کاشان کاشان پھر ان لوگوں نے مجھے بھی ماردیا۔ میں زندہ نہیں ہوں ایک روح ہوں بھٹکتی ہوئی روح جس نے تمہیں چاہا اور بہت شدت سے چاہا اتنا چاہا کہ کسی نے کسی کو نہیں چاہا ہوگا۔ کک کیا۔ میں بری طرح چونکا۔ ہاں کاشان میں مردہ لڑکی ہوں میں زندہ ہوتی تو وہ کچھ کر لیتی جو کچھ تم چاہتے ہو میں بے بس ہوں ہاں میں بے بس ہوں میں زندہ نہیں ہوں۔ اب انکار کی صورت میں وہ میرے اکلوتے بھائی کو قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے میرا بھائی جو ابھی پوری طرح جوان بھی نہیں ہوا ہے جو مجھے دنیا کی ہر شے سے پیارا ہے میں اسے قتل نہیں ہونے دوں گی کاشان میں اسے قتل نہیں ہونے دوں گی۔ میں سب کو مار ڈالوں گی ہاں میں سب کو مار ڈالوں گی۔ وہ روئے جارہی تھی اور مجھ پر ایک سکتہ طاری تھی میرے سامنے ایک حسین لڑکی نہ تھی اس کی روح تھی ہاں اس کی روح تھی میں نے ایک روح سے پیار کیا تھا۔ میرا پیار صرف تمہیں سکون دے سکتا ہے مجھے حاصل نہیں کر سکتا ہے وہ بولتی جارہی تھی اور میں سکتہ میں تھا۔ جب مجھ سے سکتہ ٹوٹا تو میں کمرے میں بالکل تنہا تھا وہ وہاں نہ تھی وہ چلی گئی تھی بند دروازے سے نکل گئی تھی۔ میں پاگل ہوگیا۔ میرے ماتھے پر اس کے ہونٹوں کے نشان تھے وہ جاتے ہوئے میرے ماتھے پر بوسہ دے کر گئی تھی۔ میں اس کے بنا بالکل تنہا ہو کر رہ گیا تھا اور مجھے تنہائیوں سے خوف آنے لگا تھا میں خود کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اس کا چہرہ میری نظروں سامنے آجاتا ہے وہ کبھی مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور کبھی روتی ہوئی۔ یقیناً اس نے اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لے لیا ہوگا ان لوگوں کو مار دیا ہوگا جنہوں نے اس کی ماں کی اس کی بھائی اور خود اس کی زندگی کو ختم کیا تھا۔ اب وہ مجھے کبھی بھی دکھائی نہیں دیتی ہے ہاں اس کی خوشبو مجھے اپنے کمرے میں اکثر محسوس ہوتی ہے۔ اور کوئی میری کانوں میں سرگوشی کرتا ہے کہ تم مجھے بھول نہیں سکتے ہو تم اپنی خوشبو کو بھول نہیں سکتے ہو۔ ـ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

وسط بہار کی غرآلود خنکی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی پوری دھرتی ایک شبنمی اندھیرے میں چپکے چپکے ڈول رہی تھی پروا کے جھونکے پھولوں اور شگوفوں کو چھیڑتے فضا میں خوشبوئیں اڑا رہے تھے بنفشی اندھیرا آہستہ آہستہ بڑھتا ہی جارہا تھا دور نیچے بہتی ندی کا پانی نیلا ہوگیا تھا اور شروع کی تاریخوں کا چاند چنار کے پار درختوں سے چھانک رہا تھا اس کی سنہری دو پہلی کرنیں ندی کے پانی میں گھل رہی تھی رو مہکتی ہوئی پروائی کے جھونکے چناروں میں لگی آگ پھولوں کی مدہوش کن خوشبو آکاش میں جلتی ستاروں کی قندیلیں یہ سب کچھ بہت اچھا بہت بھلا لگ رہا تھا پہاڑوں پر بنے ننھے منے کاٹج جن میں روشنیاں جل رہی تھی دور سے بھلے لگ رہے تھے یوں کہ جیسے ڈھیروں جگنو ٹمٹما رہے ہوں فضا پھولوں سے مالا مال تھی گھنی شاخوں اور سبز پتوں والے لمبے اونچے درخت اپنی مثالی عظمت پر نازاں تھے ہلکی کی خنکی بے حد خوشگوار لگ رہی تھی میں دیر سے دریچے میں جھکا قدرت کے حسن سے لطف اندوز ہو رہا تھا مجھ



پر ایک سحر طاری تھا بہار کی شامیں مجھے لوٹ لیا کرتی تھیں میں نے نیا سگریٹ سلگایا۔ اور دور سبز پہاڑی چوٹیوں کو تکنے لگا۔ پہاڑ پر اگے چنار اور املتاس کے درختوں میں پہلے سرخ پھول کھل آئے تھے ساری فضا میں پھولوں کی خوشبو اور چاند کی سنہری چاندنی بکھری ہوئی تھی ننھے ننھے جھرنوں کے سریلے نغمے جھینگر اور کاؤ کے درختوں کی سرسراہٹیں سریلی ندی کا گیت یہ سب کچھ بے حد سحر انگیز تھا میرا دل طمانیت کے حساس سے بھر گیا پہاڑی علاقوں میں یوں بھی شام جلد ہو جاتی ہے ابھی صرف چھ ہی بجے تھے مگر ہر شے سو گئی تھی شام کے ان خاموش دور مانوس لمحوں میں ایک خوبصورت سا خیال سنہرے بالوں میں چھپی روشنیاں گہری نیلی آنکھیں اور ان گہری نیلی کی نیلاہٹ انگور کے پکے ہوئے خوشوں کا رنگ لیے ہوتے اس کے رخسار اور گداز لبوں سے ٹپکتی روغونی شراب یہ سب کچھ میری رگ وپے میں سمایا ہوا تھا کسی کی چاہت میں ڈوب کر زندگی حسین تر ہو گئی تھی لیکن ہم اظہار سے گریزاں تھے وہ شوخ اور البیلی سی لڑکی جو ہنستی تو جلترنگ سے بج اٹھتے مسکراتی تو شگوفے سے چٹک جاتے میں اس کے پیار میں دیوانہ ہو رہا تھا وہ پیار جو دلوں میں چھپا رہتا تھا اور زندگی کو جلا بخشتا ہے وہ پیار جو اس دھرتی پر ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا اور وہی پیار ہماری روحوں میں سما کر پارے کی طرح مچل رہا تھا۔ مگر اظہار کی جرات کسی میں نہ تھی ہمارا پیار بے زبان تھا یہ گونگا پیار دلوں کی گہرائیوں تک جا اترا تھا وہ بے حد نٹ کھٹ شوخ اور سرپھری لڑکی تھی اور اس کے ساتھ بے حد پرخلوص بھی اور شیریں انداز میں میں اس وقت بے حد رومینٹک موڈ میں تھا دریچے سے ہٹ کر میں نے تمام پردے گرا دیئے اور لائٹ آف کر کے موم بتی جلا جلا دی کمرے میں خوب آلود روحان پرور اسی روشی پھیل گئی میں نے سگریٹ سلگایا۔ اور بستر پر آ کر قریب رکھے ریکارڈ پلیئر پر لتا کا گایا ہوا فلم انداز کا درد بھرا گیت لگا دیا اور مدہم اندھیروں میں خاموش آنکھیں موندے لیٹا رہا تب ہی کوئی آہستہ سے گر مجھ پر جھک گیا۔

کاشان۔۔۔ اس کی سرگوشی نما آواز پر میں نے آنکھیں کھول دیں وہ اپنے جگمگاتے ہوئے گلابی چہرے کے ساتھ مجھ پر جھکی ہوئی تھی اس کی گہری نیلی آنکھوں میں انوکھی چمک سی تھی اور مجھے یوں لگا جیسے چاند آکاش کی بلندیوں سے اتر کر میرے کمرے میں آ گیا ہو میں لیٹا اسے نیم وا آنکھوں سے تکتا رہا موم بتی کی زرد مدہم سی روشنی میں وہ گلابی چہرے اور نیلی آنکھوں کے ساتھ دل میں اتر جانے کی حد تک اچھی لگ رہی تھی اس نے سیاہ کارڈیگن اور ڈیپ ریڈ فلیپر پہن رکھا تھا اس کے سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور ان میں روشنیاں سی پھوٹ رہی تھی ہمیشہ کی طرح اس کے احمریں لبوں پر مدہم بھری مسکراہٹ تھی طلسمی آنکھوں میں خوبصورت سی چمک تھی اس کے لباس اور اس کے بدن سے اٹھتی خوشبو میرے سارے وجود پر چھا گئی تنہائی سکوت اندھیرا اور خوبصورت ساتھی ان سب چیزوں کو محسوس کر کے میرے اندر کا مرد جاگ اٹھا وہ ٹکٹکی باندھے شمع کی جلتی لو کو دیکھ رہی تھی میں نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی جانب کھینچا وہ چونک سی گئی۔

خوشبو میں تمہیں۔۔۔ میری سرگوشی نما آواز اس کی تیز آواز میں دب گئی دھت تیرے کی سارے خواب کا ناس مار دیا۔ اس نے بے حد بیزاری سے منہ بنایا اور ہاتھ چھڑا کر دریچے میں جا کھڑی ہوئی۔ میرے اندر کا مرد سو گیا۔ میرے حواس واپس آ گئے وہ پھولوں سے گھرے دریچے پر بیٹھی مدہم سروں میں کچھ گنگنا رہی تھی۔

دیکھو تو موسم کس قدر خوبصورت ہے کاشان اور تم کمرے میں پڑے ہوئے ہو سڑ رہے ہو لعنت ہو تم پر۔

خوشبو میں بگڑ گیا۔ اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
اس کے رخسار چنار کے پتوں کی طرح سرخ ہو گئے اور ان میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑ گئے ان خوبصورت گڑھوں نے ہی مجھے لوٹا تھا میرا دل چاہا ان پر اپنے ہونٹ رکھ دوں اپنے ہوٹ رکھ کر ان گڑھوں کو پاٹ دوں تاکہ وہ کسی اور کو اچھے نہ لگ سکیں وہ شرارت سے مجھے دیکھتے ہوئے ہنسے جا رہی تھی اور کمرے کی خاموش فضا میں جلترنگ سے بج رہے تھے پھر اس نے وہیں سے مجھے پکارا۔
کاشان۔ یہاں آؤ دیکھو کتنی حسین ہے یہ گل وپوش وادی۔ کیسے آتشیں پھول سرگوشیاں کرتی پون اور جھرنوں کی موسیقی۔۔۔ کیا یہ سب کچھ تمہیں بھلا نہیں لگتا۔
لگتا ہے۔ مگر مجھے شاعری نہیں آتی۔ میرے طنز پر وہ بھرپور انداز میں ہنسی۔ کچھ پھول توڑ کر میری طرف اچھال دیئے۔ اور جگمگاتے ہوئے گلابی چہرے کے ساتھ پاس آ گئی۔
بڑے رومنٹنگ موڈ میں نظر آ رہے ہو وہ بے حد شرارت سے جھکی مجھ سے کہہ رہی تھی۔
دفع ہو جاؤ۔ یہاں سے میں نے غصے سے اسے پرے دھکیل دیا۔ سارے موڈ کا ناس مار دیا آخر خوشبو تم بیوقوف ہو جتنا خود کو ظاہر کرتی ہو۔
یا کی کیا ضرورت ہے میں اتنی ہی بیوقوف ہوں کیا سمجھے وہ مسکرائی۔
کسی دن اچھی طرح تمہاری خبر لوں گا۔
میں تیار بیٹھی ہوں۔ اس نے ڈھیٹ پن سے کہا۔ برے پھنسے کاشان میں نے دل ہی دل میں کہا
کاشان چائے کیوں نہیں پلوا رہے ہو۔
تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جگدیش چھٹی پر گیا ہوا ہے آپ خود ہی اپنی خاطر کر و ایک پیالی مجھے بھی پلاؤ۔
اپنے سے نہیں ہونے کا یہ حد ہوتی ہے کاہلی کی

خوشبو آخر تم سسرال جاؤ گی تو کیا کرو گی میں نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔ وہ بھی کم نہ تھی
تمہاری طرح کسی کنگلے سے شادی تھوڑی کروں گی میرا میاں مل آنر ہوگا۔
شکل بھی دیکھ لو زرہ آئینے میں میں چڑ کر بولا۔
بہت بار دیکھی ہے۔
پھر کیسی لگی۔
بہت پیاری۔ اور پھر وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ میں بھی ہنس دیا۔ اسی لمحے بعد سے قدموں کی چاپ برآمدے میں ابھری خوشبو میری طرف مڑی۔
لو آ رہی ہے پوری پلٹین۔ اب لڑاؤ رومانس بڑے رومنٹینگ موڈ میں تھے ناں اس نے لائٹ جلاتے ہوئے ہنس کر کہا۔
اسی لمحے جوگندر فاروق۔ وارث۔ نرگس۔ اور ریتا اندر آ گئے سب نے ہمیں مشکوک نگاہوں سے دیکھا دبی دبی مسکراہٹیں سب کے چہرے پر تھیں اور میں خواہ مخواہ پزل ہوا جا رہا تھا خوشبو اطمینان سے بیٹھی ریکارڈ چھانٹ رہی تھی۔
کیا ہو رہا ہے اندھیرے میں ریتا خوشبو کے سر ہو گئی۔
کچھ نہیں وہی جو اندھیرے میں ہوتا ہے وہ بلا کسی ہچکچاہٹ کے اطمینان سے ولی اور میں سر پیٹ کر رہ گیا۔ دل چاہا اس کا گلا دبا دوں۔
حد ہوتی ہے کسی بات کی۔
اچھا تو یہ بات ہے۔ ریتا نے شرارت سے کہا
بکواس کرتی ہے یہ خوشبو کی بچی۔
جی ہاں آپ تو سات حج کر کے آئے ہیں ناں اور یہ حج بھی کر آئیں اور داڑھی بھی رکھ لیں مگر رہیں گے تو مرد کے مرد۔ خوشبو سر اٹھا کر ریتا کو دیکھتے ہوئے بولی۔ مجھے غصہ آ گیا۔
کیوں خواہ مخواہ مجھے بدنام کر رہی ہو۔
اس نے رخ میری طرف کر کے دیکھا اور

بڑے اطمینان سے پوچھا۔
مجھ سے کچھ کہا تم نے۔
میں اسے مارنے اٹھا۔ لیکن ریتا نے مجھے بازو سے پکڑ لیا دھیرج دھیرج۔
دھیرج کی بچی سمجھاتی نہیں ہو اپنی سگی کو۔
کیا پتہ وہ سچ کہہ رہی ہو۔ اور کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔ ایسا زوردار قہقہہ پڑا تھا کہ چھت اڑنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا ایک ہنگامہ سا مچ گیا کمرے میں جو گندر موڈ میں آ کر ڈانس کرنے لگا اور میں غصے میں اکڑ کر ایک طرف بیٹھا خون کے گھونٹ پیتا رہا قہقہے تھے تو وارث میری طرف آ گیا۔
ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں وہ مزے میں آ کر گنگنانے لگا۔
بھائی میرے کیوں بلاوجہ تم لوگ الزام لگا رہے ہو کس کافر کو کسی سے عشق ہے۔ وہ تو کریک مائنڈ ڈ ہے کاشان۔۔ خوشبو وہیں سے چلائی۔ جھوٹ بولو گے تو سب کو سب کچھ بتا دوں گی۔ خوشبو نے دور سے ہی آنکھیں دکھائیں۔ وہ مجھے ستانے پر تلی ہوئی تھی میں جل کر بولا۔
کیا بتاؤ گی جب میں کچھ کیا ہی نہیں
اس کا تو مجھے بھی پتہ ہے پھر خواہ مخواہ گرمی کیوں دکھا رہے ہو۔
ارے یار صفائی کی کیا ضرورت ہے کچھ کیا بھی ہے تو کیا ہوا کاشان غیر تو تھوڑی ہے ریتا نے آنکھیں نچا کر خاص ادا سے کہا۔ اور کمرہ ایک بار پھر قہقہوں سے گونج اٹھا۔ خوشبو کا گلابی چہرہ اور بھی گلابی ہو گیا مجھے بے حد لطف آ رہا تھا۔ خوشبو مجھے کلے دکھا رہی تھی اور میں مسکرا رہا تھا۔
ابھی سے تو تم لوگوں کا یہی حال ہے تو شادی کے بعد کیا ہو گا ہر وقت لڑتے جھگڑتے ہی رہو گے وارث بولا۔
شادی ارے توبہ کرو اس بلا کو میں اپنے گلے ڈالوں گا اتنا بیوقوف سمجھ رکھا ہے مجھے۔
اور جیسے تم پر پوز کرتے تو میں مان جاتی کیوں فاروق۔ وہ فاروق سے مخاطب ہوئی۔
ہائے میرا کیا ذکر ڈرائی فروٹ کھاتے کھاتے وہ اچھل پڑا۔
کھاتے جاؤ بیٹا سب ہنس پڑے سوائے خوشبو کے وہ بیٹھی ایک انگلش رسالہ دیکھ رہی تھی پھر رسالہ پھینک کر ہماری طرف آ گئی۔
فاروق مجھ سے اچھی بیوی تمہیں نہ ملے گی میری بات غور سے سنا کرو میں تمہارے لیے انتہائی مناسب ہوں کیوں کاشان۔
بالکل میں نے بھی اسے چڑایا۔ اور اس نے کچھ انداز میں مجھے گھورا کہ میں ہنس پڑا معزز خواتین وحضرات جوگندر کی آواز آئی ہم ہمہ تن گوش ہیں سب نے بیک آواز کہا۔ وہ چھوٹے سے سٹول پر کھڑا فرد جرم سنا رہا تھا سٹول پر کھڑے ہونے کی وجہ سے وہ کچھ اور بھی لمبا اور بے ڈھنگا لگ رہا تھا۔
آپ سب میری بات غور سے سنیں۔
ہم غور سے سن رہے ہیں۔ ہم نے سر تال میں جواب دیا۔
خوشبو اور مسٹر کاشان نے اس خوبصورت موسم کی توہین کی ہے اور اب سزا کے طور پر ہم سب کو ڈنر پر لے جانا ہو گا۔ سب نے تالیاں بجا بجا کر اس ریزولیشن کو پاس کیا۔
کہاں چلو گے ت لوگ خوشبو ان سب سے مخاطب تھی۔
اشیراز میں سب ایک ساتھ چلائے۔
باپ رے باپ مر گیا۔۔
ٹھیک ہے جاؤ تم سب تیاری کرو۔ وہ یوں بولی جیسے کہیں کی مہارانی ہو
انیلا پرس بھاری معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا بہت۔ اتنا کہ اٹھایا نہیں جا رہا۔

ارے جاؤ اب تم لوگ کھڑے کیوں ہو۔
سیدھی طرح کیوں نہیں کہتی کہ ہمیں تنہائی چاہیے۔وارث نے اسے چھیڑا۔
ہو بہت سمجھدار ہو وہ اپنے گداز لبوں کو دبا کر بے حد ہنگامہ خیز طریقے سے ہنس پڑی۔
لفٹ رائٹ۔لفٹ رائٹ۔سب لائین بناتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے کمرے سے باہر چلے گئے سب چلے گئے کمرے میں صرف ہم دونوں رہ گئے میں اسے دیکھ رہا تھا وہ مجھ سے بے نیاز ایک بے حد صحت مند کتاب گھٹنوں پر رکھے پڑھنے میں مصروف تھی اس کا اس طرح مجھے اگنور کرنا مجھے بہت برا لگا تنہائی کے یہ لمحات جو مشکل سے مل پائے ہیں وہ ہمیشہ یوں ہی ضائع کر دیا کرتی تھی اسے کبھی میں نے سنجیدہ موڈ میں نہ دیکھا تھا۔ہر دم ہنستی مسکراتی نظر آتی اور میں سوچا کرتا کہ اس کے پاس ہنسی کا کتنا بڑا اسٹاک ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا وہ بڑی محویت سے کتاب پڑھنے میں مصروف تھی ایک بار بھی نظر اٹھا کر میری طرف نہ دیکھا کتاب پڑھتے ہوئے بھی اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی مجھے اس پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔
خوشبو میں حلق پھاڑ کر چیخا۔
ہوں اس نے بدستور کتاب پر جھکے جھکے آہستہ سے کہا۔
کتاب رکھ دو ورنہ میں پھینک دوں گا اٹھا کر۔
دونوں ہی بھاری ہیں میں بھی کتاب بھی تم سے نہ اٹھ سکیں گی۔
میری طاقت کو آزمانا چاہتی ہو۔میں شرارت سے مسکرایا۔اس نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا میری آنکھوں میں انجانا سا پیغام تھا وہ ذرا نہ جھینپی میری اتنی معنی خیز بات کا رخ ہی پلٹ دیا کبھی آزماؤں گی دراصل آج کل کسرت کرنا چھوڑ دی ہے وہ بے ساختہ مجھے دیکھ کر ہنس پڑی۔میری کانوں میں چاندی کی گھنٹیاں بجنے لگیں ہنستے ہوئے اس کے سچے موتیوں جیسے دانت نمایاں ہو جاتے اور وہ ہنسی ہوئی سب سے زیادہ پیاری لگتی یہ بات ہر دفعہ اس سے ملنے کے بعد دل ہی دل میں کہتا تھا۔اور آج تک یہ نہ جان سکا کہ اس کا کون سا روپ سب سے پیارا ہے وتو ہر لباس ہر انداز میں ہی پیاری اور بڑی سندر لگتی تھی میں نے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا۔
آؤ میرے پاس بیٹھو۔
یہ کیا مراد ہے اس نے اپنا بازو چھڑایا۔اور سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔
میں کاٹتا ہوں کیا تمہیں۔وہ کچھ نہ بولی۔پرس سے سونف اور لاچی نکال کر کھانے لگی اور ایک ننھی سی الائچی ہتھیلی پر رکھ کر میری طرف بڑھا دی۔میں جل بھن کر خاک ہو گیا۔وہ کھلکھلا کر ہنس دی میں نے غصے سے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔
ارے واہ یہاں تو ڈوئل ہو رہا ہے۔جوگندار پردہ تھامے کھڑا تھا۔کیوں استاد اس نے مجھے آنکھ ماری اور میں جھینپ کر ہنس دیا۔پوری بٹالین آ چکی تھی ریتا سفید ساڑھی میں بے حد چارمنگ لگ رہی تھی۔اس کے سانولے چہرے پر بڑی ملائمت تھی بڑی سندر لگ رہی ہو۔میں نے اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے کہا۔
کاش مہندر یہ بات کہتا اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور میں ہنس دیا۔پھر ہم سب وارث کی جیپ میں بھرے اشیرے چل پڑے سارے راستے خوشبو کی چھیڑ چھاڑ جاری قینچی کی طرح زبان چلتی رہی فضا میں قہقہے گونج رہے تھے اس کے ساتھ مل کر نرگس اور سیتا بھی شوخ ہو جایا کرتی تھیں ہوٹل پہنچ کر ہم سب نے کونے والی میز کا انتخاب کیا اندر کا ماحول بے حد رومنٹگ تھا سرخ پردوں اور الیکٹرنک کینڈل کی روشنی اور ہلکے سروں میں بجتی موسیقی یہ سب بے حد رومان پرور تھا مدہم قہقہے ہلکی ہلکی سرگوشیاں دل کو گھر مانے والی مسکراہٹیں یہ سب اور بھی خوابناک لگ

رہا تھا شیشے سے چھن کرانے والی رنگ برنگی روشنی میں
کوشبو بے حد پیاری اور بے حد سندر لگ رہی تھی اس
کے چہرے کی چمک میں اضافہ وگیا تھا اور لبوں کی
مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔

نرگس اور جوگندر جانے کس بات پر الجھ رہے
تھے ریتا مجھ سے اپنے منگیتر کی بات کر رہی تھی جو ان
دنوں اس سے ناراض تھا صرف اس لیے کہ وہ اس
کے ساتھ صرف کلر دیکھنے کیوں نہیں گئی۔ اور اب وہ
مجھ سے اس کو منانے کے طریقے پوچھ رہی تھی اس کا
پریشان چہرہ دیکھ کر مجھے بڑی ہنسی آرہی تھی یہ
لڑکیاں بھی بڑی خوب ہوتی ہیں جسے چاہے ناراض
کردیتی ہیں اس سے لڑتی بھی ہیں اور پھر اس کی
ناراضگی کے احساس سے خود کو پریشان کرلیا کرتی ہیں

کیا سوچا جارہے ہو کاشان بتاؤ ناں اسے کیسے
مناؤں۔ ریتا مجھ سے پوچھ رہی تھی۔

بھئی مجھے ان باتوں کا تو کوئی تجربہ نہیں ہے
خوشبو سے پوچھو وہ وارث سے الجھ الجھ کر باتیں کر رہی
تھی۔

ذرا اب سے میرا نام لیا کرو مسٹر کاشان اگر آپ
کو کوئی تکلیف نہ ہو تو وہ بنی جگمگاتی آنکھیں اٹھائے
مجھے شرارت سے تک رہی تھی۔

اپنا رتبہ بتدو اس کی مناسبت سے تمہارا احترام
کروں گا۔

خیر چھوڑو پھر کبھی بتادوں گی اس نے شانے
اچکائے اور زور زور سے پلیٹ میں چمچ بجانے لگی
بالکل میوزک کے انداز میں مجھے غصہ آگیا۔ میں نے
مڑ کر دیکھا وہ تین چار لڑکے تھے اور ایک نازک سی
لڑکی کے ستھ بیٹھے اس طرف متوجہ تھے۔

لعنت ہے خوشبو نے برا سا منہ بنایا۔

کس پر میں نے گھورا۔ وہ ہنس دی

ان لڑکوں پر بھئی کیسی سوکھی سڑی سی لڑکی کو
اٹھا لائے ہیں۔

جی ہاں ایک زمانے بھر کی حسین تو آپ ہی ہیں

بے شک بے شک اس نے خاص ادا سے گردن
ہلائی۔ اور میں مسکرادیا۔ اور ریتا سے باتیں کرنے لگا

باادب باملاحظہ ہوشیار۔ خوشبو کی تیز آواز پر
سب چونکے اس کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں
میں نے مڑ کر دیکھا ایک نو بیاہتا جوڑا داخل ہو رہا تھا
خوشبو کی اس حرکت پر حال میں بیٹھے لوگ ہنس دیئے
اور میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ مزے سے
بیٹھی نمک دان سے نمک نمک نکال کر چاٹ رہی تھی

تمہیں تو ساتھ لاکر پچھتا رہا ہوں۔

وہ کچھ نہ بولی۔ اور یونہی نمک چاٹتی رہی ریتا
نے پھر مجھے باتوں میں لگا لیا۔ فاروق کھانے کے
انتظار میں بیٹھا سوکھ رہا تھا ایسی بور شکل بنائے بیٹھا تھا
کہ مجھے ہنسی آگئی۔

بھائی مینجر صاحب آج کھانا نہ ملے گا۔ کیا
مرغیاں اسٹرائیک پر چلی گئی ہیں اور خوشبو کی اس بات
پر سارا ہال قہقہوں سے گونج اٹھا۔

دلچسپ لڑکی ہے کسی طرف سے آواز سنائی دی

شکریہ۔ خوشبو نے فوراً شکریہ ادا کیا۔

خیر کھانا آیا تو وہ ذرا پرسکون ہوئی۔ اتنا ڈھیر سا
آڈر اس نے دے دیا تھا کہ میز بھر گئی۔

اللہ جوڑی سلامت رکھے فاروق اور وارث
نے بیک وقت دعا دی۔ خوشبو نے گہری نیلی نظروں
سے دونوں کو گھورا اور برا سا منہ بنا کر پلیٹ پر جھک گئی
نرگس اور جوگندر کی لڑائی چپکے چپکے جاری تھی ریتا ذرا
ڈسٹرب تھی اپنے منگیتر کی ناراضگی سے کھانا بھی ٹھیک
طرح سے نہیں کھا رہی تھی البتہ خوشبو کی پلیٹ خوب
بھری ہوئی تھی اور وہ بڑی محویت سے کھانے میں
مصروف تھی کسی کی بھی طرف دیکھ نہیں رہی تھی ہاں کبھی
کبھی نظر اٹھا کر مجھے دیکھ لیا کرتی تھی اور جانے کیا
سوچ کر مسکرا دیتی اور پھر پلیٹ پر جھک جاتی جب بل
آیا تو انیلا نے بڑے سے میری طرف سے بڑھا دیا۔

پورے اسی روپے اور پچانوے پیسے کا بل تھا۔
ارے واہ میں سٹپٹسایا۔ اکیلا میں کیوں دوں
لڑکیوں سے بل دلواتے ہوئے شرم نہیں آئے
گی تمہیں کیوں فاروق میں سچ کہہ رہی ہوں ناں
بالکل بالکل۔
مگر سزا تو ہم دونوں کو ہی ملی تھی لہذا بل بھی ہم
دونوں کو مل کر دینا چاہیے۔
بالکل بالکل۔ فاروق نے گردن ہلائی اور اس
کے دو غلے پن پر انیلا نے اسے اعلیٰ اور نفیس ترین
گالیوں سے نواز۔
اکم بختوں نے بل بھی باٹا والوں کی طرح بنایا
ہے خوشبو نے مینجر کو صلواتین سنائی اور میں ہنس دیا پھر
بے خبر دیکھ کر اس کا پرس چھین لیا اور جونہی میں نے پر
س کھولا ایک چڑیا پرس سے اڑ کر ہال میں چکرائی
اور فانوس پر جا بیٹھی۔
ہائے میری چڑیا میں اپنی چڑیا کو پہنچان کو چلایا۔
پچاس روپے میں میں نے یہ چڑیوں کا جوڑا خریدا تھا
اور خوشبو نے نجانے کیسے میرے کمرے سے رکھے
پنجرے سے اسے چرالیا تھا میری پریشانی پر سب
بیٹھے ہنس رہے تھے اور میں غصہ سے پیچ وتاب
کھارہا تھا پھر غصے میں آکر میں نے یہ کہتے ہوئے
اس کا پرس میز پر الٹ دیا۔
اب پورا بل تم ہی کو دینا پڑے گا۔ اس کے پرس
سے نکلی کیا چیزیں ذرا آپ بھی سن لیں مونگ پھلی
اور چلغوزے کے دھیڑوں چھلکے بس کے ٹکٹ۔ سوکھے
ہوئے بہت سے پھول پھٹی ہو تصویریں اور ایک
پلاسٹک کا بندر سب مسلسل ہنس رہے تھے اور میرا
چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔
واقعی بل بہت زیادہ ہے اتنے میں تمہارا باٹا کا
فسٹ کلاس جوتا آجاتا خوشبو میرے سرخ چہرے کو
دیکھ کر بے حد شرارت سے ہنستے ہوئے بولی۔
اور وہ میری پچیس روپے کی مادہ۔۔ میں نے

حسرت بھری نظروں سے اپنی پچیس روپے والی چڑیا کو
دیکھا دل چاہتا ہے تمہیں زمین میں گاڑ دوں۔
ضرور لیکن میں اکیلی نہیں میرے نر کو بھی میرے
ساتھ گاڑ دینا۔
تمہارا نر کون ہے خوشبو کیلاش نے پوچھا۔
ورنہ میرا اکیلے میں جی گھبرائے گا وہ کیلاش کے
جواب دینے کی بجائے برا سا منہ بنا کر بولی تو ہال
ایک دفعہ پھر قہقہوں سے گونج اٹھا پھر میری طرف دیکھ
کر ہنگامہ خیز طریقے سے ہنس پڑی ہنستے ہنستے اس کا
چہرہ سرخ ہو گیا اور میں نے اپنے اسی روپوں اور
پچانوے پیسے پر فاتحہ خوانی پڑھ ڈالی بڑا مہنگا پڑا یہ
ڈنر پچیس روپے کی مادہ الگ گئی میرے تن بدن میں
آگ لگ گئی سب سے پہلے جوگندا نے مجھے ڈراپ کیا
کا شان۔۔ خوشبو کی آواز پر میرے قدم تھم گئے
میں نے مڑ کر دیکھا گھر جا کر آرام سے سو جانا ویسے
مجھے یقین ہے آج رات جا کر تم اسی روپے پچانوے
پیسے کا غم مناؤ گے اور اپنی مادہ کی جدائی میں آنسو۔
خوشبو کی بقیہ آواز ریتا وارث جوگندر اور کیلاش کے
قہقہوں میں دب گئی میں انتہائی غصے کے عالم میں اس
کو مارنے بڑھا اس نے کیلاش کے پیچھے پناہ لی اور
جوگندر کو دھمکی دی کہ فوراً جیپ چلائے ورنہ اس کی بھی
خیر نہیں جوگندر نے جیپ اسٹارٹ کی اور تیزی سے
بھاگا لے گیا انیلا کا قہقہہ دیر تک فضا میں گونجتا رہا
میں مسکراتا ہوا اندر آگیا۔ پنجرے میں میرا نر اداس
بیٹھا ہوا تھا میں نے دل ہی دل میں خوشبو کو کوس ڈالا
اس جیسی شریر لڑکی زندگی میں میری نظر سے نہیں گزری
تھی جتنی شریر تھی اتنی بے باک بھی مجھے یاد ہے بس
زندگی میں دو بار ہی جھینپی تھی جب وہ ریتا کے گھر بیٹھی
گڑیا بنا رہی تھی یہ بتانا تو میں بھول ہی گیا وہ بے حد
خوبصورت گڑیا بنایا کرتی تھی اس کی لمبی لمبی سفید
انگلیوں مں آرٹ چھپا ہوا تھا ہاں تو وہ ریتا کے گھر
بیٹھی گڑیا بنا رہی تھی میں ٹہلتا ہوا ادھر آپہنچا اس نے

رسمی طور پر ہیلو کہا حالانکہ مجھے دیکھ کر اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا تھا مگر حسب عادت اپنے دلی جذبات چھپا کر اس نے عام سا تاثر دیا اور اپنے کام میں جھک گئی۔

دیکھو کاشان کتنی پیاری گڑیا ہے۔

خوشبو اب تو دل چاہتا ہے تم جیتی جاگتی گڑیا تخلیق کرو میری بات سنکر اس کا گلابی چہرہ سرخ پڑ گیا اور اس نے اپنا سر گھٹنوں میں دے دیا اس دن وہ مجھے سچ مچ لڑکی لگی تھی اور میں نے سوچا کہ اس کے اندر بھی وہی عورت چھپی بیٹھی ہے جو مرد کی چھیڑ خانیوں سے شرم کے مارے چھوئی موئی بن جاتی ہے مجھے وہ یوں شرماتی بے حد پیاری لگی اتنی کہ کبھی نہ لگی تھی میں نے جھک کر اس کی ٹانگ چومی اور دوسری طرف مسکراتا ہوا چلا گیا۔

وہ ساون کی انتہائی ابر آلود شام تھی جب ہم سب کیلاش کے بنگلے میں لان میں بیٹھے گپیں لڑا رہے تھے لان میں پھولوں کی اتنی بہتات تھی سرخ پیلے اور نارنجی پھولوں نے فضا میں آگ سی لگا رکھی تھی دھندلائی ہوئی اس شام میں خوشبو نے گہرے نیلے رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی اور سردی سے بچاؤ کے لیے شال اپنے گرد لپیٹ لی تھی۔ اور اس سیاہ شال میں لپٹا اس کا گلابی چہرہ انتہائی دل فریب لگ رہا تھا اس کی خوبصورت آنکھوں میں ستارے ٹمٹما رہے تھے اور گلابی عارض کی شوخیاں گہری ہو گئی تھیں اس شام مردوں اور عورتوں کے حقوق فرائض پر بحث چھڑی ہوئی تھی اور خوشبو بڑھ چڑھ کر بول رہی تھی اس کا کہنا تھا کہ عورت کسی بھی لحاظ سے مرد سے کم تر نہیں ہوتی ہم سب ایک طرف تھے اور خوشبو اکیلی ہی ہم سب کا مقابلہ کر رہی تھی حد یہ کہ ریتا اور نرگس بھی ہماری ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں اور خوشبو انہیں صلواتیں سنا کر ہم سب کا مقابلہ کر رہی تھی یہ جو تم اتنی زور و شور سے عورتوں کی حمایت میں بول رہی ہو وہ ذرا ایک بھی مثال ایسی دو جس میں وہ مردوں سے برتر ہوں کیلاش اس کی باتوں سے عاجز آ کر بولا میں نے کیلاش کی بات دہرائی اس نے تیز نظروں سے مجھے گھورا اور بولی۔

کاشان صاحب آپ ایک چوہے کا بچہ بھی پیدا کر کے دکھائیں خواہ اسے اپنی پسلی سے ہی کیوں پیدا کریں تب میں مردوں کی برتری تسلیم کروں گی چوہے کے برابر بچہ جی ہاں اس نے عجیب مضحکہ خیز انداز میں کہا سب ہنس دیئے اور میں بھڑک اٹھا لعنت ہے تحریر میں سچ مچ اسے مارنے اٹھا اور وہ سو میل کی رفتار سے بھاگتی ہوئی جامن کے پیڑ پر چڑھ گئی۔

پچھلے جنم میں یہ ضرور بندریا رہی ہو گی کیلاش نے اسے تیز رفتاری سے درخت پر چڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ اور ہم سب بے ساختہ ہنس پڑے وہ ایک موٹی سی ڈال پر جا بیٹھی جامنیں توڑ توڑ کر کھا رہی تھی اور تاک تاک کر گٹھلیاں سب کو مار رہی تھی۔

کاشان میری مانو تو اب تم بھی باز آ جاؤ اس ارادے سے اس بندریا کا خیال چھوڑ دو ونہ سچ کہتا ہوں ساری زندگی سر پکڑے روتے رہو گے تمہارے بس کی بات نہیں ہے یہ۔ وارث فاروق نے بیک وقت کورس کے انداز میں کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے اپنی سیاہ آنکھیں اوپر اٹھا کر اپنی بندریا کو دیکھا وہ ٹھاٹ سے بیٹھی جامن کھانے میں مصروف تھی مجھے اس پر بے حد پیار آیا جامن کھا کر اس نے بچوں کی طرح اپنے ہاتھ کالے کر لیے تھے میں جیب میں دونوں ہاتھ ڈالے ٹہلتا ہوا جامن کے درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

کھاؤ گے اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

اترو نیچے۔

مارو گے تو نہیں۔

میں ہنس دیا۔ جیسے میری مار کا ڈر ہی تو ہے تمہیں

یہ بھی سچ ہے وہ ہنستی ہوئی نیچے اترنے لگی۔ ریتا کو شرارت سوجھی دوڑ کر اس کی ٹانگیں پکڑ لیں پر خوشبو نے وہ دولتیاں چلائی کہ گدھے بھی شرما جائیں۔ اسے اس طرح دولتیاں چلاتے ہوئے دیکھ کر جوگندر نرگس فاروق اور وارث ہنسنے لگے۔

تمہاری خوشبو تو بڑی خوبیوں کی مالک ہے کاشان۔ وارث وہیں سے چلایا۔

کیوں اس کو بلا کو میرے سر تھوپتے ہو میں مسخرے پن سے بولا اور خوشبو اپنے دھبے لگے منہ سے میری طرف دیکھ کر اس طرح گھورا کہ اس کی صورت دیکھ کر میری ہنسی نکل گئی خدا کی قسم بہت بور کرتے ہو بھی وہ کپڑے جھاڑتی ہوئی سب کی طرف چلی گئی ریتا کو ایک دولاتیں پڑ گئی تھیں وہ برا سامنہ بناتے ہوئے اپنی چوٹ سہلا رہی تھی بھگوان قسم اگر کاشان کا لحاظ نہ ہوتا تو وہ ہاتھ ریتی کہ سارے زندگی گال سہلاتی رہتی ریتا نے غصے سے خوشبو کی طرف دیکھا خوشبو نے اپنے دہکتے ہوئے رخساروں کے ساتھ اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کی پھر شام بہت گہری ہو گئی اور سیاہ بادلوں نے پوری دھرتی کو سیاہ اندھیرے میں ڈھانپ لیا۔ تو ہم سب کوٹھی کے اندر چلے گئے خوشبو چلتے چلتے پھول توڑتی جا رہی تھی۔

اب رات کو کیا کرو گی ان پھولوں کا۔ میں نے ٹوکا۔

تمہارے مزار پر ڈالوں گی۔ میں اس کے سر پر ایک چست لگا کر ہنس پڑا آتشدان کے قریب بیٹھے ہم سب بے تحاشہ باتیں کیے جا رہے تھے ریتا چائے بنانے میں مصروف تھی نرگس اس کا ہاتھ بٹا رہی تھی اور خوشبو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے آتشدان کے اندر موجود کوئلوں کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی اس نے ہاتھ منہ دھو لیا تھا اس وقت اس کا چہرہ کھلا کھلا صاف اور بہت معصوم لگ رہا تھا اس کے گھنے بالوں میں اداسی کا اندھیرا بس رہا تھا اور اس کے رخسار آتشدان کی روشنی میں چمکیلے یاقوت بن رہے تھے شعلوں کا عکس اس کی گہری نیلی آنکھوں میں ناچ رہا تھا وہ گلابی چہرے کے ساتھ اس وقت انتہائی دلفریب لگ رہی تھی میں نے بے اختیار دھڑکنوں اور بے چین نگاہوں سے اسے دیکھا اور دھیرے دھیرے اس کے پاس سرک آیا۔

خوشبو میں نے سرگوشی میں اسے پکارا۔ اس نے گہری نیلی آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پیار بھرے انداز میں مسکرا دی اور اس کی مسکراہٹ کو میں نے اپنے دل کے پنہاں خانوں میں قید کر لیا میرے چہرے سے میری اندرونی کیفیت پڑھ کر وہ مسکرا دی میں سرخ چہرے کے ساتھ مسکرا دیا۔ وہ کلائی میں پہنی چوڑیوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے شرارت سے بولی۔

بڑا عاشقانہ مزاج پایا ہے خدا تم پر رحم کرے۔ اس نے ٹھنڈی آہ بھری کچھ اس انداز میں کہ میں اس کے ہاتھوں کو دبا کر ہنس دیا۔

یہ سب کیا ہو رہا ہے ریتا نے چائے بناتے ہوئے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ چلو اپنی جگہ پر واپس۔ اس نے مجھے ڈانٹا۔

اوئے۔ خوشبو چلائی۔ میرے نہ کو نہ کچھ کہنا۔ خوشبو کی اس پر اک زوردار قہقہہ گونجا کہ ساری فضا گونج اٹھی اور میں جھینپ سا گیا وہ بے حد شرارت سے اپنی جگمگاتی ہوئی آنکھیں اٹھائے مجھے تک رہی تھی مسکراہٹ اس کی گہری نیلی آنکھوں سے پھوٹ پڑی تھی ریتا اور نرگس نے سب کو سلیقے سے چائے پلائی اور خوشبو اپنا کپ لے کر مینٹل پیس کے پاس جا کر کھڑی ہوئی دریچے سے آئی بدمست ہواؤں اور بارش کی مہک رچی تھی خوشبو بھری ہوا دھیرے دھیرے رقص کر رہی تھی میری نظریں خوشبو پر تھیں چائے پیتے پیتے اچانک جوگندر نے فاروق نے پوچھا یار فاروق وہ تمہاری فردوس کہاں گئی۔

کیا بتاؤں یار ہاتھ سے پھسل گئی مچھلی کی طرح۔

فاروق نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔
اوہ مسٹر فاروق آپ کے سانس کی ٹھنڈک یہاں تک پہنچی ہے خوشبو کپ تھامے مسکراتی ہوئی پاس آ گئی۔ مجھے ہمدردی ہے آپ سے وہ نچلی تپائی پر بیٹھتے ہوئے مسخرے پن سے بولی۔
شکریہ۔ فاروق نے پھر ٹھنڈی آہ بھری۔ اور وہ ہنس دی وہ نچلی تپائی پر بیٹھی چائے پیتی رہی چھیڑ خانیاں کرتی رہی چائے کے دوران چھوٹے چھوٹے چٹکلے بھی چلتے رہے وارث یونہی باتوں میں مجھ سے کہنے لگا یار کاشان میرا کتا موٹا موٹا ہو رہا ہے کہ کیا بتاؤں آیا تھا تو ایسا مریل تھا اب تو دیکھو ذرا سے
وارث میرے پاس بھی ایک کتیا ہے شادی کریں گے اس سے۔
کیا وارث نے ہونقوں کی طرح منہ بنا کر کہا۔
اور ہمارے بھرپور قہقہوں سے چھت ہل گئی خوشبو کی اس بات پر وہ ادھم مچا رہا تھا۔ زندہ تو زندہ مردے بھی کفن پھاڑ کر نکل باہر کھڑے ہوں خوشبو بدستور مسکراہٹ لیے اپنی جگہ کھڑی تھی قہقہے ذرا تھمے تو وارث اسے مارنے کو اٹھا اور وہ زور سے چلائی۔
یہ علاقہ غیر ہے اس نے ہاتھ سے اپنے گرد دائرہ بنالیا۔
علاقہ غیر کی بچی۔
گرمی نہ کھاؤ گرمی نہ کھاؤ میں نے سیدھی سیدھی بات کہی تھی ان گدھوں کی عقل شاید چرنے گئی ہے
پھر کیا مطلب تھا تمہاری بات کا۔۔ وارث نے پوچھا۔
آدھے آدھے بانٹ لیں گے۔
ونڈرفل آئیڈیا۔ وارث کو تجویز پسند آ گئی۔
اگر تین یا پانچ ہوئے تو میں نے خوشبو کو دیکھا ایک تمہیں بخش دیں گے۔
مجھے تو معاف ہی رکھو۔ ایک ہی کافی ہے میں نے شرارت سے کہا خوشبو نے وہیں سے کپ مجھے

کھینچ مارا۔ اگر میں اسے کیچ نہ کر لیتا تو زبردست چوٹ آتی عجیب مرد مار لڑکی ہے میں نے برا سا منہ بنا کر کہا اور پاس بیٹھی ہوئی ریتا ہنس دی پھر ذرا سنجیدگی سے کہنے لگی۔
اس لڑکی میں بھلا تمہیں کیا نظر آیا تو اس کے لیے دیوانے ہو رہے ہو ذرا پتلون سیدھی کر کے میری طرف دیکھو تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔
میرے لیے جنگلی بلی ہی کافی ہے میں ہنس دیا اور میری بات پر ریتا اور جوگندر بھی ہنس دیئے پھر ریتا مثلل پیس پر پڑی تاش کی گڈی اٹھا لائی ایک آنہ پوائنٹ پر کھیل شروع ہوا اور خوشبو کی کھیلے بازی پر وہ لڑائی جھگڑا ہوا کہ توبہ بھلی ریتا کا برا موڈ تھا اور کھیل جھگڑے کی نظر ہو گیا وہ پتے پھینک کر دیوان پر جا لیٹی خوشبو اس کی طرف بڑھی اور ریتا نے وہ زوردار ہاتھ دیا کہ چٹاخ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا ہم سب کی ہنسی چھوٹ گئی اور وہ ہمیں صلواتیں سناتی ہوئی آتشدان کی طرف بڑھی۔
لاؤ میں گال سینک دوں میں نے اسے چھیڑا۔
خیریت چاہتے ہو تو چپکے سے بیٹھے رہو۔ ورنہ اس گھر کا سارا ہلدی چونا ختم ہو جائے گا۔
ہائے ظالم میں نے مضحکہ خیز سی شکل بنا کر آہ بھری اور وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔
کیا خبا اور تیرے حصے میں آیا ہے خوشبو۔ نرگس نے ہنس کر خوشبو کو چھیڑا میں نے پلٹ کر اپنی سیاہ آنکھوں سے نرگس کو گھورا اور اس نے بڑے پریم سے ہاتھ جوڑ دیئے۔ مجھے وہ بڑی بھلی لگی ہمارے گروپ کی سیدھی سادھی اور معصوم لڑکی یہی تھی میں نے مسکرا کر رخ پھیر لیا وہ ہنستی ہوئی جوگندر کی کرسی کے قریب جا بیٹھی۔
بھئی چائے کا ایک دور اور چلنا چاہیے نرگس اور جوگندر ایک ساتھ چلائے۔
بالکل۔ بالکل۔ فاروق نے گردن ہلائی۔

خیال نیک ہے پیو بھی اور پلاؤ بھی۔ خوشبو ٹانگیں لمبی کرتے ہوئے قالین پر بیٹھی رہی۔
اب تمہاری باری ہے۔
اپنے سے یہ سب نہیں ہونے کا اس نے کہا اور اٹھ کر کھڑی ہوگئی میں تو چلی۔
ارے واہ ابھی تو آٹھ ہی بجے ہیں میں چلایا۔
شریفوں کے گھر جانے کا یہی وقت ہوتا ہے
تمہیں مار تو نہیں کھانی۔
لگتا ہے ابھی جی نہیں بھرا۔ ریتا کی زوردار ہنسی گونجی اور خوشبو بھی ہنس دی۔ کیا ہاتھ ہیں ظالم کے خوشبو بڑی اور یونہی ہنستا ہو چہرہ لے کر ڈارئنگ روم سے باہر چلی گئی۔ میں بھی چپکے سے سرک آیا وہ تیز تیز قدموں سے گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔
خوشبو میری آواز سن کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔
اکیلی جاؤ گی۔
تو کیا دس بارہ کو ساتھ لے کر جاؤنگی۔
یہی سمجھ لو میں مسکرایا۔
اب کے آؤں گی تو سورج بھی ساتھ لیتی آؤنگی
بات مذاق میں نہ ٹالو تمہیں چھوڑ آتا ہوں۔
کیا خواہ مخواہ میرے پیچھے لگ رہے ہو جاؤ ریتا کا موڈ ٹھیک کرو۔
وہ منہ لاد کریگا اس کا منگیتر۔
پھر نرگس کے پاس چلے جاؤ۔
وہ فاروق کی ہے۔
تو کیا میرے گلے پڑنے کا ارادہ ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنی نیلی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ اور میں اس کی گہری نیلی آنکھوں میں ڈوب سا گیا۔ میرے دل میں طمانیت کا بھرپور احساس جاگ اٹھا تھا۔
بھئی یہ عشق کے چکر بڑے فضول ہوتے ہیں میں ان سے الرجک ہوں کیا سمجھے۔ زندگی کو ہنس کھیل کر گزارو بلاوجہ کا روگ نہ پالو۔
خوشبو تم سمجھتی کیوں نہیں ہو
کیا سمجھانا چاہتے ہو
میرے فلیٹ پر چلو میں سمجھاتا ہوں۔ اس نے گھڑی دیکھی پھر مجھے دیکھا شرارت اس کی آنکھوں میں مچلی تھوڑا سا قریب آ کر میری آنکھوں میں جھانکا
تمہارا موڈ کچھ زیادہ ہی رومنٹک لگ رہا ہے اور مجھے تمہارے موڈ سے ڈر۔۔۔۔ بات ادھوری چھوڑ کر زور سے ہنسی خاموش فضا میں جلترنگ سے بج اٹھے اور میں اس کا ہاتھ تھام کر اسے فلیٹ میں لے آیا۔ میرا دل محبتوں کے سمندر میں ڈوب رہا تھا اور میری آنکھوں مین فانوس سے جل اٹھے تھے میں نے آتشدان روشن کیا اور اس کے ساتھ ہی قالین پر بیٹھا رہا۔ میرا دل مکمل سکون کی کیفیت میں بے حد آہستگی سے دھڑک رہا تھا وہ آج اس خوبصورت موسم میں میرے ساتھ تھی۔ جسے میں جنون کی حد تک چاہا تھا۔ اور اس کی موجودگی کے احساس نے مجھے یوں لگا جیسے میری زندگی مکمل ہوگئی ہے سارے زمانے کی حسرتیں مجھے اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں سمٹی ہوئی نظر آئیں میں سگریٹ پیتے ہوئے نیم آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ میرے قریب بیٹھی رکارڈ چھانٹ رہی تھی اس کے رخسار آتشدان کی روشنی میں دمک رہے تھے اور وہ مجھ سے بے نیاز ریکارڈ پلییئر پر جھکی ہوئی تھی ساڑھی کا آنچل ڈھلک کر شانوں پر آ رہا تھا اور مدہم روشنی میں پلکیں جھکائے میرے تصور سے بڑھ کر حسین لگ رہی تھی میرے جسم میں بجلی سی دوڑنے لگی ساون کا اندھیرا سمٹ کر اندر آ گیا تھا اور روشنیاں مدہم پڑتی جا رہی تھیں دریچے سے آنے والی بدمست ہواؤں میں بارش کی مہک رچی ہوئی تھی اور دریچوں کے شیشے دھندلا گئے تھے خوشبو نے بہت پیارا سا ریکارڈ لگایا تھا لتا کی خوبصورت آواز نے مجھ پر سحر طاری کر دیا تھا وہ بہت ہی خوبصورت گیت تھا غم گیت جو گیت بھی ملیں اور دلوں کے زور بھی وہ ریکارڈ

لگا کر سیدھی ہوئی تو اسے احساس ہوا کہ بارش ہونے والی ہے اس کے خوبصورت چہرے پر لمحہ بھر کو پریشانی جھلک آئی۔

میں گھر کیسے جاؤں گی کاشان۔

نہ جاؤ ضرورت ہی کیا ہے۔ میں نے شرارت سے کہا۔

کہتے تو ٹھیک ہو بارش بھی تیز ہو رہی ہے اور جانا بھی مشکل لگ رہا ہے۔

کیا تم سچ مچ یہاں رہ جاؤ گی۔ میں نے خوشی سے سرشار آواز میں پوچھا۔ اور وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھ کر ہنس دی۔

اتنے بدھو تو نظر نہیں آتے جتنا خود کو پوز کرتے ہو پھر باتیں کیوں ایسے کرتے ہو۔ وہ ہونٹ دبا کر مسکرائی۔ اور میں الجھ کر رہ گیا۔ مجھے اپنی بے وقوفی پر خود پر غصہ آ گیا وہ بھلا یہاں کیونکر رہ سکتی ہے کتنی ڈھیر ساری کہانیاں بن جائیں گی سارے زمانے میں وہ بات پھیل جائے گی جس کے اظہار سے ہم خود کو اب تک بچ رہے تھے مجھے کچھ سوچتا دیکھ کر وہ میرے پاس آئی۔ کاشان میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ مسکرا کر دوسری طرف چلی گئی ہر طرف طلسمی خاموشی چھائی ہوئی تھی برسات کا بھیگا بھیگا سا موسم بے حد رومنٹک لگ رہا تھا نامعلوم احساس سے مغلوب ہو کر میں یونہی ساکت بیٹھا رہا۔ وہ فولڈنگ چیئر پر بیٹھی ٹانگیں ہلا رہی تھی میں نے اس کے تبسم چہرے کو دیکھا دلکشی سی مسکرا پڑی۔

کاشان وہ اپنی کالی شال لپیٹے خوشبو بکھیرتے ہوئے میرے پاس آ کر بیٹھی اور میرے قریب ہنستے ہوئے بولی ہر وقت تمہارا موڈ خطرے کی گھنٹی بجاتا رہتا ہے اس نے میرے چہرے پر نظر ڈالی جو شدت جذبات سے دمک رہا تھا اور میں اس کے گالوں کو چھیڑ کر دھیرے سے ہنس دیا۔

کیا عاشقانہ مزاج پایا ہے وہ اپنے سنہری بالوں کو سر کی ہلکی سی جنبش سے پیچھے جھٹک کر بولی۔ میں بیٹھا پیار بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا مسکراتا رہا۔

کاشان میرا خیال ہے تم اپنی زمینیں اور جاگیر بیچ کر عشق کے پجاری بن کر جوگیوں کی طرح بن باس لے لو سچ تم بالکل فٹ ہو اس چیز کے لیے عشق نے تمہیں کہیں کا نہیں رکھا بالکل نکما کر ڈالا ہے وہ برا سا منہ بنا کر بولی اور میں بھرپور انداز میں ہنس دیا۔

اور کچھ کہنا ہے۔

اور کچھ نہیں بس یہی کہ اللہ ہی تمہیں سمجھے جو ایسے رومنٹک موڈ بنا کر مجھے ڈراتے رہتے ہو۔ وہ عاجز آ کر بولی۔

خوشبو میں نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے قریب کر لیا۔ تم سچ مچ میرے موڈ سے ڈرتی ہو۔

وہ میری بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور دریچے میں میں جا کھڑی ہوئی میں قالین کو روندتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔ اس نے ایک بار پھر پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر باہر پھیلے گھور اندھیرے کو تکنے لگی اور اس ایک لمحے میں میں نے دیکھا اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے نامعلوم سا کرب ہلکی سی کش مکش میں نے لمحہ بھر کو سوچا اور پھر اسے اپنا واہمہ سمجھ کر باہر گرتی بارش کو دیکھنے لگا۔ نیلا آکاش سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور بارش کا جلترنگ بج رہا تھا بادام اور سفیدے کے درختوں کے درمیان تیز و تند ہوا میں پھڑ پھڑا رہی تھیں پوری کائنات ایک شبنمی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی ایک الوہی خوشبو میرے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور میرا دل اس اعتراف کو سننے کے لیے بے چین تھا جو وہ اپنے من میں چھپائے ہوئے مجھ سے بے نیاز کھڑی تھی میں نے آہستہ سے اس کے بازو کو چھیڑا۔

یہ شب کس قدر سحر انگیز اور مقدس ہے خوشبو جس نے ہماری روحوں میں نئی تازگی نئی امنگ پیدا کر دی ہے۔ میری آواز میں خمار ٹوٹ رہا تھا۔

ہماری نہیں میری کہو۔ وہ دھیرے سے بولی۔
کیا مطلب۔ میں اس کا پلو جھٹک کر بولا۔
تمہاری روح کیا مضطرب نہیں یہاں آ کر۔ اس نے میری بات کو کوئی جواب نہ دیا آہستہ سے اپنا سر میرے شانے پر ٹیکا دیا۔ میں اس کے نرم ملائم ریشمی بالوں پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ اس نرم خوبصورت اور سرور انگیز ماحول نے مجھے جذباتی کر دیا میں نے جھک کر آہستہ سے بہت ہی آہستہ اس کی ٹانگ چوم لی۔ وہ بے حس و جان میرے شانے سے ٹکی کھڑی رہی ذرہ بھی جنبش نہ کی اور پھر نجانے کیوں ایک قسم کے خوف اور اندیشے نے مجھے لرزا کر رکھ دیا۔ وہ خوف بہاروں کے لٹ جانے اور خوشیوں کے چھن جانے کا تھا خوشبو میں نے آہستہ سے سرگوشی کی اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا اس کے ہونٹوں پر مدھم سی زخمی مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں ابر ہی ابر تھا پہلی بار اس کی ہمیشہ کی ہنستی آنکھوں میں آنسو تیرے دیکھ کر وہ پوری کی پوری مجھے اجنبی لگی مجھے پھر اندیشوں نے آ گھیرا مجھے یہ ڈر یہ وہم تھا کہ کچھ ہونے والا ہے جس کی خود مجھے خبر نہ تھی بس ایک خوف سا مجھ پر طاری تھا میں نے خود سے پوچھا۔ اس کی ان روشن آنکھوں میں سے جس سے ہمیشہ شرارت جھلکتی تھی آج وہاں آنسو بس رہے ہیں میرا دل چاہا کہ اس کے وجود کو توڑ پھوڑ کر وہ راز پالوں جو وہ اپنے من میں چھپائے بیٹھی ہے اور میرا اظہار جھٹ اس کے لبوں کی ہنسی اور اس کی آنکھوں کی چمک چھین کر آنسو بھر رہا ہے میں نے جھک کر آتشدان سے سگریٹ سلگائی اور سیدھا ہو رہا وہ پلکوں کی لمبی لمبی نم آلود جھالر رخساروں پر جھکائے ساکت بیٹھی تھی خود کو بہت مطمئن بہت پرسکون ظاہر کرنے کی کوشش میں اور بھی سوگوار ہوتی جا رہی تھی میں نے اپنی گہری نظریں اس کے چہرے پر ٹکا دیں وہ کرب سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کلائی پر پڑے سلیٹ کو گھما رہی تھی اس کے چہرے پر سوچ کا تاثر تھا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی ناقابل برداشت یاد کی اذیت میں مبتلا ہو۔

خوشبو۔۔۔۔ اس نے قدرے چونک کر نظریں اٹھائیں اور مسکرا پڑی۔۔ تم کیا سوچ رہی تھی۔ میں پاس بیٹھا رہا۔
سوچ رہی تھی تمہیں تمہارا علاج کہاں کراؤں پاکستان میں یا پھر تمہیں باہر لے جاؤں عشق کے جراثیم تمہارا بھیجا کھا گئے ہیں اور ان میں آپ کو کچھ بھی نہیں رہا یہ کہہ کر وہ ہنس دی لیکن اس کے ہنسی کا کھوکھلا پن مجھ سے چھپا نہ رہ سکا میں ایک بار پھر الجھ گیا۔ خوشبو کا یہ روپ میرے لیے نہایت اذیت ناک تھا آخر وہ آج کیوں رونے پر تلی ہوئی تھی کیوں اس کی آنکھوں سے کرب جھانک رہا تھا وہ مدھ بھری مسکراہٹ کہ جگہ بے جان سی پھیکی مسکراہٹ اس کے لبوں پر کیوں ہے یہ وہ خوشبو تو نہیں جس کے قہقہوں میں کھنک جس کی باتوں میں شوخی آنکھوں میں سندری چمک اور گداز لبوں پر البیلی سی مسکراہٹ ہوا کرتی تھی۔ وہ خوشبو کہاں کھو گئی کہاں چلی گئی۔ میں پریشان ہو گیا تھا۔
خوشبو کیوں مجھے تنگ کر رہی ہو اس نے اپنی موٹی حیران کن آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ چند لمحے پلکیں جھپک جھپک کر دیکھتی رہی پھر ہنس پڑی۔
میں تو ہمیشہ تمہیں تنگ کرتی رہی ہوں پھر آج کیوں پریشان ہو اٹھے ہو۔ اور میں اس کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا چپ چاپ بیٹھا سگریٹ پیتا رہا نہ سوچتے ہوئے بھی کچھ نہ سوچتا رہا۔ وہ اٹھی اور دریچہ کھول کر پانی کے چھینٹے اس کے چہرے کو بھگو گئے اور میں سردی سے کپکپا اٹھا۔
خوشبو کیا بے وقوفی ہے۔
تم اپنی چونچ بند رکھو۔ اس نے بنا میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔ اور دریچے کے سامنے کھڑی بھیگتی رہی۔

اس سردی میں تو تم جم جاؤ گی۔ پاگل لڑکی۔ بند کرو دریچے۔ اس نے پلٹ کر گہری نظروں سے مجھے دیکھا لمحہ بھر کو دیکھتی رہی پھر دریچے بند کر دیئے اور ہنستی ہوئی میرے پاس سرک آئی سردی سے اس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے اور گلابی چہرہ سرخ ہو رہا تھا گیلے گیلے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور ڈھلے ہوئے چہرے پر نکھار تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے رات نے اپنی زلفیں اس کے شانوں پر بکھیر دی ہوں اور روح افزا خوشبوؤں کے چشمے پھوٹ نکلے ہوں اس کے جسم سے نکلتی محسور کن خوشبو مجھے پاگل کیئے دے رہی تھی میں نے اس کا سفید ہاتھ تھام لیا جو برف ہو رہا تھا میں نے شدت سے چاہا کہ یہ گھڑیاں امر ہو جائیں یا وقت کی رفتار تھم جائے کمرے میں سکوت تھا صرف سانسوں کی آوازیں تھیں رات کا آنچل بھیگتا جا رہا تھا اور چاروں اطراف انوکھا اسرار پھیلا ہوا تھا باہر بارش کا طوفان امڈ رہا تھا۔ اور ایسا ہی طوفان میرے اندر تھا میری سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں آنکھوں میں خمار اترنے لگا اور میں اس پر جھک گیا۔

خوشبو یہ خوبصورت رات میں تمہاری قربت میں گزارنا چاہتا ہوں اس نے دھیرے سے آنکھیں کھول کر مجھے مدھری مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔

میں تمہاری اس خواہش کا احترام کروں گی یہ ساری مستی اس کے کنوارے ہونٹوں میں سمٹ آئی تھی اور میں خوشی سے پاگل ہو اٹھا۔ میں نے زور سے اسے اپنی بانہوں میں جکڑ لیا وہ کپکپا سی گئی نظریں اٹھا کر اس نے مجھے حیرانگی سے دیکھا چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر پیار بھری مسکراہٹ کے ساتھ نظریں جھکا لیں اور میں اس کی سلگتی پاگل کر دینے والی آنکھوں میں ڈوب سا گیا۔ اس کے چہرے پر بڑی کیفیت آ گئیں کیفیت تھی شدت جذبات سے اس کے ہونٹ ہولے ہولے کپکپا رہے تھے۔ باہر بارش کا جلترنگ بج رہا تھا پانی کے تھپیڑے شیشوں سے ٹکراتے تو خوبصورت سا شور پیدا کر دیتے اور شور بڑا روجان پرور ہوتا۔ کمرے میں ایک خوشبو سی پھیلی ہوئی تھی اور خوشبو کا کرب میرے دل میں نئی آمنگیں جگا رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے دلوں کا سنگم ہو گیا ہو اور ہماری روحیں ایک ہی تال پر ناچ رہی ہوں اس کی سانسوں سے میرے رخسار جل اٹھے اور میں نے خواب آلود لہجے میں سرگوشی کی۔

خوشبو میں تمہیں جنون کی حد تک چاہتا ہوں۔

اس کی آنکھوں میں خمار ٹوٹنے لگا ار جب یہ مخمور نگاہیں میری نگاہوں سے ٹکراتی تو میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگتیں۔ اور میرا چہرہ سرخ ہونے لگتا۔ اتنی حسین پہلے وہ آج کبھی نہ لگی تھی اس کے حسن کا احساس میرے دل میں انجانے سے جذبے جگا گیا۔ خوشبو میری آواز خود شوق سے سرشار تھی۔

ہوں۔

خوشبو میرے لب کپکپائے۔

کہو۔ میں سن رہی ہوں۔ وہ آنکھیں مونڈے میرے کندھے پر اپنا سر رکھے ایک جذبے سے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑی سندرتا تھی۔

خوشبو۔ خوشبو میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں ۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں بولتا رہا خوشبو میں تمہیں اپنا چاہتا ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ تڑپ کر ایک طرف ہو گئی۔ اس کا چہرہ راکھ ہو گیا تھا جن جذبوں کے انکشاف سے وہ ڈرتی تھی آج وہی میں کر بیٹھا تھا۔ جسے وہ سن کر خطرناک حد تک پیلی پڑ گئی تھی خوشبو اس کی آنکھوں میں وحشتیں بھر رہی تھیں اور اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر میرے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ اس کے چہرے پر تاریکی کے مرغولے گہرے ہوتے چلے گئے۔

خوشبو تم میری بات پر یون زرد کیوں پڑ گئی ہو بولو بولو خوشبو خدا کے لیے کچھ تو بولو۔ ورنہ کاشان مر

جائے گا۔اس کا سارا وجود لرز اٹھا اور اس کی آنکھوں میں دھند سی دھند چھا گئی۔اس کے لب کپکپائے۔

کاشان کسی جذبے کو اظہار کی راہ مت دو تمناؤں کے رشتے روحوں میں جہنم سلگا دیتے ہیں جن میں سارا وجود جل کر راکھ ہو جاتا ہے وہ رک رک کر، دھیمی دھیمی مظلوم سی آواز میں کہتی رہی اور میں عجیب سی کشمکش میں مبتلا ٹکڑے ٹکڑے دل کے ساتھ اسے تکتا رہا۔دکھ کی ہر کو چھپانے کے لیے اس نے پلکیں جھکالیں اور بڑی بے دردی سے ہونٹ کاٹ رہی تھی

خوشبو میں نے اس مرگ آلود سناٹے سے گھبرا کر کہا اس نے دھندلائی دھندلائی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔اور پھر ہنس دی۔بڑے سلیقے سے اس نے خود کو کنٹرول کر لیا تھا چہرے پر وہی ہمیشہ والی تازگی اور شگفتگی لے آئی تھی۔

خوشبو ایک بات تو بتاؤ۔

ہاں کہو۔

تم کسی اور سے منسوب تو نہیں ہو۔

نہیں۔۔۔اس کا جواب سن کر میرے دل میں سکون کی شمعیں جل اٹھیں سارے اندیشے سارے وہمے ختم ہو گئے اور میں نے اسے پھر اپنے قریب کر لیا۔

یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے وہ خود کو چھڑاتی ہوئی جھنجھلا کر بولی۔

کیا اس خوبصورت رومان پرور رات اور میرے قرب نے تمہارے دل۔۔۔۔۔۔

میرا دل پتھر کا ہے۔اس نے جلدی سے میری بات کاٹی اور ہنس دی۔

اس پتھر کو آج کی رات میں پگھلا دوں گا میں نے دلچسپی سے اس کی جانب دیکھا۔اس کی آنکھوں میں شرم کا گلابی پن جھلک آیا اور وہ شرماتی شرماتی سے رنگ پھیر کر آتشدان میں جلتے ہوئے کوئلوں کو دیکھنے لگی۔

خوشبو میں نے اپنے بھاری ہاتھ اس کے شانوں پر ٹکائے اس نے ذرا مڑ کر مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی اور چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔میری بے تاب نگاہیں چھاؤں بن کر اس پر جھک گئیں خوشبو تم وہ بات کہہ دو جو تم اپنی پلکوں پر چھپائے پھرتی ہو۔اس نے ہنستے ہوئے میرا ہاتھ تھام لیا۔اور بولی۔

عشق نے تمہیں شاعر بنا دیا ہے بہت خوب۔

خوشبو۔میں نے تیز آواز میں اسے پکارا۔اور میری نظروں کی گہرائی سے وہ گھبرا اٹھی۔جلدی جلدی پلکیں جھپکنے لگی تم سنجیدگی سے میری بات سنو مذاق میں نہ ٹالو۔میری بات کا جواب دو۔میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔بہت جلد۔

اس کی پتلیاں گھوم کر ساکت ہو گئی اور اس کے چہرے پر لگوے سے اڑنے لگے اس نے آنکھوں سے مجھے دیکھا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

نہیں نہیں ایسا نہ چاہو۔

خوشبو۔میں تڑپ کر چیخا۔کمرے کی بے کراں خاموشی میں یہ چیخ مدرلجہ اعصاب شکن تھی اسکا کنول سا نازک بدن ڈولنے لگا میں نے اسے بڑے وحشیانہ طریقے سے جھنجھوڑ ڈالا غصے نے مجھے پاگل کر دیا تھا تم انکار کیوں کر رہی ہو کیوں کر رہی ہو۔مجھے آج تک بے وقوف بناتی رہی۔میرے جذبات سے کھیلتی رہی تم تم اتنی ہرجائی ہو اس کا مجھے گمان نہ تھا۔تم اتنی بے وفا اتنی فریبی ہو میں ایسا نہ سمجھتا تھا تم نے میرے جذبوں کی توہین کی ہے اور تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔سارا غصب سارا قہر اور ساری گرمی میری آنکھوں میں سمٹ کر رہ گئی اور میرے چہرے پر سرکشی کے آثار دیکھ کر وہ بالکل سفید پڑ گئے۔بولو بولو خوشبو بولو تم نے ایسا کیوں کیا تم آج تک میرے جذبات سے کھیلتی رہی کیوں کیوں۔

کاشان۔اس کی ٹوٹی سی آواز میرے کانوں

میں ٹکرائی۔ میں نے تو کبھی زبان سے اپنی محبت کا اقرار نہیں کیا پھر تم کیوں اتنی امیدیں مجھ سے وابستہ کئے بیٹھے ہو مجھے بے وفائی کا الزام کیوں دے رہے ہو مجھے تو تم سے ذرا بھر بھی لگاؤ نہیں ہے وہ رو پڑی اور میں گھائل پنچھی کی طرح تڑپ کر رہ گیا۔

تم جھوٹ بولتی ہو تم جھوٹ بولتی ہو تم ہنس ہنس کر میرے جذبات سے کھیلتی رہی تمہیں کسی اور سے عشق ہے تم نے مجھے بے وقوف بنایا اپنی ہنسی سے اپنی شوخیوں سے تم نے ایسا کیوں کیا کیوں کیا کیوں کیا۔ میں نے اسے بری طرح پیٹ ڈالا۔ غم و غصے کی وجہ سے میں پاگل ہو رہا تھا اس نے ذرا مذمت نہ کی۔ تھپڑوں سے اس کا چہرہ سرخ کر دیا اور جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ وہ آنکھوں میں ڈھیروں برسات لیے کھڑی تھی اور بڑے پیار سے مجھے تک رہی تھی وہ جھکی اور آہستہ سے میرے خشک بالوں کو سمیٹتی آتشدان کی طرف چلی گئی۔ اور جب وہ وہاں سے پلٹی تو میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ اور بھی سرخ ہو گیا تھا اور آنکھوں میں پہلے سے کہیں زیادہ آنسو چمکے ہوئے تھے میں بے دم سا ہو کر قالین پر بیٹھ گیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی اور میرے سینے پر سر رکھ دیا۔

کاشان اس کے لب کپکپائے اس کی آواز میں سینکڑوں آنسوؤں کی نمی تھی۔ مجھے بے وفا نہ کہو اس کے لہجے میں اتنی بے بسی اتنی لاچارگی اور اتنا کرب تھا کہ میں رو دیا۔ میں نے تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے کاشان۔ اتنا پیار کیا ہے جتنا اس دھرتی پر کسی نے نہ کیا ہو گا مگر مگر۔ میں مجبور ہوں کاشان میں مجبور ہوں وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

خوشبو۔ میں کراہ اٹھا۔ وہ کون سی مجبوری ہے خوشبو میں نے درد سے چور چور آواز میں پوچھا۔

کاشان تمہیں معلوم نہیں میں اپنے سینے میں کتنے درد چھپائے ہنستی مسکراتی ہوں اپنے دکھوں کو بھلانے کے لیے میں شوخ قہقہے لگاتی ہوں دکھوں سے فرار کی یہی راہ ہے۔ جو میں نے چنی ہے اور آج تم نے میرے زخموں کو عریاں کر دیا ہے تم نے میری ہنسی کو کوسا ہے مگر اس میں شامل کراہوں کا احساس نہ کر سکے میں وہ نہیں جو نظر آتی ہوں آج آج میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی سب کچھ تا کہ تم پھر مجھے بے وفا ہونے کا طعنہ نہ دو اور میری روح شانت رہے وہ میرے سینے پر سر رکھے تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی میں آنسو بہاتے ہوئے اپنے لرزتے ہاتھ اس کے پریشان بالوں پر پھیرتا رہا اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں میرے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کئے ہوئے تھیں۔

خوشبو۔۔ میری آواز غم سے رندھ گئی۔

کاشان میری ماں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ صرف اس لیے کہ اس نے میرا رشتہ میری سوتیلی ماں کے بھتیجے کو نہ دیا تھا پاپا نے ممی کو ساری عمر دکھ دیئے اور زوروں دکھوں سے ہار کر وہ بستر پر جا لگیں۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ یہ شادی پاپا کی مرضی کے خلاف دادا نے میری ممی سے کر دی تھی میری ماما نے ساری عمر دکھ جھیلے ہیں اور پھر دادا ابا کے انتقال کے بعد میرے پاپا نے اپنی مرضی کی دوسری شادی کر لی اور بیوی کے ساتھ ساتھ بچوں کو بھی بھول گئے۔ پاپا نے مجھے سروس کرنے سے منع کر دیا تھا میں گڑیاں بنا کر اپنی ماں کی دواؤں کا خرچ اور اپنے بھائی کی پڑھائی کے اخراجات اور اپنی ضروریات پوری کرتی تھی میری ماں نے ساری زندگی دکھ اٹھائے مگر وہ اپنی اولاد کو کس طرح دکھی کر سکتی تھی ممی سب کچھ برداشت کر سکتی تھی انہوں نے پاپا کے مظالم بڑے سکون سے سہے تھے مگر اپنی اولاد کو بھی دکھی دیکھنا ہر ماں کی طرح ان کے بس میں بھی نہیں تھا۔ انہوں نے رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا اور میری سوتیلی ماں کا آوارہ بھتیجا یہ سب کچھ برداشت نہ کر سکا اور اس انکار کا بھیانک نتیجہ نکلا اس آوارہ لڑکے نے میری ماں کے گلے میں اپنی طاقت

وار انگلیاں پیوست کردیں میری بیمار ماں تھوڑی سی مذاحمت کے بعد بے دم ہوگئیں بے جان ہوگئیں۔ پاپا کی دوسری بیوی بڑی لاڈلی تھی انہی کی شفارش پر پاپا نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے انکے بھتیجے کو پھانسی سے بچالیا۔ اوراب کاشان وہ چیخ چیخ کررودی۔ اس کی چیخوں سے میرا کلیجہ پھٹ گیا۔

کاشان کاشان پھر ان لوگوں نے مجھے بھی ماردیا۔ میں زندہ نہیں ہوں ایک روح ہوں بھٹکتی ہوئی روح جس نے تمہیں چاہااور بہت شدت سے چاہا اتنا چاہا کہ کسی نے کسی کونہیں چاہا ہوگا۔

گک گیا۔ میں بری طرح چونکا۔

ہاں کاشان میں مردہ لڑکی ہوں میں زندہ ہوتی تو وہ کچھ کرلیتی جو کچھ تم چاہتے ہو میں بے بس ہوں ہاں میں بے بس ہوں میں زندہ نہیں ہوں۔ اب انکار کی صورت میں وہ میرے اکلوتے بھائی کو قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے میرا بھائی جوابھی پوری طرح جوان بھی نہیں ہوا ہے جو مجھے دینا کی ہر شے سے پیارا ہے میں اسے قتل نہیں ہونے دوں گی کاشان میں اسے قتل نہیں ہونے دوں گی۔ میں سب کو مارڈالوں گی ہاں میں سب کو مارڈالوں گی۔ وہ روئے جارہی تھی اور مجھ پر ایک سکتہ طاری تھی میرے سامنے ایک حسین لڑکی نہ تھی اس کی روح تھی ہاں اس کی روح تھی میں نے ایک روح سے پیار کیا تھا۔ میرا پیار صرف تمہیں سکون دے سکتا ہے مجھے حاصل نہیں کرسکتا ہے وہ بولتی جارہی تھی اور میں سکتہ میں تھا۔ جب مجھ سے سکتہ ٹوٹا تو میں کمرے میں بالکل تنہا تھا وہ وہاں نہ تھی وہ چلی گئی تھی بند دروازے سے نکل گئی تھی۔ میں پاگل ہوگیا۔ میرے ماتھے پراس کے ہونٹوں کے نشان تھے وہ جاتے ہوئے میرے ماتھے پر بوسہ دے کرگئی تھی۔

میں اس کے بنا بالکل تنہا ہوکررہ گیا تھا اور مجھے تنہائیوں سے خوف آنے لگا تھا میں خود کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اس کا چہرہ میری نظروں سامنے آجاتا ہے وہ کبھی مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور کبھی روتی ہوئی۔ یقیناً اس نے اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لے لیا ہوگا ان لوگوں کو ماردیا ہوگا جنھوں نے اس کی ماں کی اس کی بھائی اور خوداس کی زندگی کو ختم کیا تھا۔ اب وہ مجھے کبھی بھی دکھائی نہیں دیتی ہے ہاں اس کی خوشبو مجھے اپنے کمرے میں اکثر محسوس ہوتی ہے۔ اور کوئی میری کانوں میں سرگوشی کرتا ہے کہ تم مجھے بھول نہیں سکتے ہوتم اپنی خوشبو کو بھول نہیں سکتے ہو۔

غزل

محبت کے کنول کھلا کر دل میں کیا کریں گے
اندھیر راہوں میں چاہت کے چراغ جلا کر کیا کریں گے
درد ہے دھوکہ ہے آوارہ بادل ہے دنیا
اپنے آپ سے نہ بنی دنیا سے بنا کر کیا کریں گے
کبھی تم اپنی قسمت کا لکھا تبدیل کر لیتے
تو شاید ہم بھی اپنا راستہ تبدیل کر لیتے

اگر ہم واقعی کم حوصلہ ہوتے محبت میں
مرض بڑھنے سے پہلے ہی دوا تبدیل کر لیتے
تمہارے ساتھ چلنے پر جو دل راضی نہیں ہوتا
بہت پہلے ہم اپنا فیصلہ تبدیل کر لیتے
تمہیں ان موسموں کی کیا خبر ملتی اگر ہم بھی
گھٹن کے خوب سے آب و ہوا تبدیل کر لیتے
تمہاری طرح جینے کا ہنر آیا تو پھر شاید
مکان اپنا وہی رکھتے پتہ تبدیل کر لیتے
جدائی بھی نہ ہوتی زندگی بھی سنبھل جاتی
جو ہم اک دوسرے سے مسئلہ تبدیل کر لیتے
ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہم بول اٹھے ورنہ
گواہی دینے والے واقعہ تبدیل کر لیتے

حماد حسین، باٹیانوالہ

خاصا شور ہو رہا تھا لیکن میرے اندر جیسے مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی میں اداس اور پریشان تھا میرے بزنس پارٹنر راشد نے چالاکیوں اور مکاریوں سے کام لیتے ہوئے ہمارے بزنس پر قبضہ کرلیا تھا اور مجھے علیحدہ کر دیا تھا۔اور میں کوڑی کوڑی کا محتاج ہو کر رہ گیا تھا میں اور وہ پرانے دوست تھے ہم یک دوسرے پر اندھا اعتماد کرتے تھے لیکن نجانے کس وقت اس کی نیت بدل گئی تھی میں اس پر اعتبار ہی کرتا رہا اور اسنے اپنا گھناؤنا کھیل کھیل کر سارے بزنس پر قبضہ کرلیا۔اچانک میری نظر ہوٹل کے داخلی دروازے پر پڑی وہاں سے ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہو رہا تھا جس کا حلیہ عاملوں کاملوں جیسا تھا اس نے لمبا کالا چوغا پہن رکھا تھا اس کے بال تقریباً آدھے سفید تھے اور آدھے کالے داڑھی بڑی ہوئی تھی اور سر کے بال کاندھوں پر آئے ہوئے تھے اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ اور وحشت ناک ہو رہی تھیں اس کے گلے میں چھوٹے بڑے رنگ برنگی موتیوں کی مالائیں جھول رہی تھیں جبکہ اس کی انگلیوں میں مختلف نگینوں والی انگوٹھیاں موجود تھیں اس نے ہاتھوں میں دھات کے کڑے ڈال رکھے تھے وہ رک گیا اس نے اپنی وحشت ناک آنکھوں سے میری طرف بڑے غور سے دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس لے کر میری طرف آنے لگا۔۔

کیا سوچ رہا ہے۔اس نے میرے قریب آنے کے بعد رک کر میری گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔اور منہ میں موجود کوئی چیز چبانے لگا وہ ہاتھ سے اپنے گلے کی مالاؤں کے موتی گنتا جا رہا تھا۔میں۔میں کچھ بھی نہیں سوچ رہا ہوں میں نے الجھن کے ساتھ جواب دیا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میرے پاس بیٹھے۔ایک تو مجھے ایسے لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی دوسرے یہ کہ میں اس وقت سخت پریشان تھا اور کسی سے بات کرنے کو میرا جی نہیں چاہ رہا تھا۔

دوست نے دھوکہ دیا ہے اس نے بڑی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے پوچھا۔اور نظریں مجھ پر مرکوز کر دیں اس کی بات نے مجھے چونکا دیا تھا میں جو ان سے بیزار ہو رہا تھا اس کی بات سن کر یکدم مجھے اس سے دلچسپی محسوس ہونے لگی میں سوچ رہا تھا کہ یقیناً وہ کوئی پہنچی ہوئی ہستی ہے جس نے میرے مسئلے کا پتہ چلا لیا ہے میں نے قدرے نرم لہجے میں اس سے کہا۔

تمہیں کیسے پتہ چلا۔وہ دھیرے سے ہنسا۔

ہمیں سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے پھر وہ میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں میں نے نرم لہجے میں اس سے پوچھا۔

ایک گلاس پانی پلادے۔وہ ذرا اکڑ کا بیٹھتے ہوئے ولا اور میں نے فوراً جگ میں سے گلاس پانی انڈیل کر اس کے آگے رکھ دیا۔اس نے اس کو ہونٹوں سے لگالیا۔اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گیا۔اور پھر اس نے سنگ مرمر کی میز پر کانچ کا وہ گلاس اتنی زور سے رکھا کہ اچھی خاصی آواز پیدا ہوئی۔اور آس پاس بیٹھے کئی لوگوں نے گردن موڑ کر ہماری طرف دیکھا اور پھر میرے سامنے بیٹھے عامل کامل شخص کو دیکھ کر توجہ ہٹالی۔

میری کچھ مدد کرو میں نے ملتجیانہ انداز میں کہا تو اس نے مجھ پر نظریں مرکوز کر دیں اور ساتھ ہی اس کے چہرے پر عجیب سی پراسرار مسکراہٹ بکھر گئی پھر یکدم وہ سنجیدہ ہو گیا اور اس دوران اس کا دایاں ہاتھ گلے میں پڑی مالاؤں کے موتی گھمانے میں مصروف ہو گیا۔اس نے بھنویں سکڑ کر مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا اس دوران اس کے ماتھے کی شکن گہری ہوتی چلی گئی وہ

بولا۔
ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے۔ اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا ہم تمہارے دوست کو سزا بھی دیں گے وہ ظالم ہے۔
بابا۔ بس مجھے میرا حق دلاؤ میں اب بھی اپنے دوست کا برا نہیں چاہتا ہوں۔
ہاہاہا۔ اس نے ایک قہقہہ لگایا اور پھر ہاتھ زوردار انداز میں میز پر مارتے ہوئے تلخی سے بولا۔ تم اس ظالم کی سفارش کر رہے ہو جس نے تمہیں پائی پائی کا محتاج کر دیا ہے۔
ہاں۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ میرا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ اسے کوئی تکلیف ہو۔
بس بس۔ اس نے ہاتھ بلند کر کے سختی سے کہا زیادہ نیک بننے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں پتہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے کیا سوچا ہوا ہے۔
کیا سوچا ہوا ہے۔ میں نے جلدی سے کہا۔
تیری موت کا بندوبست کر دیا ہے اس نے وہ بڑے پراسرار انداز میں بولا۔
کیا۔۔ میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔
ہاں۔ اس نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔ صرف تین دن ہیں تیرے پاس اس نے تمہارا پورا بندوبست کر دیا ہے اب تم اس کا توڑ کر لو ورنہ مرنے کے لیے تیار رہو۔
میں کچھ سمجھا نہیں۔ میں نے اس کی باتوں پر کچھ پریشان ہوتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔
چل آ۔۔ میرے ساتھ آ جا سب سمجھا تا ہوں تجھے اس نے ہاتھ لہرا کر چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا میں بھی کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے پلٹ کر بیرونی دروازے کی جانب تیز تیز قدم اٹھانا شروع کر دیئے میں بھی چل پڑا لیکن اس دوران میں نے جیب سے پیسے نکالے اور تیز تیز قدموں سے کاؤنٹر سے پہنچ کر پیسے دیئے اور پھر جلدی سے بیرونی دروازہ کی طرف چل دیا۔
ذرا دیر بعد میں اور وہ ہوٹل سے باہر آ گئے اس نے بائیں جانب فٹ پاتھ پر تیزی سے چلنا شروع کر دیا۔ اور میں بھی اس کی تقلید کرنے لگا مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد اس نے وہ راستہ پکڑ لیا جو قبرستان کی طرف جاتا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ شاید وہ عامل مجھے قبرستان ہی کی طرف لیے جا رہا ہے اور میرا یہ خیال درست ثابت ہوا۔ ہم قبرستان میں آ گئے حسب سابق وہ مجھ سے ذرا آگے تھا راستے میں اس نے کوئی بات نہیں کی تھی اور میں نے بھی اس سے کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم ایک گھنے پیڑ کے نیچے آ کر بیٹھ گئے ان نے نگاہیں بلند کرتے ہوئے پیڑ کی تازہ پتوں کی طرف دیکھا اور خونخوار انداز میں بولا جاؤ اب تم جا کر اپنا کام کرو۔ اس نے کسی غیر مخلوق سے ہی بات کی تھی کیونکہ درخت پر تو مجھے کوئی نظر نہیں آیا تھا۔
بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ۔ اس نے زور زور سے ہاتھ ہلا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر ہم دونوں بیٹھ گئے۔ تو وہ سامنے فضا میں گھورنے لگا اس کا دایاں ہاتھ گلے میں موجود مالاؤں کے موتی گھمانے میں مصروف تھا وہ آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا جبکہ میں عقیدت واحترام کی وجہ سے دوزانو ہو کر بیٹھا تھا۔ وہ فضا میں گھورتا ہوا گویا استغرق کی کیفیت میں چلا گیا۔ اور پھر کھنکھار کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد میری طرف دیکھا اور معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
ہاں تو تم کہہ رہے ہو کہ میں اس کے ساتھ کچھ نہ کروں۔ اس ظالم کو آزاد چھوڑ دوں کیا۔ بات کے آخر میں اس کا لہجہ برہم ہو گیا تھا اس لیے میں ذرا گھبرا گیا۔ پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔
بابا میرا مطلب ہے کہ تم اگر اسے کچھ نہ بھی کہو

میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ ویٹر فوراً ہی میرے لیے پانی لیے آ گیا اور مودبانہ انداز میں کہا۔

جی صاحب جی کیا لاؤں۔

یار ابھی چائے لے آؤ میں نے کہا۔

جی اچھا۔ کہہ کر وہ چائے لینے چلا گیا۔ میں بے چین تھا اس کے لیے میں نے پھر گردن گھما کر دائیں جانب لگی دیوار پر گھڑی کی طرف دیکھا گیارہ بج کر بیس منٹ ہونے والے تھے میں نے داخلی دروازے کی طرف دیکھا وہاں سے کچھ لوگ اندر داخل ہو رہے تھے میں بے چینی سے ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا کیونکہ مجھے تو بابا کا انتظار تھا۔ ویٹر نے چائے میرے سامنے لا کر رکھ دی۔ لیکن میرا دل چائے پینے کو نہیں چاہ رہا تھا بادل نخواستہ میں نے کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ اور پھر میں چھوٹی چھوٹی چسکیاں لینے لگا۔ ذرا ہی دیر میں بابا ہوٹل میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر جلال تھا اور آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں مجھے احساس ہوا کہ وہ وقت کا پا بند ہے بے اختیار میں نے گردن موڑ کر دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ بابا گویا دندناتا ہوا میرے سامنے پہنچ گیا۔ اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

السلام وعلیکم۔ میں نے ادب سے کہا۔

وعلیکم السلام۔ اس نے زور زور سے اثبات میں نہ صرف سر بلکہ جسم کو بھی ہلاتے ہوئے جواب دیا اسی دوران اسکی نگاہیں میرے چائے کے کپ پر مرکوز تھیں۔

چائے منگوالوں آپ کے لیے بابا میں نے کہا۔

صرف ایک سو ساٹھ روپے ہیں تیری جیب میں اور تو سخی بنا ہوا ہے اس نے براہ راست میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑی پر اسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ اسکی یہ بات سن کر میں حیران رہ گیا۔ اس نے بالکل درست کہا تھا واقعی میری جیب میں ایک سو ساٹھ روپے تھے اس کی ایسی ہی باتوں نے مجھے اس کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ میں نے کہا۔

بابا میرے پاس جو کچھ بھی ہے آپ کے لیے حاضر ہے اگر ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے بھی ہوتے تو وہ میں آپ کی نذر کر دیتا۔

ہاہاہا۔ اس نے قہقہہ لگایا۔ تو ہمیں مال و دولت میں تول رہا ہے۔ میں اس کی بات پر جھینپ گیا۔

نہیں بابا ایسی بات نہیں ہے۔ یہ تو میں آپ سے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کر رہا تھا۔

چل اٹھ جا اب اس نے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے قدرے تلخ انداز میں کہا۔ ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اس دوران میں جیب سے چائے کے پیسے نکال چکا تھا بابا پلٹ کر داخلی دروازے کی طرف تیز تیز قدموں سے چل رہا تھا۔ میں اس کی تقلید کرنے لگا۔ اسی دوران ذرا اور موجود ویٹر کو میں نے اشارے سے بلا لیا تھا۔ میں کاؤنٹر پر جا کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا ویٹر جلدی سے میرے قریب آیا میں نے اسے پیسے تھما دیئے۔ ذرا ہی دیر بعد میں اور بابا ہوٹل سے نکل کر چل پڑے ہماری رفتار خاصی تیز تھی۔

مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد بالآخر قبرستان کے قریب آئے مجھے دور سے ہی قبرستان میں اندھیرا نظر آ رہا تھا میرا دل ذرا گھبرا گیا میں نے سوچ کہ آنے والے وقت میں نجانے کیا ہونے والا ہے ایک دفعہ تو میرے ذہن میں یہ خیال بھی آ گیا کہ یں اس وقت سنگین حالات میں گھرا ہوا ہوں جس طرح کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے بلی نہیں چلی جاتی اسی طرح اگر میں حقائق سے نظریں چڑاؤں گا تو حالات نہیں بدل

نہیں جائیں گے مجھے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ہم دونوں قبرستان میں داخل ہوگئے ہر طرف اندھیرے کا راج تھا ابھی ہم جس گلی سے آئے تھے وہاں بھی اندھیرا تھا اس لیے میری نگاہیں اندھیرے میں غیر واضح طور پر دیکھنے کے قابل ہوگئی تھیں مجھے ادھر سے ادھر موجود قبریں غیر واضح طور پر نظر آرہی تھیں ہم قبروں کے درمیان چل رہے تھے دور کہیں سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آرہی تھیں بار بار مجھ پر گھبراہٹ طاری ہورہی تھی جس پر میں قابو پارہا تھا ہزاروں وسوسے تھے جن کا میں سر کچلتا جارہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ زندگی نہ جانے کہاں سے کہاں آگئی ہے پرسکون دن ختم ہوچکے ہیں اور مصائب واالام سے گزر کر میں قتل وغارگری تک آگیا تھا میں فطری طور پر امن پسند انسان تھا اس لیے افراتفری والے کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔لیکن زندگی نے ایسے موڑ پر لاکھڑا کردیا تھا کہ جہاں مجھے اپنی فطرت کے خلاف کام کرنے پر رضامندی ظاہر کرنا پڑی تھی۔

بس یہیں رک جاؤ میری سماعت سے بابا کی آواز ٹکرائی۔تو میرے قدم تھم گئے وہ بھی رک چکا تھا ہم ایک بڑی قبر کے ساتھ کھڑے تھے اس وقت ایک بار پھر دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آنے لگیں بابا نے کہا۔

یہی وہ قبر ہے جس میں تم اپنے دشمن کو دفن کروگے۔

میرا دل چاہا کہ میں چیخ چیخ کر کہوں کہ میں ایسا کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا لیکن مجھے اپنی موت کا خیال بھی تھا۔اگر میں راشد کو مارنے سے انکار کرتا تو بقول بابا کے وہ مجھے ماردیتا میری زندگی کا سوال تھا میں اگر ذرا بھی رعایت کرتا تو راشد اپنا داؤ چلادیتا وہ پہلے ہی مجھے شدید نقصان پہنچا چکا تھا۔ایک پرتعیش زندگی سے اٹھا کر اس نے مجھے کاک میں ملادیا تھا میں اس سے نفرت تو کرتا تھا لیکن یہ اس حد تک نہیں تھی کہ میں اسے مت کے گھاٹ اتاردوں لیکن بابا کے یہ بتانے کے بعد کہ اس نے میرے قتل کا منصوبہ بنایا ہے اب میں فطری طور پر خود کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کے خلاف بہت کچھ کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔

تم یہیں کھڑے رہو میں قبر کی دوسری طرف جارہا ہوں میں ایک عمل کرکے سے یہاں بلالونگا پھر جیسا میں کہوں ویسا ہی کرنا ٹھیک ہے اس نے کہا۔

ٹھیک ہے جی۔میں نے جواب دیا۔

کوئی گڑبڑ تو نہیں کروگے میرا مطلب ہے کہ جیسا میں کہوں ویسا ہی کروگے ناں۔

ہاں تم جیسا کہوگے میں ویسا ہی کروں گا میں نے تسلی آمیز انداز میں کہا۔

بس تو پھر ٹھیک ہے میں جا کر عمل کرتا ہوں۔اس نے کہتے ہوئے قدم بڑھادیئے اور قبر کی دوسری جانب جاکر کھڑا ہوگیا۔اس نے کچھ بڑبڑانا شروع کردیا اس کے الفاظ مجھے سمجھ نہیں آرہے تھے ذرا دیر بعد اس نے مجھ سے کہا۔

لبس اب وہ دوڑتا ہوا بھاگتا ہوا یہاں آجائیگا۔

بہت دیر خاموشی چھائی رہی پھر دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آنے لگیں تقریبا پندرہ منٹ بعد دور سے مجھے ایک ہیولہ آتا ہوا دکھائی دیا۔میرا خیال تھا کہ وہ راشد ہی ہے اور پھر بابا نے میرے خیال کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

لو وہ آرہا ہے۔

کچھ ہی دیر بعد راشد مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر آکر رک گیا اب میں بابا کی طرف سے آنے والی ہدایات کا منتظر تھا۔وہ ہمارے قریب آگیا اس نے راشد اور مجھ پر کچھ زوردار پھونکیں ماریں پھر مجھ سے مخاطب ہوا اب تم اس سے پوچھو

سے ہمارے قریب آ کر زمین پر اتر گیا۔ اور پھر میری نظروں نے ایک حیرت ناک منظر دیکھا وہ پرندہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک انسانی ڈھانچے کی شکل اختیار کر گیا۔ میں اتنا زیادہ حیرت زدہ تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔

ذرا ہی دیر میں وہ سارے پرندے ہمارے قریب زمین پر اتر آئے اور ان سب نے انسان ڈھانچوں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ بابا کی اجنبی زبان میں ان سے کچھ کہا تو وہ سب مشینی انداز میں قبر کھودنے لگے ذرا دیر بعد بابا نے پہلی کی طرح اجنبی زبان میں ان سے کچھ کہا تو وہ سب رک گئے بابا میری طرف دیکھ کر بولا۔

میں نے قبر کو زیادہ اس لیے نہیں کھدوایا ہے کہ اندر سے لاش نکل آئے گی اور تعفن پھیل جائے گا۔ بس اب تم خود اپنے ہاتھوں سے راشد کی لاش اٹھا کر قبر میں ڈال دو۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر راشد کی لاش کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکتا چلا گیا۔ پھر میں نے اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر قبر میں لٹا دیا۔ اور پھر میں نے کھڑے ہو کر بابا کی طرف دیکھا اور کہا۔

اب کیا کروں۔

بس اب تم کچھ نہ کرو ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ یہ ڈھانچے باقی کام کر لیں گے اس نے مجھے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اس نے اجنبی زبان میں ڈھانچوں سے کچھ کہا تو وہ سب تیزی کے ساتھ قبر میں مٹی ڈالنے لگے۔ ذرا ہی دیر میں انہوں نے قبر اس طرح بھر دی کہ اس پر کسی کو شک بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اسے کھودا گیا ہے بابا نے ان ڈھانچوں پر نظر ڈالتے ہوئے اجنبی زبان میں ان سے کچھ کہا تو ان سب نے ایک بار پھر پرندوں کی شکل اختیار کر لی اور جس طرح آئے تھے اسی طرح اڑ کر جانے لگے۔

چلو اب ہمارے ساتھ آ جاؤ۔ بابا نے مجھ سے کہا اور چل پڑا۔ اس کا رخ قبرستان کے داخلی دروازے کی طرف تھا میں سوچ رہا تھا کہ جب ہم قبرستان سے باہر جائیں گے تو اگر کسی کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو وہ مرے لیے مصیبت بن سکتا ہے کیونکہ میرے ہاتھ اور کپڑے خون آلود ہو رہے تھے میں نے سوچا کہ بابا سے اس بات کا تذکرہ کروں گا۔ تو بہتر ہے ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے میں نے بابا سے کہا۔

بابا۔ میرے کپڑوں پر خون لگا ہوا ہے باہر پولیس پارٹیاں بھی گشت کر رہی ہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے لیے کوئی مصیبت بن جائے۔

ہمیں نہ سمجھا۔ ہمیں سب پتہ ہے اس نے چلتے ہوئے اور بغیر میری طرف دیکھے کہا۔ میں مطمئن ہو گیا کیونکہ اسے بھی اس بات کا احساس تھا۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ قبرستان سے باہر آ گئے تھے ابھی ہم ذرا ہی دور چلے تھے کہ ایک بڑی اور شاندار کالی کار ہمارے سامنے آ کر رک گئی۔ اسمیں ڈرائیور کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے میں اسے واضح طور پر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بابا نے ڈرائیور کے برابر والی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے مجھ سے کہا۔

بیٹھ جا پچھلی سیٹ پر۔

ہم دونوں اندر بیٹھ گئے ڈرائیور نے کار چلا دی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کار کس کی ہے مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ بابا ہی کی نہ ہو لیکن پھر خال آیا کہ بابا جیسے عامل کو ایسی کار رکھنے کی کیا ضرورت ہے بہر حال یہ کیا معمہ تھا یہ تو اس وقت عیاں ہوتا کہ جب کار کہیں جا کر رکتی۔

کار شہر کے مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی

ایک ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں سامنے ذرا دور پولیس پارٹی کھڑی تھی ایک پولیس والے نے ہمیں رکنے کا اشارہ کیا ڈرائیور نے کار ان کے قریب جا کر کھڑی کر دی۔ ایک پولیس والا بابا کی کھڑکی کی طرف جھک گیا اور بھاری بھر کم آواز میں بولا۔

کون ہیں آپ لوگ اور اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔

بابا نے اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور کہا ہمیں جانے دو۔

ہاں جی ہاں۔ جائیں جی جائیں یکدم پولیس والے کا لہجہ سعادت مندانہ ہو گیا پھر وہ سیدھا ہوا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بلند آواز میں بولا۔ جانے دو بھئی ان لوگوں کو کچھ پولیس والے جو کار کے آگے کھڑے تھے فوراً پیچھے ہٹ گئے ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد ہماری کار ایک پوش علاقے میں آ گئی یہاں بنگلے اور کوٹھیاں تھیں اور پھر ذرا ہی دیر بعد ڈرائیور نے کار کا ایک بڑے بنگلے کے گیٹ پر روک کر ہارن دیا کچھ دیر بعد ایک باوردی گارڈ گیٹ کھول دیا بنگلہ باہر کی طرح اندر سے بھی بڑا شاندار تھا۔ ڈرائیور نے کار برآمدے کے سامنے کھڑی کر دی۔ ہم سب نیچے اتر آئے بابا نے ایک نظر مجھ پر ڈالی اور بولا۔

چل آ جا ہمارے ساتھ۔

پھر وہ تیزی سے برآمدے کی جانب چل پڑا میں نے بھی اس کے پیچھے اپنے قدم اٹھانا شروع کر دیئے۔ ذرا ہی دیر بعد ہم برآمدے میں آ گئے ہم مسلسل چل رہے تھے اور پھر سامنے سے ایک آدمی آتا دکھائی دیا۔ وہ حلیے سے ملازم معلوم ہوتا تھا اس نے میلا سا کرتہ پاجامہ پہن رکھا تھا اور اس کے کاندھے پر صفائی کرنے والا کپڑا تھا جس سے یقیناً وہ صفائی کرتا ہوگا۔ اس کی عمر پچاس کے قریب تھی۔ وہ دبلا پتلا اور سانولہ تھا اس نے اپنے سر کے بال تیل سے جما رکھے ہوئے تھے اس کی باریک سفید مونچھیں تھیں اس نے قریب آ کر ادب سے بابا کو سلام کیا بابا نے جواب دے کر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے کہا۔

اسے لے جا غسل کروا اور نئے کپڑے پہنا۔

بہتر ہے۔ سائیں جی۔ ملازم نے ادب سے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر مخاطب ہوا آئیں جی آپ میرے ساتھ آ جائیں۔ ہم دونوں چل پڑے سائیں جی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہم سے آگے چلنے لگا اور پھر ایک کمرے میں چلا گیا۔ ذرا دیر بعد ملازم مجھے ایک کمرے کے دروازے پر لا کر بولا۔

آپ یہیں رکیں میں کپڑے لے کر آتا ہوں۔ وہ کمرے میں چلا گیا۔ اور پھر ذرا دیر بعد آیا اس کے ہاتھوں میں کپڑے تھے اس نے ایک جانب چلتے ہوئے کہا آیئے آپ میرے ساتھ میں بھی چل پڑا۔ ذرا دیر بعد اس نے مجھے غسل خانے میں پہنچا دیا۔ اور بولا۔ آپ تسلی سے غسل کر کے آ جائیں میں باہر ہی کھڑا ہوں۔

ٹھیک ہے میں نے اثبات میں سر ہلایا وہ باہر چلا گیا۔ غسل خانے میں جانے کے بعد میں وہاں سے فارغ ہو کر باہر آیا تو وہ باہر ہی کھڑا تھا۔ اس طرف آ جائیں اس نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی قدم بڑھا دیئے۔ اور میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ تھوڑی دیر عد مجھے ڈرائنگ روم میں لے آیا اور صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

آپ یہاں بیٹھیں میں گرو جی سے بات کر کے آتا ہوں۔ وہ چلا گیا اور میں نرم وگداز صوفے میں دھنس گیا۔ اور ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا ڈرائینگ روم قیمتی صوفوں اور قالینوں فانوس اور پینٹنگز سے آراستہ تھا ابھی میں جائزہ لے ہی

ویسے کوئی باہر آ کر شائیں جی کو دیکھ لے تو بالکل اندازہ نہیں لگا سکتا کہ سائیں جی اتنے امیر آدمی ہیں اور اتنے بڑے بنگلے کے مالک ہیں ۔ساتھ ہی وہ جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور ماچس نکال کر اسے سلگانے لگا۔

ہاں واقعی۔ باہر تو وہ سائیں جی کو دیکھ کر بالکل اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اتنے بڑے بنگلے میں رہتے ہیں میں نے اس کی بات کی تائید کی۔

سائیں جی بہت عظیم انسان ہیں اس نے پر خیال انداز میں کہا اور سگریٹ کا کش لگانے لگا۔ہم کچھ دیر عام امور پر بات چیت کرتے رہے اور پھر ایک بوڑھی عورت ہمارے پاس آئی وہ حلیے سے ملازمہ لگتی تھی اس نے عبدل سے کہا۔

سائیں جی کہہ رہے ہیں انہیں ان کے پاس لے کر آؤ۔اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

چلیں آئیں جناب۔عبدل نے مجھے کہا۔

ہم دونوں اٹھ کر تیز تیز قدموں سے چل پڑے کچھ دیر بعد عبدل نے ایک کمرے کے سامنے رکتے ہوئے مجھ سے کہا۔

آپ یہاں رکیں میں اندر سائیں بابا جی کو آپ کے بارے میں بتاتا ہوں۔

ٹھیک ہے میں نے کہا۔وہ کمرے کے دروازے پر لٹکے ہوئے لال دبیز پردے کو ہٹا کر اندر چلا گیا۔ اور پھر کچھ دیر بعد واپس آ کر بولا۔آپ اندر چلے جائیں۔ میں نے اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ پھر میں کمرے میں داخل ہوگیا یہ آراستہ کمرہ تھا ایک جانب بڑا بیڈ رکھا تھا ایک کونے میں قلین پر ایک چھوٹا قالین بچھا ہوا تھا۔جس پر سائیں جی بیٹھا تھا۔اس کے سامنے لکڑی کا ایک چھوٹا سا تخت رکھا ہوا تھا۔جس پر ایک انگیٹھی رکھی تھی جس میں کوئلے دہک رہے تھے انگیٹھی کے قریب ہی ایک انسانی کھوپڑی اور کچھ ہڈیاں رکھی تھی کچھ ٹین کے ڈبے رکھے ہوئے تھے بالشت بھر کا ایک آئینہ بھی وہاں رکھا ہوا تھا۔سائیں جی نے سر اٹھا کر اپنی انگارے جیسی سرخ آنکھوں سے میری طرف دیکھا میں نے فوراً ہاتھ اٹھا کر انہیں سلام کیا براہ راست میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔اور اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔میں ادب کے ساتھ وہاں بیٹھ گیا۔

راشد کی روح مجھ سے انتقام لینا چاہتی ہے۔وہ بڑے پراسرار انداز میں بولے۔

کیا مطلب۔میں نے پریشان ہو کر کہا۔

ہاں۔اس کی روح کو میرے ایک دشمن اشوک نے قابو کر لیا تھا اشوک کی اور میری پرانی دشمنی ہے اس نے راشد کی روح کو قابو کر لیا ہے اور اب اس کے ذریعے وہ تمہیں قتل کروانا چاہتا ہے اس نے بتایا۔

اوہ۔یہ تو خطرناک بات ہے اسے مارنے کے باوجود بھی مجھے اس کی طرف سے خطرہ ہے۔

ہاں۔ہماری اس پراسرار دنیا میں ایسا ہوتا ہے یہاں جسم کی بھی اہمیت ہے اور روح کی بھی لوگ روحوں بدروحوں سے بڑا کام لیتے ہیں۔

تو اب کیا ہوگا۔ سائیں جی۔میں نے پوچھا۔

تیری زندگی خطرے میں ہے اور مجھے بھی اشوک کو ختم کرنا ہے اب ہم مل کر اس کے خلاف کام کریں گے اس نے کہا۔

ٹھیک ہے آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا۔سائیں جی۔ویسے کیا میری جان ان مسائل سے چھوٹ جائے گی۔میں نے پوچھا۔

ہاں۔بالکل۔کیوں نہیں۔چھوٹے گی۔اگر اشوک نے راشد کی روح کو قابو نہ کیا ہوتا تو تیری جان چھوٹ گئی ہوتی لیکن یہ تیری بدقسمتی رہی کہ اشوک نے اسے قابو کر لیا۔وہ بولا۔اور میں نے

بے بسی سے ایک گہرا سانس لیا۔
ٹھیک ہے سائیں جی۔ آپ بتائیں کہ اب آگے کیا کریں۔ مجھے کیا کرنا ہوگا۔
تجھے اس وقت تک میرے ساتھ رہنا ہوگا۔ جب تک تیرا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ بہت کھٹن وقت بھی آسکتا ہے لیکن تو بے زار ہو کر کہیں چلا نہ جانا۔ اگر ایسا ہوا تو دشمنوں کے ہاتھوں سے تجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔
میں کہیں نہیں جا رہا ہوں۔ سائیں جی میں تو یہیں ہوں جب تک آپ نہیں کہیں گے میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ میں نے اسے یقین دلایا۔
بس اب تو جا کمرے میں جا کر آرام کر۔ ہم کچھ حساب کتاب لگائیں گے کہ اس کے بعد تجھے بتائیں گے کہ معاملہ کیا ہے اور کیا کرنا ہے۔ اس نے کہا۔
بہتر ہے سائیں جی میں نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور پلٹ کر دروازے کی طرف چل دیا۔
بات سن۔ سائیں جی کی آواز نے میرے قدم روک دیئے میں نے پلٹ کر دیکھا اور کہا۔
جی سائیں جی۔
اس نے میری آنکھوں میں گھورتے ہوئے کہا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے
جی بہتر۔ میں نے کہا۔
اور مایوس بھی نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔
جی اچھا۔ میں نے کہا۔
جا اب جا اس نے ہاتھ لہرا کر جانے کا اشارہ کیا اور میں چل دیا۔ کچھ دیر بعد میں کمرے سے باہر آ گیا قریب ہی عبدل کھڑا تھا میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں واپس اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر لیٹ جاؤں اور موجودہ پریشان کن حالات پر غور کروں میں نے سر کھجاتے ہوئے عبدل سے کہا۔
میں اپنے کمرے میں جانا چاہتا ہوں۔
بہتر ہے جی۔ وہ ادب سے بولا میں آپ کی خدمت کے لیے برابر والے کمرے میں ہوں گا۔
ہم چل پڑے تھے کچھ دیر بعد میں اپنے کمرے میں آنے کے بعد بیڈ پر لیٹ گیا اور سوچوں میں ڈوب گیا مجھے راشد کی روح والی بات نے پریشان کر کے رکھ دیا تھا میں تو پہلے یہ سوچ رہا تھا کہ راشد کو قتل کرنے کے بعد اب میری جان اس سے چھوٹ گئی ہے اور میں پرسکون زندگی گزار سکوں گا لیکن اب سائیں جی نے ایک نیا انکشاف کیا تھا کہ میری جان تو نہیں چھوٹی ہے میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اب نجانے کیا ہوگا آگے۔ کافی دیر کی سوچ بچار کے بعد مجھے ذہنی کوفت اور سر میں ہلکا ہلکا درد محسوس ہونے لگا میں نے سوچا کہ میں جتنا سوچوں گا اتنی ہی ذہنی اذیت کا شکار ہو کر رہ جاؤں گا لہذا میں ن ے تمام سوچوں کو ذہن سے کال دیا اور سوچا کہ آگے جو بھی حالات آئیں گے ان کا مقابلہ کروں گا۔

مجھے سائیں جی کے بنگلے میں رہتے ہوئے تین دن گزر چکے تھے اس دوران سائیں بابا کی کام کا کہہ کر جانے کے بعد واپس نہیں آیا تھا شام کے پانچ بج رہے تھے میں اور عبدل لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ اچانک باہر سے ان کی آواز سنائی دی تو عبدل نے چونک کر میری طرف دیکھا اور بولا سائیں جی آ گئے ہیں اس کی بات کے دوران گارڈ گیٹ کھولنے گیا تھا۔ اور جب اس نے پورا گیٹ کھول دیا تو سائیں جی کی گاڑی اندر داخل ہو گئی تھی سائیں جی پچھلی سیٹ پر تھا اگلی سیٹ پر ایک غیر ملکی تھا جس کی عمر پچپن سال کے لگ بھگ تھی وہ کافی صحت مند تھا اور چاق و چوبند تھا حلیے

اور ناک نقشے سے وہ کوئی انگریز معلوم ہوتا تھا ڈرائیور سیٹ پر وہی شخص تھا جو کہ پہلے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا تھا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مستقل طور پر سائیں جی کے ڈرائیور کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ گاڑی رک گئی اور وہ تینوں اس سے اتر گئے اس دوران عبدل اٹھ کر ان کی گاڑی کے پاس پہنچ چکا تھا اس نے ہاتھ اٹھا کر سائیں جی کو سلام کیا اس نے جواب دیا اور پھر کچھ آہستہ سے بول کر انگریز کی طرف دیکھا اور کچھ بولا وہ دونوں برآمدے کی جانب چل پڑے عبدل میرے پاس آ گیا اور بولا۔ سائیں جی نے کہا ہے کہ میں آپ کو ان کے پاس لے کر آ جاؤں۔

اوا چھا۔۔ چلو میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور ہم دونوں تیز تیز قدموں سے چل پڑے کچھ دیر بعد میں سائیں جی کے کمرے میں پہنچ گیا سائیں جی اور وہ انگریز صوفے پر بیٹھے تھے یہ صوفہ سیٹ کمرے کے ایک کونے میں لگایا گیا تھا۔

بیٹھ جا۔ سائیں جی نے اپنے برابر والے صوفے کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے کہا میں اس صوفے پر بیٹھ گیا۔ سائیں نے اس آدمی سے انگریزی میں بات چیت کی تو میں حیران رہ گیا میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ سائیں جی اتنی اچھی انگریزی بولتا ہوگا۔ میں بھی بہت اچھی انگریزی جانتا تھا وہ دونوں کسی لاش کے بارے میں بات کر رہے تھے جسے کل رات ہی کسی نے مسیحی قبرستان میں دفنایا تھا۔

یہ ہے وہ جس کی میں بات کر رہا تھا اور یہ بھی آج کل ایک مصیبت میں پھنسا ہوا ہے تمہاری طرح سائیں جی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اس آدمی سے کہا۔

ہیلو مسٹر۔ اب کیسے ہو۔ اس نے آدمی نے کہا مجھ سے پھر ہاتھ ملاتے ہوئے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔ میرا نام مارٹن ہے اور میں سائیں بابا کا مرید ہوں۔ اس نے مجھ سے انگریزی میں بات کی تھی۔

میں بھی ان کا مرید ہوں۔ میں نے کہا۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ تم بھی ایک مصیبت میں گرفتار ہو۔ وہ افسردگی سے بولا۔

ہاں یہ میری بدقسمتی ہے میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

مایوس نہ ہو سائیں جی ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ تسلی آمیز لہجے میں بولا۔

ہاں بالکل میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

میں اپنی زندگی میں دوسری مرتبہ ایک مشکل میں پھنسا ہوں آج سے تین سال قبل بھی میں ایک مسئلے میں پھنسا تھا تو سائیں جی نے ہی وہ مسئلہ حل کیا تھا اور اب ایک بار پھر میں ان کے پاس آیا ہوں میں نیویارک سے یہاں آیا ہوں اس نے بتایا۔

یقیناً یہ تمہارا سائیں بابا پر اعتمادی ہے جو تمہیں وہاں سے یہاں لے آیا ہے میں نے کہا۔

ہاں بالکل۔ اس نے کہا۔ حالانکہ نیویارک اور امریکہ کے دوسرے شہروں میں بھی عملیات کرنے والے لوگ ہیں لیکن میں نے انہیں کبھی نہیں آزمایا میں اس لیے سیدھا یہاں چلا آیا ہوں وہ بولا۔

یقیناً تمہارا کوئی بہت اہم مسئلہ ہوگا۔

ہاں۔ بہت ہی اہم ہے میرے بھائی کا قتل ہو گیا ہے اور قاتل مفرور ہے وہاں کی پولیس اسے گرفتار کرنے میں ناکام ہو چکی ہے جبکہ میں اپنے بھائی سے بے حد محبت کرتا تھا اس لیے اس کے قاتل کو لازمی گرفتار کرنا چاہتا ہوں اور میں تو اسے خود اپنے ہاتھوں سے سزا دینا چاہتا ہوں اس نے

دانت پیستے ہوئے شدید جذباتی انداز میں کہا۔

فکر نہ کرو۔ اس کا قاتل تم تک آئے گا۔ اور اپنے منہ سے اپنے جرم کا اعتراف کرے گا پھر تم اس کے ساتھ جو چاہے سلوک کرنا سائیں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ تو اس نے نتھنوں سے ایک گہرا سانس خارج کیا جو اس کے غصے میں ہونے کی عکاسی کر رہا تھا اس نے کچھ کہا نہیں۔ کچھ دیر ہم سب خاموش رہے پھر سائیں بابا نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ میں آج رات تمہارے اور مارٹن کے لیے ایک عمل کروں گا تم لوگوں کو میں صبح بتاؤں گا کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔

ٹھیک ہے سائیں جی میں نے کہا۔

اس قاتل کو تم کب تک گرفتار کر لوگے میرا مطلب ہے کہ کب تک وہ ہمارے پاس پہنچ جائیگا۔ مارٹن نے سائیں جی سے پوچھا۔

زیادہ سے زیادہ تین دن لگ جائیں گے سائیں بابا نے جواب دیا۔

اوکے۔ مارٹن نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور پھر وہ کچھ سوچنے لگا اس کے چہرے پر بے چینی اضطراب اور کچھ غصہ سا نظر آ رہا تھا۔ شاید وہ اپنے بھائی کے قاتل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

ٹھیک ہے اب تم جاؤ اور بے فکر رہو۔ سائیں جی نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

جی بہتر ہے میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور اٹھ کر چل پڑا۔ میں کمرے سے باہر آیا تو عبدل کو قریب ہی کھڑے پایا میں نے اسے کہا۔ یار تم میرے لیے اس قدر پریشان نہ ہوا کرو۔ میں اب اس گھر سے مانوس ہو چکا ہوں اگر مجھے تمہاری ضرورت ہوا کرے گی تو میں خود تمہیں تلاش کر لیا کروں گا۔

نہیں صاحب۔ سائیں بابا نے ہمیں آپ کی خدمت پر لگا دیا ہے۔ ہمیں تو اپنا فرض پورا کرنا ہے۔

اچھا فی الحال میں اپنے کمرے میں جانا چاہتا ہوں کچھ آرام کروں گا۔

ٹھیک ہے جناب جیسی آپ کی مرضی۔ وہ بولا۔

کچھ دیر بعد میں اپنے کمرے میں آنے کے بعد بیڈ پر لیٹ گیا یہ میری بچپن کی عادت تھی کہ جب بھی پریشان ہوتا تھا تو لیٹ کر سوچتا تھا۔ اس وقت بھی میں سائیں بابا کی باتوں سے کچھ پریشان اور مضطرب تھا کہ نجانے کل صبح اس نے مجھے کیا کہنا ہے۔

اچانک میری آنکھ کھل گئی مجھے پتہ چلا میرے جاگنے کی وجہ دروازے پر ہونے والی دستک ہے دستک ایک بار پھر ہوئی تھی میں نے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل لیمپ روشن کر لیا جس کی وجہ سے کمرہ روشن ہو گیا میں نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا رات کے تین بج رہے تھے دستک ایک بار پھر ہوئی میں سوچ رہا تھا کہ نجانے اس وقت کون ہے پر میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ سائیں بابا کو مجھ سے کوئی کام پڑ گیا ہو میں جلدی سے بیڈ سے نیچے اتر آیا۔ اور بغیر چپلیں پہنے ہی دروازے تک آیا پھر میں نے جلدی سے کنڈی کھول دی سامنے بوڑھی ملازمہ کھڑی تھی جسے میں اماں جی کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا اس سے پہلے کہ میں اس سے کچھ کہتا اس نے رازدارنہ انداز میں مجھ سے کہا۔

کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری جان بچ جائے۔

کیا مطلب۔ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔

میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ وہ بولی۔ اس کی بے چین حرکتیں دیکھ کر میں اندازہ کر لیا تھا کہ وہ کمرے کے اندر آنا چاہتی ہے میں نے ایک طرف

ہوتے ہوئے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا اور کہا۔

آؤ اندر آجاؤ۔ ہم دونوں بیڈ پر بیٹھ گئے میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ ہاں اب کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔

دیکھو یہ جو سائیں ہے یہ خون آشام ہے۔ اس نے پراسرار انداز میں کہا۔

کیا مطلب۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

ہاں۔ تمہیں چاند کی چودھویں رات سے پہلے پہلے یہاں سے بھاگ جانا ہوگا صرف تین دن ہی تمہارے پاس ہیں اگر تم یہاں رکے تو وہ تم قبرستان میں تم پر ایک خاص عمل کرے گا اور پھر وہ فضا میں گھورتے ہوئے جیسے خیالوں میں کہیں کھوگئی لیکن اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا تمہارے ساتھ وہ لوگ کیا کریں گے تم نہیں جانتے کہ تم کون ہو۔

میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا اماں۔ میں نے اس کی عجیب وغریب باتیں سن کر کہا اس نے گردن موڑ کر میری طرف دیکھا اور بولی۔

دراصل تم تم نہیں جانتے ہو کہ تم کون ہو اس کے لہجے میں شدید الجھن تھی۔

ذرا کھل کر بات کرو۔ اماں۔ میں نے کہا۔ وہ چند لمحے تذبذب کا شکار رہی اور پھر بولی تم نے اپنی ماں کو دیکھا ہے۔

ماں کو۔ نہیں نہیں دیکھا۔ میں نے اس کے سوال پر الجھن کا شکار ہوتے ہوئے کہا۔

کیا بتایا گیا تھا اس کے بارے ں تمہیں۔ اس نے سوالیہ نگاہیں مجھ پر مرکوز کردیں۔

مجھے کہا گیا تھا کہ وہ میرے پیدائش کے وقت مرگئی تھی۔ میں نے جواب دیا۔

اور پھر تمہارا باپ بھی اس وقت مرگیا جب تم بیس سال کے تھے یعنی آج سے سات سال پہلے۔ اس نے اک بار پھر میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔

اسے بھی قتل کیا گیا تھا وہ بولی تو میں اس طرح اچھل پڑا جیسے مجھے بچھو نے ڈنگ مار لیا ہو۔ اور بے اختیار میرے لبوں سے نکلا۔

یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔

ہاں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں اسے قتل کیا گیا اور تمہاری ماں۔ وہ اس سے آگے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ اور الجھن کا شکار ہوگئی۔

کیا ہوا تھا میری ماں کو۔ میں نے بے چین ہوکر کہا۔

وہ دراصل۔ وہ۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی میں نے بے قرار ہوکر کہا۔

آخر تم وہ سب کچھ کہہ کیوں نہیں دیتی۔ جو تم کہنا چاہتی ہو جو حقیقت ہے جلدی سے بتاؤ۔

تمہاری ماں اس دنیا کی نہیں تھی۔ اس نے بے چین ہوتے ہوئے کہہ ڈالا۔

کیا مطلب۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے اس کی بات بالکل بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔

وہ ایک سیارے کی رہنے والی تھی۔ اس نے انکشاف کیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور مجھے شک ہونے لگا کہ اماں جی کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے میں نے نرمی سے کہا۔

تم کیا کہنا چاہتی ہو اماں جی۔

اس نے میری طرف گہری نظروں سے دیکھا اور بولی۔ ہوسکتا ہے تمہیں میری باتوں پر یقین نہ آئے لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہاری ماں ایک سیارے کی رہنے والی تھی اس سیارے سے ایک اڑن طشتری میں وہ اس زمین پر آئی تھی لیکن سیارے کی مخلوق کے پاس یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ

وہ تو دو تو کی شکل میں ڈھال لی ہے تمہاری ماں کو یہ زمین پسند آئی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس نہ گئی بلکہ یہیں انسانی شکل میں رہنے لگی۔ اور پھر اس کی ملاقات تمہارے باپ سے ہوگئی۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کرلیا اور شادی کرلی۔ اس طرح تم اس دنیا میں آئے لیکن پھر تمہاری ماں کو زبردستی اس کے والدین واپس لے گئے۔ اب وہ وہیں سے تمہارے باپ کو اس نے اپنے بارے میں ساری حقیقت بتادی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ تمہیں تیس سال کا ہونے تک سخت حفاظت میں رکھا جائے اور کسی عامل کامل کے ہتھے نہ چڑھنے دیا جائے تمہارا باپ تمہاری خود حفاظت کررہا تھا لیکن سائیں بابا نے اسے قتل کردیا پھر سائیں بابا۔ خود ایک مسئلے میں پھنس گیا اور تمہیں حاصل نہ کرسکا۔ اب وہ اپنے مسئلے سے نمٹ کر آیا ہے تو اس نے تمہیں حاصل کرلیا ہے۔ اب چاند کی چودھویں رات کو قبرستان میں وہ تمہیں قتل کرے گا اور تمہاری روح کو قبضے میں کرلے گا۔ اور چونکہ ماں کی وہ سے تمہاری روح میں بڑی طاقتیں ہیں وہ ان طاقتوں کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کی باتوں پر حیرت زدہ بھی تھا اور مجھے اب بھی شک تھا کہ اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے لیکن بہرحال میں یہ بھی سو رہا تھا کہ اگر اس کی باتیں سچ ہوئی تو پھر واقعی میری زندگی خطرے میں ہے میں نے اس سے کہا

تو پھر تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں۔

تم چودھویں رات سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانا۔ اس نے نصیحت کی۔

ٹھیک ہے تو پھر میں ابھی چلا جاتا ہوں۔

اس نے ایک گہری سانس لی۔ تم اتنی آسانی سے یہاں سے نہیں جاسکتے۔ سائیں بابا نے تمہاری نگرانی کے لیے کچھ بدروحیں مقرر کررکھی ہیں اس نے بتایا تو میں مزید حیران رہ گیا۔

کیا۔ تو پھر میں کیسے جاؤں یہاں سے میں قدرے پریشان ہوگیا۔

میں تمہیں یہاں سے نکال دوں گی۔

یہ تو تمہاری مہربانی ہوگی اماں۔ میں نے تشکرانہ انداز میں کہا۔

اب سے آدھے گھنٹے بعد میں ایک عمل کروں گی اور تمہاری پاس صرف گیارہ منٹ ہوں گے تمیاہس سے نکل جانا اگر گیارہ منٹ سے زیادہ وقت یہاں ٹھہرے تو میرا عمل بے کار ہوجائیگا۔ اور ہم دونوں ہی سائیں بابا کے ظلم کا شکار ہوجائیں گے۔ اماں نے تفصیل سے بتایا۔

ٹھیک ہے جیسے تم کہتی ہو میں کروں گا۔

وہ آنکھیں موند کر زیرلب کچھ بڑبڑانے لگی اس کے الفاظ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہے تھے لیکن ظاہر ہورہا تھا کہ جیسے وہ کوئی منتر وغیرہ پڑھ رہی ہے تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں جوکہ انگاروں سے بھری ہوئی تھیں اس نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ بس میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گی۔ تم تیار رہنا

جی بہتر۔ میں نے کہا۔

وہ کمرے سے باہر چلی گئی اور میں اپنے بیڈ پر بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگا۔ مجھے بالکل کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر میرے ساتھ کیسے حالات بیت رہے ہیں بات صرف ایک ہوٹل سے شروع ہوئی تھی جہاں ایک سائیں آیا تھا اور اس نے راشد کے بارے میں مجھے بتا کر متاثر کیا تھا اور میں اس کے ساتھ قبرستان میں چلا گیا تھا جہاں اس نے راشد کو قتل کروایا تھا اور پھر مجھے یہاں بنگلے میں لے آیا تھا۔ اور اب اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میری جان راشد سے نہیں چھوٹی ہے اس کی روح سے سائیں جی کا کوئی دشمن فائدہ اٹھا رہا ہے اور ان

دونوں کو ختم کرنا چاہتا ہے لیکن اب اماں جی سامنے آگئیں تھی اس نے یہ انکشاف کیا تھا کہ سائیں بابا مجھ سے دھوکہ کر رہا ہے میں ے اماں کی باتوں پر اس لیے اعتبار کرنا ضروری سمجھا تھا کیونکہ سائیں بابا سے بھی اجنبی حال میں میری ملاقات ہوئی تھی اور میں اس پر مکمل طور پر اعتبار نہیں کرسکتا تھا۔ میں بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا اور پھر میں نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر نکال کر ایک سگریٹ سلگایا۔ میں چار سگریٹ پھونک ڈالے تقریباً آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور پھر اماں جی آگئی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

بس اب تم تیار رہو۔ میں عمل کرنے والی ہوں۔

میں تیار ہوں اماں۔ میں نے کہا۔

اس نے ہاتھ میں پکڑے تھیلے میں سے ایک انسانی کھوپڑی نکالی۔ اور اسے قالین پر رکھ لیا اور پھر تھیلا وہیں رکھنے کے بعد خود آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ اس نے نگاہیں کھوپڑی پر مرکوز کر دیں اور زیرلب کچھ بڑبڑانے لگی پھر اس نے کھوپڑی پر پھونک ماری تو اس میں سے ایک نہایت بھیانک مکروہ اور فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا اور پھر کھوپڑی کے آنکھوں کے سوراخ میں اس طرح سرخ روشنی پھیل گئی کہ جیسے اندر زیرو واٹ کے بلب جل گئے ہوں۔ اماں نے کسی زبان میں کھوپڑی سے یوں کچھ کہا جیسے اس سے کلام کر رہی ہو کھوپڑی میں سے خرخراتی آواز سنائی دی۔ گویا اس نے بھی اماں سے کلام کیا ہو۔ کچھ دیر ان کے درمیان اس طرح بات چیت ہوتی رہی پھر اماں جی نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جاؤ اب تم سیدھے گھر سے باہر نکل جاؤ۔ اور اس علاقے سے دور بھاگ جاؤ۔

بعد میں مجھے سائیں بابا سے کوئی خطرہ تو نہیں ہوگا ناں میں نے پوچھا۔

خطرہ تو ہوگا لیکن میں اسے سنبھال لوں گی۔ بعد میں میں تم سے مل لوں گی باقی باتیں ہم بعد میں کریں گے فی الحال تم نکل جاؤ تمہارے پاس وقت بہت کم ہے اماں نے کہا۔

بہتر ہے۔ میں نے کہا اور میں پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا اور میری نظر دور موجود گارڈ پر پڑی جو کہ مین گیٹ کے پاس کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر سائیں بابا غلط آدمی ہے تو اس نے یقیناً اسے ہدایت دی ہوگی کہ مجھے باہر نہ جانے دے وہ مجھے روک سکتا تھا لیکن بہرحال مجھے ان تک جانا تھا۔ میں برآمدے سے اتر کر گارڈ کی طرف بڑھا تو اس نے گردن موڑ کر میری طرف دیکھا پھر میں اس کے پاس پہنچ گیا اور رک گیا اس نے مسکرا کر مجھ سے کہا۔

کیا حال چال ہے۔

ٹھیک ہے۔ میں باہر جانا چاہتا ہوں۔ میں نے ایک گہری نظر اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔

تو جائیں جناب۔ آپ کو کسی نے روکا نہیں ہے اس نے خوش دلی سے کہا اور ساتھ ہی باہر جانے کا اشارہ بھی دے دیا۔ میں جلدی سے آگے بڑھا اور ذیلی گیٹ کھول کر بنگلے سے باہر نکل آیا۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا ماحول پر سناٹا برس رہا تھا گلی میں مختلف بنگلوں کے سامنے لائٹس روشن تھیں جبکہ اسٹریٹ لائٹس بھی جل رہی تھیں۔ میں دائیں جانب تیز تیز قدموں کے ساتھ چل پڑا۔ میں جلد از جلد یہاں سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی سوچ رہا تھا کہ سائیں جی نے تو گارڈ کو میرے بارے میں یہ ہدایت نہیں دی تھی کہ وہ مجھے روکے اب مجھے اماں جی پر کچھ شک سا ہونے لگا تھا کہ آخر اس نے مجھے کیوں باہر بھجوا دیا

ہے۔ میرے ذہن میں بے شمار خیالات الجھنے لگے اور میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا کہ کون درست ہے اور کون غلط۔ اماں ٹھیک ہیں یا سائیں بابا میں نے سوچا کہ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ انمیں سے کون سچا ہے فی الحال تو مجھے اپنی جان خطرے میں نظر آرہی تھی اور میرا سب سے اہم مقصد ہی اپنی جان بچانا تھا۔ میں تقریباً پندرہ منٹ مسلسل چلتا رہا۔ اور پھر ایک پررونق علاقے میں پہنچ گیا یہاں روشنیوں نے سارے ماحول کو منور کر رکھا تھا یہ ایسا بازار تھا کہ جو رات بھر کھلا رہتا تھا یہاں کی ہوٹل اور مختلف کھانے پینے کی چیزوں کے ٹھیلے والے موجود تھے میں ایک ہوٹل میں آکر بیٹھ گیا میرا ذہن اب بھی حالات پر غور و فکر میں مصروف تھا۔

جی صاحب۔ بیرے نے آکر مجھ سے کہا۔

ایک کپ چائے لے آؤ میں نے کہا۔

سادہ یا دودھ پتی۔ اس نے سوال کیا۔

کوئی بھی لے آؤ۔ میں نے جواب دیا۔

اچھا جی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ تیزی سے پلٹ کر ایک جانب جانے لگا اور میں پھر سوچ و بچار میں لگ گیا۔ کچھ دیر بعد بیرے نے میرے سامنے چائے لاکر رکھ دی۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا اس دوران میں نے چار چائے پی لیں تھیں اور کئی سگریٹ بھی پھونک ڈالے تھے میں مزید آدھا گھنٹہ ہوٹل میں بیٹھنے کے بعد وہاں سے باہر نکل آیا میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے ایک گھودام میں جاکر سو جاؤں گا اب اس میں مال تو نہیں ہوتا تھا لیکن بہرحال اس کی چابی میرے ہی پاس تھی وہ میں نے کرائے پر لیا تھا۔ اس کا مالک میرا دوست تھا کبھی کرائے کا تقاضا نہیں کرتا تھا میں خود ہی پہنچا دیتا تھا۔ ایک رکشہ کے ذریعے میں گودام میں پہنچ گیا۔ یہاں

میں نے کاٹھ کباڑ کو ایک طرف کیا اور چارپائی بچھائی اور اس پر لیٹ گیا۔ میں چاہتا تو گھر بھی جاسکتا تھا لیکن مجھے خدشہ تھا کہ وہاں میرے لیے خطرات موجود ہیں کیونکہ راشد کا قتل ہو چکا تھا مجھے شک تھا کہ اگر کسی بھی طرح یہ بات پولیس تک پہنچ گئی ہوئی تو مجھے گرفتار کیا جاسکتا ہے اس گودام کے بارے میں بھی مجھے اور راشد کو ہی پتہ تھا یہاں ہم صرف ایک مرتبہ ہی سامان رکھا تھا یہ میرے گھر سے بہت دور تھا بہت دیر تک سوچ و بچار کے بعد میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ دروازے پر کوئی دستک دے رہا تھا میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ رات کے ساڑھے چار بج رہے تھے میں پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے دستک ایک بار پھر ہوئی۔ میں اٹھ کر دروازے کے قریب آیا اور قدرے بلند آواز میں پوچھا۔

کون۔

ہم ہیں سائیں بابا۔ باہر سے سائیں جی کی آواز سنائی دی۔ اور میرا دل تیزی سے ڈھرکنے لگا اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ پڑھئے۔

زندگی میں تو کبھی پیار کیا کرتے ہیں
میں تو مر کر بھی میری جان تجھے چاہوں گا
تو ملا ہے تو یہ احساس ہوا ہے مجھ کو
یہ میری عمر محبت کے لئے تھوڑی ہے
اک ذرا سا غم دوراں کا بھی حق ہے جس پر
میں نے وہ سانس بھی تیرے لئے رکھ چھوڑی ہے
تجھ پہ ہو جاؤں گا قربان تجھے چاہوں گا۔
میں تو مر کر بھی میری جان ......

نامعلوم

چاہت

تحریر: انیلہ غزل۔ حافظ آباد

ایک عورت مر گئی۔ جب اس کی لاش اٹھائی گئی تو اس کی بیٹی بھی دیوانہ وار پیچھے بھاگی۔ میں اور ثمینہ اسے پکڑنے لگیں مگر پھر بھی ہم قبرستان تک پہنچ گئیں وہاں پر بہت سے مرد تھے اسے سنبھالنے میں میں اپنا آپ بھول گئی تھی کہ میری نظر ایک آدمی پر پڑی وہ کوئی اجنبی تھا اور مجھے ایسے گھور رہا تھا کہ بس جان ہی نکل رہی تھی اب تک چار سال ہو گئے تھے اس بات کو مجھے تنہائی میں اس کی آنکھیں اور دیکھنے کا انداز بڑا یاد آتا ہے جب سے مجھے اس نے دیکھا تب سے میں اس لڑکے کو دیکھنے لگی ویرانے اور رات کے اندھیرے کمزوری ہیں دن گزرتے رہے میری دیوانگی دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ ایک دن سنا کہ کوئی عامل آیا ہے۔ اس سے ملنے کے لیے رات کو ہم دونوں نے آرام سے دیواریں پھلانگی اور گھر سے نکل آئیں ڈر بھی لگا پھر بھی حوصلہ ہوا آہستہ آہستہ ہم چلتے ہوئے دس پندرہ منٹ میں قبرستان میں پہنچ گئیں پہلی دیوار کے ساتھ ہی اس کی جھونپڑی تھی ہم نے اندر جھانکا تو وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مجھے حیرت بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ اس نے چہرہ اوپر اٹھایا میں نے دیکھا تو اپنی جگہ پر جم گئی۔ بار بار آنکھوں کو ملا مگر یہ وہی تھا ہاں وہی قبرستان والا آدمی۔ وہ بھی مجھے دیکھتا رہا ایک تڑپ تھی ان آنکھوں میں کہ میں نظریں چرانے پر مجبور ہوئی۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

سچا عشق تیرا رب تن من وچ لگ جاوے

چاہت یہ ہے چاہت تیری چاہت

ایسی چاہت

چھوڑ دو یہ رنجشوں کو نفرت کی بندشوں کو

تھوڑی سی زندگی ہے پل بھر کی یہ خوشی ہے

آنکھ آنکھ ہر دیکھی پر نم

موت، موت اکھیوں سے رم جھم

روگ روگ یہ سوگ سوگ

آپس میں دشمن لوگ لوگ

انتشار ہر بار بار آپس میں بانٹے پیار پیار

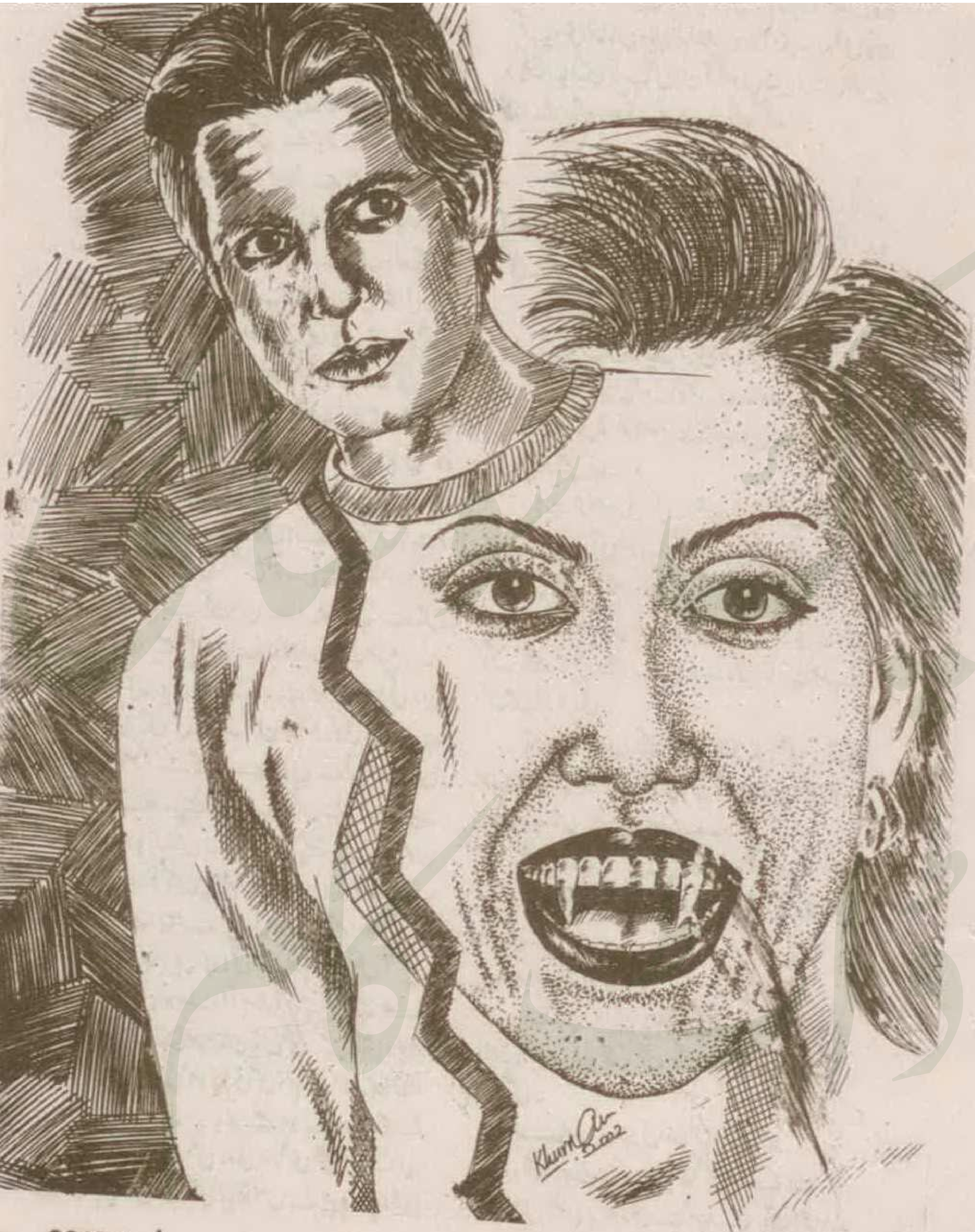
اچھی نہیں عداوت

چاہت تیری چاہت

میں اسے چاہنے لگی تھی ہر حد توڑ کر وہ میرا اور صرف میرا بنتا جاتا تھا۔ میرا چین سکون میری زندگی اور زندگی کی ہر چاشنی ہر روشنی ہر ادا اس کی چاہت نے مجھے پاگل بنا دیا اور اس کے ہجر نے دنیا سے ناطہ ہی تڑوا دیا یہ چاہت بندے کو ایسے ہی پاگل کر دیتی ہے چین نہیں لینے دیتی۔

میرا نام غزل ہے اور وہ کون ہے میں نہیں جانتی بس اتنا پتہ ہے کہ ایک دیس ہے اجنبیوں کا دیس جہاں وہ سگریٹ سلگائے ایک درخت کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے پورا شہر روشنیوں سے جگمگاتا ہے اور وہ اپنے اوپر اندھیرے سوار کیے بیٹھا ہے یہ سب مجھے خواب میں نظر آتا ہے دن تو پھر بھی کالج میں اور کاموں میں کٹ جاتا ہے پر رات مجھے اس رات سے بڑا ڈر لگتا ہے اس کی حالت مجھے مار دینے کو کافی ہوتی ہے ایک کرا اور ایک سکون ہے وہاں ان آنکھوں میں۔

ہمارا گاؤں بڑا پیارا ہے۔ زندگی ہر لحاظ سے وہاں ناچتی ہے ہر چیز میسر ہے بہت پیار کرتے ہیں میرے ابا میرے سے اور اماں بھی میں یہ بھی


Khurram Ali 2002

انسان ہوں تو ظاہر ہیں خطا میں بھی ہیں گاؤں کے دو تین لڑکے بہت اچھے لگتے ہیں لیکن انہیں نہیں پتہ پر وہ تو آہیں بھرتے ہیں سچ کہتے ہیں کہانیاں بنانی تو بڑی آسان ہوتی ہیں کوئی کسی کے بارے میں کیسی ہی بنادے۔ ثمینہ میری کلوز فرینڈ ہے ہم دونوں اکٹھی پڑھتی ہیں ہم دونوں کو ہی شاعری بہت پسند ہے اور ڈائجسٹ پڑھنا بھی بہت پسند ہے ایک دفعہ گاؤں میں ایک عورت مرگئی۔ جب اس کی لاش اٹھائی گئی تو اس کی بیٹی بھی دیوانہ وار پیچھے بھاگی۔ میں اور ثمینہ اسے پکڑنے لگیں مگر پھر بھی ہم قبرستان تک پہنچ گئیں وہاں پر بہت سے مرد تھے اسے سنبھالنے میں میں اپنا آپ بھول گئی تھی کہ میری نظر ایک آدمی پر پڑی وہ کوئی اجنبی تھا اور مجھے ایسے گھور رہا تھا کہ بس جان ہی نکل رہی تھی اب تک چار سال ہو گئے تھے اس بات کو مجھے تنہائی میں اس کی آنکھیں اور دیکھنے کا انداز بڑا یاد آتا ہے جب سے مجھے اس نے دیکھا تب سے میں اس لڑکے کو دیکھنے لگی ویرانے اور رات کے اندھیرے کمزوری ہیں دن گزرتے رہے میری دیوانگی دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ ایک دن سنا کہ کوئی عامل ہے چار دن قیام کرے گا ہمارے گاؤں کے قبرستان میں پھر چلا جائے گا۔ پہلے تو میں نے نوٹس نہ لیا مگر پھر ثمینہ نے مشورہ دیا کہ اس سے مل کر پوچھتے ہیں کہ وہ کون ہے مجھے زیادہ تو نہیں پر مشورہ پسند آیا دن کو تو ظاہر ہے کون اجازت دیتا اسے ملنے کی رات کو ہم دونوں نے آرام سے دیواریں پھلانگی اور گھر سے نکل آئیں ڈر بھی لگا پھر بھی حوصلہ ہوا آہستہ آہستہ ہم چلتے ہوئے دس پندرہ منٹ میں قبرستان میں پہنچ گئیں پہلی دیوار کے ساتھ ہی اس کی جھونپڑی تھی ہم نے اندر جھانکا تو وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مجھے حیرت بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ ثمینہ نے سلام کیا میں نے بھی کیا تو اس نے چہرہ اوپر اٹھایا

...اپنی جگہ پر جم گئی۔ بار بار آنکھوں تو ملا مگر یہ وہی تھا ہاں وہی قبرستان والا آدمی۔ وہ بھی مجھے دیکھتا رہا ایسی تڑپ تھی ان آنکھوں میں کہ میں نظریں [چر]انے پر مجبور ہوگئی۔ ثمینہ نے مجھے جھنجھوڑا۔

یار پوچھناں بات۔

کیا۔ میں جیسے حواس کھو بیٹھی تھی۔ ثمینہ نے کن آکھیوں سے مجھے گھورا۔ اور میں بھی نظریں چرا کر رہ گئی۔ میں اٹھنے لگی۔ تو وہ بولا۔

پلیز میری بات سن جاؤ۔

میں رک گئی۔ ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔

تم واقعی غزل ہو۔ وہ سحر زدہ سا بولا۔

مگر میں تو خوبصورت نہیں ہوں۔ میں نے بھی اسی انداز میں کہا۔

بات خوبصورتی کی ہو ضروری تو نہیں اور بات سیرتی کی ہو یہ بھی ضروری نہیں۔ دل کی مرضی پر کسی کا کچھ نہیں چلتا۔ دیکھو جوگی بن گیا ہوں میں تیری اس جدائی نے جو وصال ہوئی ہی نہیں پاگل کر دیا ہے مجھے لوگ مجھے عامل سمجھنے لگے ہیں۔ وہ تو اتنا بے تاب تھا کہ میں ڈر ہی گئی۔

میں کیا کروں مجھے بھی تو بتاؤ میں بھی تو ترستی ہوں میں بھی تو اسے پانا چاہتی ہوں میری بھی تو وہ زندگی ہے میں نے ایک جذبے سے کہا۔

یقین ہے کہ اس کو پالو گی۔ پاگل وہ تو ایک سیراب ہے تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔ اس کا لہجہ کچھ چھبتا ہوا ہو گیا۔

بددعائیں تو نہ دو۔

بددعا نہیں دے رہا ہو بتا رہا ہوں جو دیکھ رہا ہوں ثمینہ یک ٹک کبھی مجھے اور کبھی اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

مجھ سے میرے صبر کی انتہا کیا پوچھتے ہو
وہ مجھ سے لپٹ کر رو رہا تھا کسی اور کے لیے

غزل اٹھو دیر ہو رہی ہے ثمینہ نے مجھے اٹھایا۔

جاتے جاتے مجھے یاد آیا کہ تمام [illegible] میں واپس مڑی۔ کچھ کہنے والی تھی کہ وہ بولا۔

کاشان ولید۔ عمر بتیس سال۔

زیادہ بھی نہیں ہے۔

وہ ہلکے سے مسکرایا۔ مسکرانے سے اس کا ڈمپل اور گہرا ہو جاتا میں پھر یک ٹک اس کی سحرزدہ آنکھوں کو تکنے لگی ثمینہ نے مجھے پکڑ کر باہر کھینچا۔

چلو نکلو بھی اب۔

میں نے اسے گھورا لیکن پھر چل دی۔ گھر پہنچنے تک مجھے پتہ نہیں چلا۔ اس نے مجھ سے کتنے سوال کر ڈالے مگر مجھے تو چاروں طرف وہی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

پھر قسمت نے پلٹا کھایا۔ کہ میری دعائیں رنگ لے آئی میں نے اسے حقیقت میں دیکھا ہاں یار میں ملی اس سے وہ انسان نہیں تھا ایک پرا تھا مگر جنوں کے پاس رہتا تھا۔

ایک دفعہ ایک آدمی آیا اور مجھے کہنے لگا۔

تمہاری ایک دوست کی سالگرہ ہے تم اسے اتنا نہیں جانتی وہ تو تمہیں جانتی ہے چلو میرے ساتھ میں کچھ کہتی۔ اس نے مجھے گھسیٹنا شروع کر دیا اور گاڑی میں بٹھا لیا۔ ایک پراسرار سے گھر میں پہنچ کر اس نے گاڑی روکی۔ میرا ہاتھ پکڑا اور کمرے میں لے آیا۔ میں یہ سب دیکھ کر خوفزدہ ہو رہی تھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

میرا نام سرجو ہے میں ایک جن ہوں اور ہمارے باس آپ سے ملنا چاہتے ہیں وہ بڑے آرام سے کہہ رہا تھا

مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ میں ڈر کے ساتھ ساتھ حیرت زدہ بھی تھی۔

آپ چلیں تو سہی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور غائب ہو گیا۔ اب میں جس جگہ پہنچی اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ یہ تو وہی بازار تھا جو میں خواب میں

بادشاہ نے ایک نظر بھر کے مجھے دیکھا اور بولا۔

غزل میڈم ہم صرف آپ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کا یہاں کسی بندے سے کوئی رشتہ تو نہیں۔ وہ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوا میں نے ایک نظر اسے دیکھا۔

نہیں۔ بھلا میرا کسی سے کیا رشتہ ہوگا جنوں بھوتوں میں اور ویسے بھی اگر کوئی رشتہ ہو تو کیا ہوتا ہے۔ میں نے ذرا اعتماد سے کہا۔

پہلے مجھے شک تھا آپ پر اس لیے آپ کو زحمت دی مگر اچھا ہے ایسی کوئی بات نہیں۔ اور اگر کوئی رشتہ ہو اس کی سزا بڑی گہری ہوتی ہے۔ چھوڑیں اسے اگر آپ ہمارا شہر دیکھنا پسند کریں تو ہم دکھا سکتے ہیں دوسری صورت میں آپ واپس چلی جائیں۔ اس کا انداز خاصہ دوٹوک تھا۔

اوکے میں دیکھنا چاہوں گی۔ میں نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

دراصل پہلے ایک دفعہ ہمارا ایک جن ایک انسان یعنی کسی لڑکی سے پیار کر بیٹھا ہم سے یہ برداشت نہیں ہوا اور ہمیں ان کی موت خون سے ہاتھ دھونے پڑے اس بار پھر سگنل ملا کہ کوئی مسئلہ ہے اور ہمارا شک بھی آپ پر گیا۔ وہ چلتے ہوئے بتا رہا تھا۔ مجھے شک پڑا کہ اس کا اشارہ کاشان کی طرف ہے چلتے چلتے ہم اسی بازار میں سے گزرے اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سامنے وہ تھا۔ ہاں وہی اپنے تمام تر حسن اور حشر سامانیوں کے ساتھ بکھرے بال بگڑا حلیہ کسی کو بھی پاگل کر دیتے کے لیے کافی تھا۔ میں اپنے پر قابو بڑی مشکل سے رکھ رہی تھی اچانک میں نے فیل کیا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے میں نے بھی اسے اشارہ دیا۔ وہ کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے ہاتھ کی چار انگلیاں کھڑی کر کے ادھر کو مڑ گیا۔ میں نے ٹائم دیکھا تو سوا بارہ بج رہے تھے

بادشاہ عام یہاں اگر ہم کسی سے ملنا چاہیں تو مل سکتے ہیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

تو آپ کسی سے ملنا چاہتی ہیں۔ او کے تھوڑی سی خاموشی کے بعد وہ گویا ہوا۔

کچھ دیر بعد ہم محل میں آگئے چار بجے کے قریب میں اسی بازار میں گئی میں اکیلی گئی تھی وہ بھی سامنے کھڑا تھا میں آہستہ آہستہ اسکے پاس چلی گئی۔

وہاں آس پاس رش نہیں تھا۔

غزل تم نے ۔وہ کچھ بولنے لگا کہ میں نے منع کر دیا۔

ہاں میں نے آپ کو سائیں بابا کی قبر پر ایک دفعہ دیکھا تھا اور پھر خوابوں میں دیکھنے لگی میں آپ کو پانا چاہتی ہوں میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

تم ملی ہوناں بادشاہ سے سنی ہیں ناں انکی باتیں اس نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔

ہاں سنی ہیں مگر انہیں بھی تو پتہ ہونا چاہیے کہ محبت اتنی کمزور نہیں ہوتی کہ ہر کوئی اسے ٹھکرا اپنے اصول بنالے۔

اتنا بگڑا حلیہ کیوں ہے تمہارا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

پتہ ہے پیار کرتا تھا میں ایک لڑکی سے تمہاری دینا کی تھی وہ تیری طرح بڑی ظالم اور جذباتی تھی میں بھی جذبات میں بہہ کر اپنے ملک کے اصول بھول گیا۔ اور آج یہ حال ہے میرے سامنے اس کو قتل کیا گیا۔ اور مجھے تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا تم بھی بھول جاؤ مجھے وہ رونے لگا

وہ جس کا ہاتھ تک چھونے کو بے ادبی سمجھتے تھے
گلے سے لگ کے رویا تھا بچھڑنے سے ذرا پہلے

کاشان کو جانتے ہو میں نے پوچھا۔

تم اسے کیسے جانتی ہو جو کہ ہے وہ بھی اسی جرم میں نکالا گیا وہ باغی ہو جائے گا آپ کو لگتا ہے وہ باغی

آپ کو لگتا ہے وہ باغی ہو جائے گا بلکہ وہ باغی ہو چکا ہے۔

کیا مطلب اس نے حیرت سے پوچھا۔

ملی تھی میں اس سے۔

غزل تم جاؤ جلدی سے محل میں پہنچ جاؤ۔

اچانک اسے پتہ نہیں کیا ہوا۔

نام تو بتا دو میں نے جلدی سے پوچھا۔

آکاش وہ نام بتاتے ہوئے چلا گیا اور میں بھی محل میں آگئی۔ کاشان کو اپنی محبت نہیں مل سکتی تھی اس لیے اس نے بادشاہ کے خلاف طاقتیں اکھٹی کرنا شروع کر دی وہ اپنے ملک کا ظالم اصول توڑنا چاہتا تھا بغاوت اس میں کوٹ کوٹ کر بھر گئی میں بھی واپس آگئی۔

ایک دن آکاش زمین پر آیا مجھ سے ملنے۔ بادشاہ کو پتہ چل گیا وہاں پر میں تھی آکاش اور بادشاہ تھا۔

آکاش تم مجھے قتل کرنے پر مجبور کرتے ہو کیوں ۔وہ غصہ سے کانپنے لگا۔

آپ کیوں ہیں محبت کے۔ میں نے ہمت کی

کیوں کہ مجھے بھی تو میری محبت نہیں ملی اور میں نے قسم کھائی تھی کبھی کسی کو ملنے نہیں دوں گا اس باتوں میں بے چارگی اور آنکھوں میں انتقام تھ ۔آکاش تھر تھر کانپ رہا تھا

ہمیں معاف کر دیں اور اسے چھوڑ دیں اب کی بار مجھے مار دیں۔ آکاش نے التجا کی۔

نہیں میں اپنی قسم نہیں توڑتا۔ اس سے بہتر ہے مجھے مرجانا قبول ہے مجھ سے جنگ کرو جو جیتا وہ سکندر۔ بادشاہ نے کہا اور میدان میں اترا۔ میں ایک طرف کھڑی تھی اور دعا کر رہی تھی کہ کاشان آجائے۔ پہلا حملہ بادشانہ نے کیا۔ اس نے آگ کا گولہ آکاش کی طرف پھینکا۔ بدلے میں آکاش نے بھی پھینکا۔

جو بادشاہ کے کندھے کو چھوتا ہوا گزر گیا ابھی یہ لڑائی شروع تھی کہ ایک نیلی روشنی آئی اور بادشاہ کے سینے میں تیری طرح لگی۔

میں اپنی قسم نہیں توڑتا۔ غزل اب تو تڑپو گی نیچے گرتے گرتے بھی اس نے ساری طاقت جمع کی اور آگ کا سرخ گولہ آکاش کی طرف پھینکا۔ جو اس پر پڑا وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکا اور۔۔۔ میں بھی اس کی طرف بھاگی بادشاہ کو مارنے والا کاشان تھا میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے کاشان بھی سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

کہا تھا ناں چھوڑ دو سراب کے پیچھے بھاگنا۔ یہ چاہت کسی کو نہیں ملتی میں نے اپنا سارا ملک ختم کر دیا ہے اور اب میں بھی مزید زندہ نہیں رہ سکتا۔ کیوں کہ محبت کے بغیر تو پرندے بھی نہیں جی سکتے بادشاہ بھی مرا تو محبت کے پیچھے آکاش مرا تو محبت کے پیچھے اور اب کاشان مرے گا تو بھی محبت کے پیچھے وہ بولے جا رہا تھا۔ اور پھر اس نے آکاش کی لاش اٹھائی اور ایک طرف چل دیا۔ پھر اس کے بعد میں بھی دو ماہ کومے میں رہی پل پل اس کا چہرہ مجھے تڑپاتا رہا وہ سارے تو محبت میں سچے تھے ایک مجھے ہی موت نہ آئی۔

اصول محبت میں تم خود بھی بے وفا ہو
وہ جو بچھڑا تو تم مر کیوں نہ گئے۔

مجھے یہ سوال بڑا تنگ کرتا ہے کہ کیا واقعی میری محبت میں سچائی نہیں تھی شاید نہیں نہیں تو کیوں نہیں۔ میں نے کون سا تھوڑا چاہا تھا اسے یار ایسا کیوں ہوا کہ وہ مر گیا اور میں یہ عذاب جھیلنے کے لیے اکیلی رہ گئی اس کا چہرہ اب بھی میری آنکھوں میں ابر بن کر رہتا ہے جس کا کام بھی برسنا ہے۔

آنکھیں ہزار صبر کی کوشش کے باوجود
رک رک کر بار بار برستی ہیں آج بھی
اس نے بھی غلاموں کی صفوں میں ہمیں رکھا

اس دل پہ کبھی جس نے حکومت بھی نہیں کی
الفت تو بڑی بات ہے ہم سے تو سر شہر
لوگوں نے کبھی ڈھنگ سے نفرت بھی نہیں کی

پلیز مجھے بتائیں کہ آخر کیوں میں زندہ ہوں کیا میری محبت میں سچائی نہیں تھی واقعی۔ اب یہ سوال میں آپ لوگوں پر چھوڑ رہی ہوں۔

انیلہ غزل۔

میری ساری زندگی
محبتوں کی تلاش میں گزری
اس راہ گزر پر ہاتھ لہولہان
اور وجود ریزہ ریزہ
یہ دکھ میں ہنس کر سہہ لیتا
اگر سچی محبتیں
اپنی عظمتوں کے مقام پر ملتی
دکھ یہ پہنچیں کہ محبتیں نہ ملیں
غم یہ رہا رشتوں نے اپنا مان کھو دیا

عاصم ناصر، سرگودھا

میں سوچتا ہوں
تیرا یہ محبت سے پیش آنا
میرے غموں پہ اداس ہونا
میری خوشیوں میں شریک ہونا
میں روٹھ جاؤں مجھے منانا
نظر نہ آؤں بے سکون ہونا
کہیں تیری عادت تو نہیں
میں شکی لڑکا لف ایسا ہوں
کہ کہیں بھی تیری محبتوں میں
کبھی بھی کمی ہوئی
تو میں تجھ سے شکوہ کیے بنا
تمام بندھن توڑ دوں گا
اور کوئی وجہ بھی نہیں سنوں گا

عاصم ناصر، سرگودھا

غزلیات

غزل

دل دے کر کسی سے تو پیار نہ کرنا
مر مٹ جائے گا زندہ کسی سے اقرار نہ کرنا
دنیا ہے اک جوگ اور تو اس کا اک جوگی
کسی زہریلی ناگن کا تو اعتبار نہ کرنا
پھول تو ہوتے ہیں بہار کے اور تو اک مالی
ایسے مہمان پھولوں کا تو بیوپار نہ کرنا
ظالم ہے اس بے وفا زمانے کی نظریں
کسے کی نظر سے گر کر خود کو شرم سار نہ کرنا
مطلب کے لوگ اور مطلبی ہے زمانہ
ان کے جال میں پھنس کر پیار نہ کرنا
لاکھ آئیں گی بہاریں دن دو یا دن چار
اپنے دل کو اشفاق کسی پھول کا طلب گار نہ کرنا

رانو اشفاق علی۔ٹنڈو آدم

غزل

یوں دل نے حوصلہ ہارا کب تھا
اچھی حالتوں میں ہمارا ستارا کب تھا
لازم تھا گزرنا زندگی سے
بن زہر پیئے گزارہ کب تھا
کچھ پل لے اور دیکھ سکتے
اشکوں کو مگر گوارہ کب تھا
ہم خود بھی جدائی کا سبب تھے
اس کا ہی قصور سارا کب تھا
اک نام پر زخم کھل اٹھے تھے
قاتل کی طرف اشارہ کب تھا
آئے ہو تو روشنی ہوئی ہے
اس بام پر کوئی تارا کب تھا

سید نزاکت صداقت بخاری۔ کوٹلہ شیر محمد

غزل

مجھ کو چھوڑ کے جانے والے
تم نے لیا کیا میرا نام
کیوں یہ پلکیں بھیگیں آخر
کیوں چھلکا یہ دل کا جام
چاہے مریں اور چاہے جئیں ہم
ہر دم دونوں ساتھ رہیں
کچھ بھی بیتے اس جیون میں
ہاتھ میں میرے تیرا ہاتھ رہے
کیسے چلے پھر چھوڑ کے آخر
یہ محفل یہ صبح شام
میرے دل کا ایک صنم
دنیا کے لاکھوں اصنام

ایم وقاص علی۔ احمد پور سیال

غزل

خزاں کے موسم میں گلاب چھوڑ گیا
زندگی بھر کا میرے لئے عذاب چھوڑ گیا
وہ میری قربتوں کا ہمسفر جب گیا تو
تنہائیوں پہ لکھی ہوئی کتاب چھوڑ گیا
ضروری نہیں ہر کسی کو ملیں محبتیں
کیا تھا کیا سوال اور کیا جواب چھوڑ گیا
ساری زندگی وہ پڑھتا رہا دوسروں کے چہرے
جس میں تھا ذکر میرا وہ باب چھوڑ گیا
آس تھی جس شخص سے مجھے زندگی کی
وہی آنکھوں میں ٹوٹے ہوئے خواب چھوڑ گیا

یہ جھوٹ ہے کہ اس سے کچھ ملا نہیں
یادیں وہ اپنی بے حساب چھوڑ گیا

عماد شوکت۔ آزاد کشمیر

مزاحیہ غزل

ارے بیگم تو نے کیوں چمٹا اٹھا رکھا ہے
پڑوسیوں کیساتھ مرغا بنا رکھا ہے
پہلے ہی برتن دھوئے ہیں میں نے بہت
یہ حلوہ تم دیگچی میں کیوں بنا رکھا ہے
ارے خدا کے لئے چپ ہو جاؤ بیگم
تمہاری آواز سے میرا سر پھٹا جا رہا ہے
خدا کی قسم اب تیرا حکم بجا لاؤں گا
کیوں ہاتھوں میں ڈنڈا اٹھا رکھا ہے
ارے کپڑے نیچے کیوں پھیلا رہی ہو
اوپر چھت پر جو تار لگوا رکھا ہے
ارے بیگم کچھ تو خیال کر کپڑوں کا
داغوں سے بھرا ہے تیرا جوڑا
تنگ آ گیا ہوں صابن رگڑ رگڑ کر
سرف ایکسل کہاں چھپا رکھا ہے

محبت خان آفریدی۔ ہدووالی

ہم کو تم سے پیار ہے

تیری آنکھوں کے سمندر میں ڈوبے رہیں ہم
ہم کو تم سے پیار ہے کیسے یہ کہیں ہم
ہونٹوں پہ بات آ کر رک جاتی ہے
دھڑکن دل کی تیز ہو جاتی ہے
آنکھیں جھلکنے لگتی ہیں
موسم بدل جاتا ہے
کلیاں کھل سی جاتی ہیں
سانسیں مہک اٹھتی ہیں

ہونٹ لرز جاتے ہیں
زبان کچھ کہنا چاہتی ہے
مگر کچھ کہہ نہیں پاتی ہے

ثمران جاوید۔ گوجرانوالہ

غزل

آپ سے پیار ہوتا جاتا ہے
کام دشوار ہوتا جاتا ہے
کیا خبر ہوش ہے کہ مدہوش
کوئی آزار ہوتا جاتا ہے
عقل کی مستقل حفاظت سے
عشق بیمار ہوتا جاتا ہے
اب تو بلوایئے طبیبوں کو
دل کا آزار ہوتا جاتا ہے
کیا کریں موت کا علاج ثمران
زیست سے پیار ہوتا جاتا ہے

ثمران جاوید۔ گوجرانوالہ

غزل

ان زرات ریت سے تیری تصویر بنا ڈالوں کہو نا
خود کو خود سے بھلا ڈالوں کہو نا
ہیں تصویریں بے جان رنگ بولتے ہیں
تصویروں کے پیچھے بھید کھولتے ہیں
کاش کہ تصویر جاناں میرے پاس بھی ہو
خود کو تجھ میں چھپا لوں کہو نا
مصور تو تصویر بنا ہی لیتے ہیں
نہ بھولنے والے چہروں کو چھپا ہی لیتے ہیں
تصور تصور ہے مصور اس صنم
تم کو اپنا خدا بنا لوں کہو نا

ثمران جاوید۔ گوجرانوالہ

غزل بے خبر S کے نام

تیری یاد بن کے کانٹے جگر میں اتر گئے
جو یادوں کو سمیٹا تو پھر خود بکھر گئے
دے کر ہمیں یادیں تم خود ہو گئے رو پوش
اور دل کو درد دے کے تم جانے کدھر گئے
ہر پل ہے اذیت ہر سو ہے جدائی
کرتے ہیں تجھے یاد یہ نیناں بھر گئے
راتوں کو ستاتی ہے تیری یاد کی پروائی
تیری یاد کے سہارے وہ دن بھی گزر گئے
تم کو بھلانے کی کی تھیں کوششیں ہزار
پر یادوں کے حسیں پھول اور بھی نکھر گئے
کہنے کی کوئی بات دل میں ہی رہ گئی
لو کہتے ہیں یہی بات ہم تم پر ہی مر گئے
بس یادیں ہی کمائی ہیں ان کے پیار میں اے جان
رکھنا انہیں سدا پھر تم تو جدھر گئے

نعیم جان۔ پشاور بورڈ

غزل

بے وفا کو اپنی داستان سناؤں کیسے
زخم دل کے تجھ کو دکھاؤں کیسے
نشیمن پر بجلی گرا دی تو نے
یہ بات میں تمہیں سناؤں کیسے
تو قاتل ہے میرے پیار کی
تیری یادوں کو دل سے بھلاؤں کیسے
تو کب تک تڑپائے گی سنگدل
دل ورق تیرا نام مٹاؤں کیسے
ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہیں ہر سو
میں تجھ کو اپنا پیغام پہنچاؤں کیسے
زخموں پر مرہم اثر کرتی نہیں رجب
یہ بات میں تجھ کو سمجھاؤں کیسے
آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے مجھ کو سمجھانے کے بعد
انسان کتنا مجبور ہوتا ہے دل لگانے کے بعد

وزیر علی

غزل

نہ جانے کیوں دل توڑ گیا وہ
کیوں ہم سے کیوں موڑ گیا وہ
دل کی حسرت دل میں رہ گئی
اتنی جلدی چھوڑ گیا وہ
میں تو کھویا تھا سپنوں میں
اور مجھے جھنجوڑ گیا وہ
اپنا دل تو آئینہ تھا اک
اور بے دردی توڑ گیا وہ
ان دیواروں اور یادوں سے
میرا ناطہ جوڑ گیا وہ

وزیر علی

غزل

میں نے تجھے چاہا تجھے چاہتا رہوں گا
تم سے پیار کیا ہے تجھ سے پیار کرتا رہوں گا
تم بھلانا چاہو تو بھلا نہ سکو گے صنم
میں ہر وقت تجھے یاد کرتا رہوں گا
دل تجھے دیا ہے اس دنیا میں
مرتے دم تک تجھے پکارتا رہوں گا
زخم جتنے بھی لگے اس دل میں
مسکرا مسکرا کے سہتا رہوں گا
اپنے بھی پرائے ہو جائیں مجھے فکر نہیں
مگر میں آپ کو اپنا بناتا رہوں گا
توں شمع ہے میں پروانہ ہوں زیڈ

تیری جدائی کی آگ میں جلتا رہوں گا کرجا نئے تو عذاب ہے

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

قیدی گل نواز - بلوچستان

لوگ کہتے ہیں

لوگ کہتے ہیں
دھیرے دھیرے وقت
ہر زخم کو بھر دیتا ہے
تم بھی لوگوں کی کہی
باتوں میں آجاتی ہو
ایک لمحے کیلئے
متحمل ہو کے سوچتی ہوگی
شاید میرے بچپن کا وہ ساتھ
وہی پاگل لڑکا
وہ بھی اب بھول گیا ہوگا
مجھے لوگ کہتے ہیں کہ
دھیرے دھیرے وقت
ہر زخم کو بھر دیتا ہے
بے سبب اپنی جفاؤں پہ
پشیمان نہ ہو
لوگ کہتے ہیں
مگر ایسا ہوتا تو نہیں

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

غزل

یہ سرد ہے تو برف ہے
جو گرم ہے تو آگ ہے
چھڑے تو ایک غزل ہے
یہ بجے تو ایک ساز ہے
ملے تو بس جنوں جنوں
جو نہ ملے تو فقط جنوں
گر سوچئے تو خواب ہے

وقت

گزر ہی جاتا ہے
لمحہ بہ لمحہ
وقت کی باہیں
ان لمحات
کو اپنے اندر بھینچ
لیتی ہے

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

پیاسا ہوں مگر دھوپ کی چاہت ہے
سفر میں
سائے میں چلوں تو مجھے دریا نہیں ملتا
سب عکس ادھورے ہیں کہ سب آئینے جھوٹے
زخمی ہے بدن اور مسیحا نہیں ملتا

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

میں اور میری تنہائی
دونوں سکھ دکھ کی
سہیلیاں ہیں
جب درد حد سے گزر
کر آنکھوں سے
بہنے لگتا ہے
تو میری ساتھی تنہائی
اپنی باہیں پھیلا کر مجھے
اپنی آغوش میں سمیٹ
لیتی ہے

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

ممکن ہو آپ سے تو بھلا دیجئے مجھے
پتھر پہ ہوں لکیر مٹا دیجئے مجھے
ہر روز مجھ سے تازہ شکایت آپ کو

میں کیا ہوں اک بار بتا دیجئے مجھے

ساجدہ یعقوب گھونکی سندھ

غزل

یہ سوچ کر ہم حسرت بھری راہوں میں رہے
اے کاش کہ تو ہر وقت میری بانہوں میں رہے
محبت بھی تو کسی جرم سے کم تو نہیں ہے
چھپ چھپے تو ہر وقت میری نگاہوں میں رہے
ہر گھڑی گنگناتے ہیں تیرے پیار کے نغمے ایس
بے درد تو ہر وقت میری آہوں میں رہے
یا کچھ نہیں کیا تیرے پیار کی خاطر S
ہم ہر وقت تیرے پیار کے گناہوں میں رہے
آئینہ ہے تو اسے ٹھوکر نہ لگ جائے کہیں
ہر وقت وہ میرے دل کی پناہوں میں رہے

شکیل احمد۔ کراچی

غزل

ہم بڑی دور سے آئے ہیں تمہاری خاطر
دل کے ارمان بھی لائے ہیں تمہاری خاطر
ہم نے دریا بھی بہائے ہیں تمہاری خاطر
ہم نے سحر جگائے ہیں تمہاری خاطر
ہم نے ارمان لٹائے ہیں تمہاری خاطر
دوست ہم لوٹ کر آئے ہیں تمہاری خاطر
پیار محبت ہوتی ہے کیا پتہ نہ تھا ہمیں
ہاں دل دھڑکا ہے آج صرف تمہاری خاطر

شکیل احمد۔ کراچی

چاہت

مجھے تجھ سے فقط چاہت ہے اتنی
صحرا کو ریت سے جتنی
جیسے ساگر کو لہروں سے
جیسے پھولوں کو خوشبو سے
مجھے تجھ سے فقط چاہت ہی اتنی
پیاسی دھرتی کو بارش سے جتنی
جیسے آسمان کو ستاروں سے
انسان کو زندگی سے
مجھے تجھ سے فقط چاہت ہے اتنی
نیند والوں کو راتوں سے جتنی
جیسے سورج کو روشنی سے
جیسے دریا کو پانی سے
مجھے تجھ سے فقط چاہت ہے اتنی
دل والوں کو دل لگی سے جتنی
جیسے آنکھوں کو نور سے
میرے دل کو تم سے
بس مجھے تم سے فقط چاہت ہے اتنی
جیسے دنیا والوں کو پیسوں سے جتنی

شکیل احمد۔ کراچی

اچھا لگتا ہے

تمہارے بارے میں ہر وقت سوچنا اچھا لگتا ہے
ہر پل صرف تم کو دیکھنا اچھا لگتا ہے
جب رات کی تاریکی پھیل جاتی ہے ہر سو
اکیلے میں تم سے صرف تم سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے
کھوئے رہتے ہیں گزرے ہوئے لمحوں میں ہم
تمہاری یادوں میں گم سم رہنا اچھا لگتا ہے
تمہارے آنے کی جب خبر نہیں ملتی مجھ کو
تمہارے بارے میں سب سے پوچھنا اچھا لگتا ہے
تمہیں پانا ناممکن ہے زندگی میں مگر
پھر بھی تمہارے سپنے دیکھنا اچھا لگتا ہے

شکیل احمد۔ کراچی

خیال

رات کے اس دو بجے پہر
سبب کیا ہے بے تابی کا
دل کی نظر سے دیکھوں شاید
یا پھر
اس نے نیند میں کروٹ بدل کر
میرا نام لیا ہے تنزی!

شاہد محمود دانش۔جھنگ صدر

نظم

ہم تم بن ایسے جیتے ہیں
جیسے زہر پیالہ پیتے ہیں
جیسے غم بادل سا چھایا ہو
آنسو کی صورت بارش ہو
ہم ہر وقت یہ آہیں بھرتے ہیں
ہم تم بن مرتے رہتے ہیں
تیری یادوں کو جب چھیڑا ہو
پھر اس نے ڈالا گھیرا ہو
تیری یاد میں گھوم پھرتے ہیں
ہم تم بن مرے رہتے ہیں
چاہے دنیا ساری اپنی ہو
پر تم نہ ہو تو کچھ نہ ہو
ہر وقت صدا یہ کرتے ہیں
ہم تم بن مرتے رہتے ہیں
ہم تم بن ایسے جیتے ہیں
جیسے زہر پیالہ پیتے ہیں

ابن رفیق

کبھی ہم بھی خوفناک لیا کرتے تھے
ایک دن میں سارا پڑھا کرتے تھے
کبھی چھیڑتے تھے یاسمین کو تو
کبھی خوشبو سے لڑا کرتے تھے
دیکھ کر اپنے خط اور کہانیاں
بہت ہی خوش ہوا کرتے تھے
اپنا پسندیدہ رسالہ آنے کا دوستو!
پورا مہینہ انتظار کیا کرتے تھے
تعریف کرنیوالوں سے ہوتے تھے خوش
تنقید کرنے والوں سے جلا کرتے تھے
کبھی عمران قریشی کو سراہتے تھے
تو کبھی امبر حسین سے گلہ کرتے تھے
خوبصورت حسین مناظر کی بجائے
ہم کو جن بھوت ملا کرتے تھے
شائع کروانے کی خاطر تحریریں خاموش
شہزادہ بھائی کی منتیں کیا کرتے تھے

سہیل احمد۔جھنگ

غزل

راتوں کے پہر میری آنکھوں کے سپنے نہیں دیتے
غیر دیتے ہیں پیار مجھ کو اپنے نہیں دیتے
کچھ ایسے حالات سے پڑا ہے واسطہ میرا
جو میرے خیالات کو پنپنے نہیں دیتے
دنیا چاہتی مجھے دیکھنا شکست خوردہ مگر
تجھ سے ملنے کے خواب مجھے تھکنے نہیں دیتے
جب بھی انتہائے اذیت پر پہنچتا ہوں کھینچ لیتے ہیں
دوست مجھے مزہ موت کا بھی چکھنے نہیں دیتے
میرا دل کا میری روح تک کو آزما لیتے ہیں مگر
اپنی ذات کے ایک پہلو کو بھی پرکھنے نہیں دیتے
وہ خود تو آرام سے چرا لیتے ہیں میرا دل خاموش
مگر اپنی ایک تصویر بھی مجھے نہیں دیتے

غزل

وہ بڑا رحیم و کریم ہے مجھے یہ صفت بھی عطا کرے
تجھے بھولنے کی دعا کروں تو میری دعا میں اثر نہ ہو
کبھی دن کی روشنی چوم کر کبھی چھو کر چاند کی روشنی
یونہی ساتھ ساتھ چلیں سدا کبھی ختم اپنا سفر نہ ہو

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

تجھے معلوم کیا ہوگا

تجھے معلوم ہے! فرقت کی شب کیسے گزرتی ہے
تجھے معلوم ہے! تنہائی سی روح میں کیسے اترتی ہے
تجھے معلوم ہے! خیرات آنکھیں آنسوؤں کی
کیسے کرتی ہیں!
تجھے معلوم ہے! خوابوں کی دنیا ٹوٹ کر کیسے بکھرتی ہے
تجھے معلوم ہے! سانسوں میں گرمی کیوں اترتی ہے
تجھے معلوم ہے! حرف دعا لب پر یکا یک کیوں ابھرتا
ہے
مگر جان وفا تجھ کو خبر کیسے ہوگی
کہ اول روز سے ویران تیرے دل کی دھرتی ہے
تیرے جذبات کی حس دل کے جذبوں سے مسکراتی
ہے
تیری سوچیں محبت کے تصور سے ہی ڈرتی ہیں
ایسے میں بتلا تجھے کیا معلوم ہوگا
تجھے معلوم ہوگا
فقط یادیں میری جاں زخم دل کے کیسے بھرتی ہیں
فقط اک نام پر دل کی دھڑکن کیوں ٹھہرتی ہے
فقط اک یاد سے شامیں کسی کی کیوں سنورتی ہیں
فقط اک نام کی رٹ ہونٹوں پر کیسے ابھرتی ہے
تجھے معلوم کیا ہوگا یہ من پر کیوں گزرتی ہے
تجھے معلوم کیا ہوگا!
تجھے معلوم کیا ہوگا!

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

اگر کبھی میری یاد آئے

اگر کبھی میری یاد آئے
تو چاند راتوں کی نرم دلگیر روشنی میں
کسی ستارے کو دیکھ لینا
اگر وہ نخل فلک سے اڑ کر
تمہارے قدموں میں آ گرے تو
یہ جان لینا' وہ استعارہ تھا میرے دل کا
اگر نہ آئے
مگر یہ ممکن ہی کس طرح ہے
کہ تم کسی پر نگاہ ڈالو
تو اس کی دیوار جاں نہ ٹوٹے
وہ اپنی ہستی نہ بھول جائے
گرید کرتی ہوا کی لہروں پہ ہاتھ رکھنا
میں اس قطروں کے آئینوں میں تمہیں ملوں گا
مجھے گلابوں کی پتیوں میں تلاش کرنا
میں خوشبوؤں میں تمہیں ملوں گا
اگر ستارون میں اوس کے قطروں میں
خوشبوؤں میں نہ پاؤ مجھ کو
تو اپنے قدموں میں دیکھ لینا
میں گرد ہوتی مسافتوں میں ملوں گا
کہیں یہ روشن چراغ دیکھو تو سمجھ لینا
کہ ہر پتنگے کے ساتھ میں بکھر چکا ہوں
تم اپنے ہاتھون سے ان پتنگوں
کی راکھ دریا میں بہا دینا
میں خاک بن کر سمندروں میں سفر کروں گا
کسی ان دیکھی ہوئے جزیرے پہ
رک کر تم کو صداؤں میں یاد رکھوں گا
سمندر کے سفر پہ نکلوں تو
اس جزیرے پہ ضرور اترنا

زاھد اقبال سحر ۔ سمندری

گلاب

سنو جاناں
محبت کرنے والے
آج کے دن ایک دوجے کو
گلابوں کے حسین تحفے تھماتے ہیں
میرے آنچل میں لیکن
پھول تو کوئی نہیں۔ جو تجھ کو میں بھیجوں
مگر
سب سے حسین سوغات ہے جو پاس میرے
وہ تمہارے نام کرتی ہوں
سنو جاناں
میرے ہونٹوں کے یہ جلتے گلاب
آج سے......
سمجھو......
تمہارے ہیں

زاھد اقبال سحر۔ سمندری

ماں

آج میں روئی تو بے انتہا روئی
مگر اچانک
میری سماعت سے ایک آواز ٹکرائی
کہ میں جتنا بھی رو لوں
جتنی دیر بھی رو لوں
مگر مجھے کوئی نہیں یہ کہے گا
کہ چپ ہو جاؤں
کیونکہ اب میری
ماں نہیں ہے

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

چلو پھر سے

چلو پھر سے اجنبی بن
جائیں ہم دونوں
کہیں یہ نہ ہو کہ یہ
تعارف روگ بن جائے
ہماری زندگی کا

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

ہمیں اب بچھڑ جانا چاہئے
خوابوں کو اب بکھر جانا چاہئے
شب ہجراں کا آخری پہر ہے اب تو
وصل حج کو اب نکھر جانا چاہئے
آج تو اس نے بھی آنے کا وعدہ کیا ہے
الجھی ہوئی زلفوں کو اب سنور جانا چاہئے
بن دروازہ دیکھ کر کہیں لوٹ نہ جائے وہ
شام ڈھلے اب گھر جانا چاہئے
راستوں کے نشاں تک مٹ گئے ہیں
بتاؤ فضا اب کدھر جانا چاہئے

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

میں کیا تھی اس نے مجھے کیا بنا دیا
دکھ میں بھی مجھے ہنسنا سکھا دیا
وہ جو عمر بھر ساتھ چلنے کا وعدہ کرتا تھا
اس نے تو چند لمحوں میں ہی بھلا دیا
لہو دے کر اپنا کیا تھا جسے روشن میں نے
اسی چراغ نے میرے گھر کو جلا دیا
کتنی شدت تھی میری محبت میں

سہیل احمد۔ جھنگ

غزل

آس کے سورج کو ڈھلتے دیکھا ہے
ہر موڑ پر اپنوں کو بدلتے دیکھا ہے
تجھے اپنی اذیت کیا بتائیں ہم
کئی بار اپنے دم کو نکلتے دیکھا ہے
تیرے ساتھ تو دیکھی ہیں بہاریں مگر
تیرے ہجر میں زندگی کو جلتے دیکھا ہے
جب سے تم ملے ہو تب سے ہم نے
گرتے ہوئے خاموش کو سنبھلتے دیکھا ہے

سہیل احمد۔جھنگ

غزل

حرف بد نکلا منہ سے تو دعا ہوا
تو نے کہا تو جھوٹ بھی مذاق و صفا ہوا
تیری نظر سے پڑی جان صحراؤں میں
تیری ایک اداء سے۔ موسم دلربا ہوا
نہیں تھا تو کچھ بھی نہیں تھا ہمیں
ہجوم ہوا عشق تو پھر بے انتہا ہوا
سامنے میرے بڑھ گئے اندھیرے اور
روشن میرے پیچھے پھر ایک دیا ہوا
پھر ہنس دیئے گل و لالہ پیار لئے
لگتا ہے پھر کوئی کسی سے۔ جدا ہوا
ڈیرے جما لئے پھر آہوں نے
پھر کسی دل کا حال برا ہوا
پھر کوئی کشتی بھنور میں گھری خاموش
پھر کوئی شخص بے آسرا ہوا

سہیل احمد۔جھنگ

غزل

محبت اس سے انتہا کی رکھتے ہیں
خبر ہر دم اس دلربا کی رکھتے ہیں
تاڑ لیتے ہیں پیار کو پردوں کی آڑ میں
نظر تیرے شہر کے لوگ بلا کی رکھتے ہیں
اگر وہ رکھتا ہے دشت تنہائی میں گھر
تو جاگیر ہم بھی صحرا کی رکھتے ہیں
ہوتے نہیں مایوس تیری بے رخی سے
امید ہر دم تیری رضا کی رکھتے ہیں
ہو گئے ہیں عشق میں اگرچہ فرعون
صفات مگر ہم خدا کی رکھتے ہیں
حضرت خاموش بھی پاگل ہیں۔ پیار کے بغیر
خواہش صرف اور صرف فنا کی رکھتے ہیں

سہیل احمد۔جھنگ

اُتر گیا

شروع شروع میں میں نے سوچا تھا
کہ یہ عشق کا بھوت بس
چند دنوں میں
اتر جائے گا
اور واقعی ہی یہ اتر گیا مگر
جانتے ہو کہاں اترا...... ہاں روح میں

سہیل احمد۔جھنگ

غزل

تمہیں دل سے بھلاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
کوئی سپنا سجاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تمہاری یاد اب دل کو بہت بے چین کرتی ہے
مگر تم کو بھلاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

تم ہی ہو زندگی میری کہا تھا تم نے یہ ہم سے
اب بیگانہ تم کو پاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
دن کیسے گزر رہے ہیں پوچھا تھا یہ خط میں اس نے
اوردن کیسے گزر رہے ہیں یونہی جب سوچ جاتی ہوں آنکھیں بھیگ جاتی
ہیں
میں جلتی آنکھوں سے ہنس ہنس کے پاگل ہو بھی جاؤں تو
ستم یہ خود پہ ڈھاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تمہارا غم میں ہنس کے جھیل لوں لیکن میرے ہمدم
اسے دل میں چھپاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
کبھی تو لوٹ کے ہی آؤ گے اس نگری میں تم اک دن
دیئے ہر شب جلاتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
رخسار مدحت۔ لاہور

محبت مر نہیں سکتی

ہزاروں دکھ پڑیں سہنا محبت مر نہیں سکتی
ہے تم سے بس یہی کہنا محبت مر نہیں سکتی
تیرا ہر بار میرے خط کو پڑھنا اور رو دینا
میرا ہر بار لکھ دینا محبت مر نہیں سکتی
کیا تھا ہم نے شب ہجر میں اک حسین وعدہ
بھلے ہم کو پڑے مرنا محبت مر نہیں سکتی
پرانے عہد کو جب زندہ کرنے کا خیال آئے
مجھے بس اتنا لکھ دینا محبت مر نہیں سکتی
وہ تیرا ہجر کی شب پھول رکھنے سے ذرا پہلے
بہت روتے ہوئے کہنا محبت مر نہیں سکتی
اگر ہم حسرتوں کی قبر میں دفن ہو جائیں
تو یہ کتبوں پہ لکھ دینا محبت مر نہیں سکتی
پرانے رابطوں کو پھر نئے وعدوں کی خواہش ہے
ذرا اک بار تو کہنا محبت مر نہیں سکتی
گئے لمحات فرقت کے کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں
وہ پہروں ہاتھ پہ لکھنا محبت مر نہیں سکتی
زاہد اقبال سحر۔ سمندری

نندیا روٹھ گئی

آئی جب بھی رات تو نندیا روٹھ گئی
چھائی جب برسات تو نندیا روٹھ گئی
چاند ہوا خاموش ستارے ڈوب گئے
تم نے تھاما ہاتھ تو نندیا روٹھ گئی
دور ہوئے تم جب بھی سانسیں ڈول گئیں
پیار کی جب کی بات تو نندیا روٹھ گئی
کیسا سندیسہ ان کو ہوائیں دے آئیں
بات سے الجھی بات تو نندیا روٹھ گئی
چاہت یاد سے آنکی راتیں بھاری ہیں
ہوئے ہیں یوں حالات تو نندیا روٹھ گئی
زاہد اقبال سحر۔ سمندری

خوشبو

عکس خوشبو ہوں بکھرنے سے نہ روکے کوئی
اور بکھر جاؤں تو مجھ کو نہ سمیٹے کوئی
کانپ اٹھتی ہوں یہی سوچ کر تنہائی میں
میرے چہرے پہ تیرا نام نہ پڑھ لے کوئی
میں تو اس دن سے ہراساں ہوں کہ جب حکم ملے
خشک پھولوں کو کتابوں میں نہ رکھے کوئی
اب تو اس راہ سے وہ شخص گزرتا بھی نہیں
اب کس امید پہ دروازے سے جھانکے کوئی
کوئی آہٹ کوئی چاپ کوئی آواز نہیں
دل کی گلیاں بڑی سنسان ہیں آئے کوئی
زاہد اقبال سحر۔ سمندری

غزل

کبھی یوں بھی آ میری آنکھ میں میری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو

وہ زمین تھی میں نے اسے آسمان بنا دیا
جنون عشق میں کافر ہو گئی تھی فضا
اک انساں کو خدا سے ملا دیا

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

ساتھ چلتے ہوئے بھی جدا رہے
وفا کر کے بھی ہم بے وفا رہے
ہجوم کیسا ہوتا ہے کبھی دیکھا نہیں
تنہا تھے ازل سے تنہا رہے
کس کس کو سجدہ کرتے ہم بھی بھلا
ہمارے قریب تو بہت سے خدا رہے
اس نے گھر جلا دیا تھا ہمارا
ہم تھے کہ ڈھونڈتے روشنی کے لئے دیا رہے
خود کو مار دیا اس کی خوشی کے لئے
یہ آرزو ہے کہ سدا اس کی بقا رہے
آج اگر اجنبی ہو گئے ہیں ایک دوسرے کیلئے تو کیا ہوا
فضا برسوں پہلے ہم بھی آخر آشنا رہے

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

اپنی پیاری دوست عصمت طاہرہ کے نام

میں روٹھوں تو مجھے منانا تم
وعدہ کر کے کبھی مجھ سے نہ مکر جانا تم
دھوکے کھائے ہیں میں نے بہت
میرے خلوص کو کبھی نہ ٹھکرانا تم
اپنا لہو دے کر روشن کیا ہے اسے میں نے
اس دوستی کی شمع کو کبھی نہ بجھانا تم
منسوب کرتی ہوں میں تیرے نام اپنے جذبے
عصمت میرے جذبوں کی توقیر کر دکھانا تم
مرنے کے بعد یاد رکھیں ہماری دوستی کو زمانے والے
عصمت اس دوستی کو اپنی زندہ مثال بنانا تم

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

یہ فخر تو حاصل ہے میرے ساتھ چلے ہیں
وہ بھی کسی کی یاد میں اب تک تو جلے ہیں
دل دے کر کسی کو تو جلنا ہے مقدر
سوچا تھا خزاؤں میں کبھی پھول کھلے ہیں
اس نے تو اپنی زیست کی روداد ہے کہی
کتنے خورشید تھے سوتی میں ڈھلے ہیں
لیک کو بجھا کے تم یہ سمجھتے ہو بجھ گئے
ہم گردش زمانے کی سی چال چلے ہیں
ان کا دیدار دل ناداں پہ بوجھ تھی
ان کو خبر نہ تھی وہ مدتوں بعد ملے ہیں
آگ میں رکھ کر کاغذ کا ٹکڑا اس نے فرمایا
ہم بھی کسی کی یاد میں ایسے ہی جلے ہیں

ممتاز حسین بوٹو۔ سکردو

غزل

کبھی یوں بھی آ میری آنکھ میں کہ میری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو
وہ بڑا رحیم وکریم ہے مجھے رفعت بھی عطا کرے
مجھے بھولنے کی دعا کرو مگر اس دعا میں اثر نہ ہو
کبھی دن کی دھوپ میں جھوم کر کبھی شب کے پھولوں کو چوم کر
جونہی ساتھ ساتھ چلیں سفر سدا کبھی ختم اپنا سفر نہ ہو
میرے پاس آ میرے پاس آنے والا اور دل کے قریب آ
تجھے دھڑکنوں میں بسالوں میں کہ بچھڑنے کا ڈر نہ ہو

یٰسین خان۔ نور پور

غزل

تو مجھے چاہے ایسی قسمت کہاں تھی
کہاں میں کہاں تو یہ نسبت کہاں تھی
تیری بے رخی سے بے دل مضطرب تھا
میرا حال جانے یہ فرقت کہاں تھی
میری چاہتوں کی تجھے خبر کیا ہو
تو سوچ مجھے تیری فطرت کہاں تھی
تجھے اپنے من سے نکالوں تو کیسے
میں پا لوں تجھے یہ سعادت کہاں تھی
جو بن جاتا میرا ہمسفر کہیں تو
بھلا ایسی اپنی قسمت کہاں تھی
جو سن کے تو نے نگاہیں جھکا لیں
یہ نوحہ تھا میری شکایت کہاں تھی
تو جو کچھ بھی تھا اک وہم تھا صباء کا
فریب نظر تھا حقیقت کہاں تھی

یسین خان۔ نور پور

نظم

یہ آنکھیں بھی تو چہرہ ہیں
آئینہ بھی ہیں دریا بھی
زباں بھی یہی قلم بھی
خوشی اور غم کی پیم ترجمان آنکھیں
بظاہر چپ، اصل میں بولتی آنکھیں
مگر دنیا بھلا کب جانتی ہے آنکھوں کے دکھ کو

یسین خان۔ نور پور

غزل

گل تیرا رنگ چرا لائے ہیں گلزاروں میں
جل رہا ہوں بھری برسات کی بوچھاروں میں
مجھ سے کترا کے گزر جا اے جان حیا
گل کی لو دیکھ رہا ہوں تیرے رخساروں میں
حسن بیگانہ احساس جمال اچھا ہے
غنچے کھلتے ہیں تو بک جاتے ہیں بازاروں میں
ذکر کرتے ہیں تیرا مجھ سے بعنوان جفا
چارہ گر پھول پرو لائے ہیں تلواروں میں
مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مغلوب کرو
میں تو شامل ہوں محبت کے گنہگاروں میں

یسین خان۔ نور پور

غزل

بہت چاہا تھا اسے وہ ملا ہی نہیں
لاکھ کوششیں کیں مگر یہ فاصلے مٹے ہی نہیں
جھولی پھیلا کر مانگا تھا خدا سے اسے
مگر خدا نے میری کسی دعا کو سنا ہی نہیں
ہر اک سے پوچھا سبب تیرے نہ ملنے کا
ہر اک نے بتایا وہ تیرے لئے بنا ہی نہیں
بڑی شدت سے چاہا تھا مگر تو کسی اور کا ہو گیا
شاید کہ اس جہاں میں وفا کا صلہ ہی نہیں

بلال ساغر۔ مانسہرہ

غزل

اے دیکھو ذرا آ کے اے چین سے سونے والے
کیسے روتے ہیں تیری یاد میں رونے والے
نہیں آیا میری میت پہ کوئی اپنا
میرے قاتل تھے میری لاش پہ رونے والے
تجھ کو آئے گی میرے لہو سے وفا کی خوشبو
میرے لہو سے چہرے کے نشاں دھونے والے
مجھے غیروں سے نہیں کوئی شکوہ
میرے اپنے تھے میری کشتی ڈبونے والے

سپاہی رانا اعجاز احمد۔ شکر گڑھ

انتقام

اگر مقدر تمہیں شکست کی ٹھوکر لگا دے
اور اگر تم لوٹ آؤ
تو میں تمہارے کمزور جسم سے انتقام کی بجائے
تمہاری شکست پر اپنے نام کی مہر لگا دوں گا
اور!
اپنی فتح کی مسکراہٹ تمہارے شکست خوردہ
ہونٹوں پر سجا دوں گا
اور سنو ......!
مایوس مت ہونا
میں تمہارے گرتے آنسوؤں کو
اپنے پوروں کے دامن میں سمیٹ لوں گا
اپنے برہنہ زخموں سے مت گھبرانا
میں تمہارے زخموں کو......
اپنی چاہتوں کی قبا میں لپیٹ لوں گا
یہی میرے ظرف کا امتحان ہوگا
اور سنو......!
یہی میرا انتقام ہوگا

ذکاء اللہ قریشی۔ کندیال

S کے نام

بڑی چاہت سے تجھے رب نے بنایا ہو گا
وہ مٹی زمین سے نہیں آسمان سے لایا ہو گا
جب بنائے ہوں گے یہ خوبصورت ہونٹ اس نے
وہ رنگ قوس قزح سے لایا ہو گا
جب بنائی ہوں گیں یہ خوبصورت آنکھیں اس نے
تو کئی بار حوض کوثر سے نہلایا ہو گا
جب بنائی ہوں گیں یہ گھنی زلفیں اس نے
وہ جنت کی حوروں سے لایا ہوگا
پھولوں اور کلیوں سے زیادہ نازک بنایا اس نے
چاند اور تاروں سے زیادہ حسین بنایا اس نے
جب بنا دیا تجھے اس نے حسن کا اک مجسمہ
تو تجھے دکھانے کے لئے فرشتوں کو بلایا ہو گا
جب اتار دیا تجھے اس نے عرش سے زمین پر
تب تو نے اپنے دیوانے کو بہت رلایا ہو گا

عمران اکرم۔ فیصل آباد

غزل پیار A کے نام

قسم کی قسم، قسم سے صنم
تجھ کو ہی چاہیں اور چاہیں گے ہم
کر لے یہ زمانہ چاہے کتنے بھی ستم
باز آنے والے نہیں ہیں ہم
اس زمانے کی ہمیں کچھ نہیں پرواہ
بس ہم کو تو ہے A تیرا ہی غم
تیرے لئے ہی جیئے جا رہے ہیں
قسم کی قسم قسم سے صنم
تم کو الفت نہ سہی صنم
چلو نفرت سے ہی کہہ دو آئی لو یو صنم
قسم کی قسم قسم سے صنم
تجھ کو ہی چاہیں اور چاہیں گے ہم

علی اکبر۔ عارفوالا

غزل

تلاش ہے مجھے ایسے دوست کی
کرے جو مجھ سے اپنے دل کی باتیں
جو رکھے مجھے اپنے حسین ارمانوں کی طرح
جو میرے خیال میں گزار دیں راتیں ساری
سمجھے جو میری بے چینی کو میرے دکھ درد کو
جو کر دے مجھ پر نچھاور اپنی چاہتیں ساری

ہر وقت جو کرے میرے ہی نام کا ورد
میرے نام سے وابستہ ہو جس کی محبتیں ساری
روٹھے نہ کبھی مجھ سے میری خطا پر
لٹا دے جو مجھ پر اپنی الفتیں ساری
رکھوں گا اسے اپنی آنکھوں میں سپنوں کی طرح
اس کے نام لکھ دوں گا میں اپنی زندگی ساری

محمد آصف۔ کنگن پور

تیرے نام

آج وہ مدت بعد آئی بھی
بس یہ کہنے
جاناں!
میرے سارے خطوط لوٹا دو
سب تصویریں، قلم، کتابیں
واپس کردو سارے تحفے
مجھ سے سب کچھ مانگنے والی
جاتے جاتے
میرے کمرے کی چوکھٹ پر
چھوڑ گئی ہے

شاھد محمود دانش۔ بانٹیانوالہ

اپنا آپ

کانٹے بہت تھے دامن فطرت میں تیری
کچھ پھول اور کچھ میرے ارمان بن گئے

محمد آصف۔ کنگن پور

معصوم

وہ مجھ سے اکثر پوچھتا ہے
اچھی لڑکی
اتنا زیادہ کیوں روتی ہو
اتنا تنہا کیوں رہتی ہو
اتنا اداس رہنا اچھا نہیں ہے
اجڑی اجڑی کیوں رہتی ہو
وہ کتنا معصوم ہے ناں؟

ستارا تبسم شیراز۔ پنڈی گجراں

وہ انجان سی لڑکی کچھ بھی نہیں لگتی شیراز
پھر نہ جانے کیوں اسی کی یاد میں آنسو بہاتا ہے دل
تم بھول بھی جاؤ یہ تم کو حق ہے ستارا
میری بات اور ہے میں نے تو محبت کی ہے
میں جس کے لئے پہروں اداس رہتا ہوں
شیراز وہ بھی مجھے ہی بے وفا سمجھتا ہے
کوئی پیار سے نہ دیکھے مجھ کو اب
سارے آنسو تو میں کب کا بہا چکا ہوں

ریاست علی شیراز۔ پنڈی گجراں

فرمائش

آخر ایک دن
اس نے مجھ سے کہہ ہی ڈالا
مجھ پر بھی ایک نظم کہو تم
ایسی نظم
کہ
جس میں
میرا نام نہ آئے
میں خود آؤں

اجمل فریاد۔ میرپور

آزاد نظم

مجھے محشر کے روز سر پر کوئی بادل نہیں لینا
مجھے اس دن اپنی کسی نیکی کا کوئی پھل نہیں لینا
تو سن مولا
سنا ہے تو اک محبت ہے

تو بھی اک محبوب رکھتا ہے
چلو ہم دونوں میں کوئی اک قدر تو مشترک ٹھہری
اک پیار کرنے والا ہے
اک پیار کرنے والے کے دکھوں کو جان سکتا ہے
فراق و ہجر میں جلتے ہوئے بدنوں کو پہچان سکتا ہے
تو پھر ایسا کریں دونوں اک سودا کریں دونوں
زمین پہ تیرا اک بندہ ہے تو وہ مجھے دے دے
تو میری زندگی لے لے تو میری بندگی لے لے
مجھے اس آج کے بدلے تیرا کل نہیں لینا
مجھے اپنی کسی نیکی کا اس دن کوئی پھل نہیں لینا

شاہد کامران۔ سلانوالی

غزل

کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تو نہ ملا
بنا چاہت کے رب بھی اسے رو برو نہ ملا
گئے تھے ہم میکدے میں کہ خوب پی لیں گے
مگر اس کے ہاتھ سے ہمیں جام سبو نہ ملا
مری آنکھوں سے تو ہر لمحہ ٹپکا ہے خوں
وہ کہتے ہیں مرے گلابوں کو تو لہو نہ ملا
اس جہاں میں تو مستقل بلبل کو بھی میسر نہیں گل
پھر گلہ کیسا کہ لیلیٰ کو مجنوں نہ ملا
سنا ہے ہر چیز مل جاتی ہے دانش دعا سے
ہم نے تمہیں بارہا مانگا تو پھر تو کیوں نہ ملا

شاہد محمود دانش۔ باٹیانوالہ

کاش

تیرے خوابوں کی تعبیر میں ہوتا
تیرے ہاتھوں کی لکیروں کا
مقدر میں ہوتا
جسے خیالوں میں تو قید رکھتا
وہ خوش نصیب تصور میں ہوتا
جو تجھے چھو کر گزرتی ہے
وہ ہوا میں ہوتا
کاش!
میں تیرے دل کی دھڑکن ہوتا

این اے جے۔ بھاولنگر

اپنا سلام دوں گا

اے رات کے چاند میں تجھے اک پیغام دوں گا
تجھے کرنا بس صرف اتنا کام ہوگا
اک حسین سندر سی پری کو ڈھونڈنا ہوگا
اس کی آنکھوں میں ایک خواب کہانی ہو
اس کی ناگن زلفوں میں ایک رات سہانی ہو
اس کے ہر عمل سے ظاہر ایک قربانی ہو
میں اسے تلاش نہیں کر پایا آج تک
لاکھ چہرے گزرا آنکھوں کے راستے دل تک
پر وہ کون ہے جو آنکھوں کے راستے پہنچ پائے گی دل تک
مجھے وہ حسین سپنا لا دو
مجھے کوئی سندر اپنا لا دو
جسے میں پیار کر سکوں مجھے وہ سندر گڑیا لا دو
جس کے ہونٹوں پر لالی ہو
جس کا دل ہر کسی سے خالی ہو
اس میں صرف میرا پیار ہو وہ میری ہی ہم خیالی ہو
اب تو کچھ بول رہے تو کب تک چپ رہے گا
اور آنکھوں میں میری دیکھتا رہے گا
میں تو کچھ عجیب نہیں مانگتا تجھ سے جو نہیں دے گا
بس ایک پیغام دوں گا
میرا صنم یہاں ہے اس کا اپنا سلام دوں گا

عابد علی جعفری۔ کندیاں

مجھے یہ شعر پسند ہے

پتہ نہیں کیوں تیری وفا پہ اتنا یقین ہے اے ایم
ورنہ حس والے تو خود سے بھی وفا نہیں کرتے
-----------وسیم اکرم۔پانڈووال
ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہوں گے
-----------اقصد فراز۔منڈی بہاؤالدین۔
جس کو دیکھا پیار میں روتے ہوئے دیکھا ساقی
یہ محبت تو مجھے کسی فقیر کی بددعا لگتی ہے
-----------سرفراز۔کٹھ سگھرال خوشاب
پر کاٹ کر اظہار محبت نہیں کرتا
اڑتے ہیں تو اڑ جائیں کبوتر میری چھت سے۔
-----------سرفراز۔خوشاب
کیسے کروگے تم میری چاہت کا اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے
-----------قمر اعجاز گوندل۔گوجرہ
ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دل کو روگ لگایا جن کیلئے
-----------اسحاق انجم۔کنگن پور
تو نے یونہی محسوس کیا ہے ورنہ دل میں کچھ بھی نہ تھا
بس ایک تیری چاہت تھی اور وہ بھی غیر شعوری تھی
-----------عثمان دھی کنگن پور
تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
-----------محمد کنول لاہور
آج بازار میں پھول بکتے دیکھے تو قدم رک سے گئے
کسی نے ایک بار کہا تھا محبت پھول جیسی ہوتی ہے

-----------محمد سرفراز۔کٹھ سگھرال
ملنے کی طرح وہ مجھے پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے مل گیا جس سے مقدر نہیں ملتا
-----------نثار احمد گھوٹکی
ہر مسکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو ساگر
کچھ لوگ مسکرائے ہیں غم چھپانے کے لیے
-----------محمد وقاص ساگر۔فیروزہ
روز مرہ کا کھیل ہے ان کے لیے
ایک دو باتوں سے دوچار کو اپنا کرنا
-----------محمد رضوان آکاش۔سلانوالی۔
ہم نے چاہا تم کو تم نے چاہا کسی اور کو
خدا کرے جسے تم چاہو وہ چاہے کسی اور کو
-----------محمد ندیم عباس میوانی۔چتوکی
دل غریبوں کا توڑنے کا تو لوگوں نے ہنر سمجھ لیا ہے
اگر خود کا کوئی توڑے دل تو تکلیف ہوتی
-----------غلام عباس ساغر۔لنگرائے
میرے وعدوں کو اسنے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اسنے جذبات سمجھا
گزری جب اس کی گلی سے لاش میری
اس پتھر دل نے اسی کو بھی بارات سمجھا
-----------غلام عباس ساغر لنگرائے
وہ جو ہاتھوں کی لکیروں پر فقط کرتے تھے ناز اتنا
پیا آج وہ ہی ہاتھ اٹھا کر ان کے لوٹ آنے کی دعا
مانگ رہے ہیں
-----------ذیشان پیا۔سمندری
تیرا احترام کرنے کو جی چاہتا ہے

مگر تیری دید میں آنکھیں جھکا نہیں سکتا
ایک طرف میری محبت ہے سجاد
خود کو سزا سے بچا نہیں سکتا
---------سجاد علی دہم تھل

اگر ہوتی خون کے رشتوں میں وفا اے دوست
تو یوں نہ بکتا یوسف مصر کے بازاروں میں
---------ثوبیہ حسین۔کہوٹہ

رکھا جب سجدے میں سر تو احساس ہوا
کہ دلوں میں خدا کو بسایا نہیں سجدے میں کس کی تلاش ہے
---------تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

محبوب میرے محبوب میرے تو ہے تو دنیا حسین ہے
جو تو نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے
---------محمد طفیل طوفی۔الکویت

مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
---------مرزا عامر نوید۔منڈی بہاؤالدین

اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا
---------تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی
---------صدا حسین صدا کیلا سکے

دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
---------رانا بابر علی ناز لاہور

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
---------پرنس عبدالرحمٰن گجر۔نین رانجھا

ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہو گئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
خوشیاں ملی تو دکھوں کو خبر ہوگئی
---------عابدہ رانی۔گوجرانوالہ

لذت گناہ کی خاطر ہار دی تھی جس نے جنت ہادی
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے
---------ممریز بشیر گوندل گوجرہ

اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
---------تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں

کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
---------قمر اعجاز گوندل گوجرہ

میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
---------غلام فرید جاوید۔حجرہ شاہ مقیم۔

ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں کوئی پھول سجاتی ہو گی
---------رائے اطہر مسعود آکاش

اس پھول نے ہی ہمیں زخمی کردیا
جسے ہم پانی کی جگہ خون دل پلاتے رہے
---------رانا نذر عباس۔منڈی بہاؤالدین

زندگی ایک قصہ ہے مگر عاشقی دربدر نہیں ہوتی
ہم سے گر لو دوستی سکھادیں گے تم کو بادشاہی
---------محسن علی۔ساہیوال

ہمیں ان سے وفا کی امید ہے غالب
جو یہ بھی نہیں جانتے وفا کیا ہے
---------حماد ظفر ہادی۔منڈی بہاؤالدین

نہ دیکھ ظالم نگاہ سے ہم کو
ہم پہلے بھی شکار ہو چکے ہیں کسی ظالم شکاری سے
---------نبی شیر رحمان۔سردار گڑھ

یہ نہ سوچنا کہ تم چھوڑ دو گی تو ہم مر جائیں گے ندیم
وہ بھی جی رہے ہیں جن کو ہم نے تیری خاطر چھوڑا تھا
---------شاہد ندیم۔ڈاہرانوالہ

دل میں کتنے زخم ہیں کسی کو کیا پتہ

یہ اور بات ہے کہ ہم مسکرا کے جیتے ہیں رولانے
والوں کے سامنے
---------محمد عرفان۔ پانڈووال

مانا کہ محبت کاروگ براہے ندیم
اس کے سوا بھی ہزاروں غم ہیں اس جہاں میں
---------ندیم عباس ڈھکو۔ ساہیوال

تجھ کو پانے کی تمنا تومٹادی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی۔
---------فنکار شیر زمان پشاوری

بہت سوچا بہت سمجھا بہت دیر تک پرکھا
تنہا ہوکہ جی لینا محبت کرنے سے بہتر ہے
---------تنزیلہ حنیف۔ ٹلہ بوگیاں

دل میں ہوتے ہم تو بھلا نہ پاتے وہ
ذہن سے اکثر باتیں نکل ہی جاتی ہیں
---------تنزیلہ حنیف۔ ٹلہ جوگیاں

یہ کس وقت تجھے پیار کی سوجھی
لپٹ گئے ہو جنازہ بھی نہیں اٹھانے دیتی
---------لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

بہت رویا وہ جب احساس ہوااسے اپنی غلطی کا
چپ کروادیتے ہم اگر چہرے پرہمارے کفن نہ ہوتا
۔لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

دل جب غم سے بھرجائے کوئی اپنا بچھڑ جائے
تو دل کیسے ٹوٹتا ہے اسی لیے مجھے روٹھنے نہ دینا
---------رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

تیری آنکھ سے دل تک کا سفر کرنا ہو گا
مجھ کو پرکشش خوبصورت منزلوں کا سفر کرنا ہو گا
اگرتم روٹھ جاؤ تو ہماری جان نکل جائے
مگر یہ خود ہی سوچو تم میں اتنا حوصلہ ہو گا
---------عائشہ رحمٰن۔ کبیر والا

میں شجر تھا شجر ہی رہا
وہ بدلتے رہے موسموں کی طرح
---------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

محبت سوز ہوتی ہے محبت ساز ہوتی ہے
محبت دودلوں کا حقیقی راز ہوتی ہے
---------محسن عزیز حلیم۔ کوٹھ کاراں

اپنی رحمت کے خزانوں سے عطا کر مالک
خواب اوقات میں رہ کر نہیں دیکھے جاتے
---------رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

روٹھ جانے کی ادا ہم کو بھی آتی ہے
کاش کوئی ہوتا ہم کو بھی منانے والا
---------عبادت علی۔ ڈی آئی خان

لکھاتو تھا کہ خوش ہوں دوستوں کے بغیر
آنسو مگر قلم سے پہلے ہی گرگیا
---------عبادت علی۔ ڈی آئی خان

محبت کے اندھیروں میں پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
غیروں سے کیا گلہ اپنے بھی بدل جاتے ہیں
---------افنان محمود۔ رکن سٹی

تیرے بغیر نہ گزرے گی عمر اے دوست
میں کیا کروں گا زمانے کی دوستی لے کر
---------افنان محمود۔ رکن سٹی

تو نے دیکھا ہے کبھی صحرا میں جھلستا ہوا پیڑ
ایسے جیتے ہیں وفاؤں کو نبھانے والے
توکبھی دیکھنا ان کی صبحوں کوعاشق کتنا روتے ہیں
اوروں کو ہنسانے والے
---------عائشہ رحمٰن۔ کبیر والا

گرم گرم روئی توڑی نہیں جاتی
دوستی پھول ہوتی ہے چھوڑی نہیں جاتی
---------افنان محمود۔ رکن سٹی

لا سے ابتداء کی خداپہ انتہا
اے محمد ﷺ آپ کا وسیلہ میرے کام آگیا
---------عطاءاللہ شاد۔ جڑانوالہ

اس کی یادوں نے شام تنہائی میں اس طرح گھیرا مجھ کو
راستے تو پہلے بھی ویران تھے اب اندھیرے بھی ہیں
---------رئیس ارشد۔ خان بیلہ

مجھے یہ شعر پسند ہے

اپنی چاہت کی کرنوں سے میرے دل میں اجالا کر دو
اس کڑی دھوپ میں مجھ پر اپنی زلفوں کا سایہ کر دو

---------سید عارف شاہ۔ جہلم

کیا بات ہے جو کھوئے کھوئے سے رہتے ہو اسد
کہیں لفظ محبت سے محبت تو نہیں کر بیٹھے

---------اسد اشرف۔ گوجرہ قینچی

وہ کہتا ہے میں تیرے جسم کا سایہ ہوں ایس
اس لیے شاید اندھیروں میں ساتھ چھوڑ گیا

---------رئیس ساجد۔ خان بیلہ

چہرہ چادر میں چھپا کر شب بھر جاگتی رہتی ہے
وہ کس کو یاد کرتی ہے سخت نیند کا بہانہ کر کے

---------رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

اپنوں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب
لپٹ کر روتے رہے ہر اجنبی کے ساتھ

---------رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

کوئی گلہ نہیں تیرے بدل جانے کا
اجڑے چمن کو تو پرندے بھی چھوڑ دیتے ہیں

---------رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

میری پلکوں کا اب نیند سے کوئی تعلق نہیں رہا
وہ کسی اور کا ہے اسی سوچ میں رات گزر جاتی ہے

---------رابعہ ارشد۔ ڈھوک سہارن

تجھ کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا
ہم چپکے چپکے تجھ پر کئی بار مر گئے

---------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں گا
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے

---------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

تمہارے ساتھ رہنا بھی مشکل ہے بہت
اور بن تمہارے بھی ہم رہ نہیں پاتے

---------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

---------محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

یاد آتے ہو تو کچھ بھی کرنے نہیں دیتے
اچھے لوگوں کی یہ ہی بات بری لگتی ہے

---------عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

رات پوری جاگ کر گزار دوں تیری خاطر دوست
اک بار تو کہہ کر دیکھ مجھے تیرے بنا نیند نہیں آتی

---------عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

مت ہو اتنا مخلص کسی کے لیے اس دنیا میں اے پریم
کسی کیلئے جان بھی گنوا دو تو کہتے ہیں زندگی ہی اتنی تھی

---------عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان

زندگی کا یہ رنگ بھی کتنا عجیب ہے
برباد جتنا کیا ہمیں عزیز بھی اتنا ہے

---------بابر علی سحر۔ سمندری

نجانے کس رہزن صنم کی تلاش میں تھا وہ
کل شب لوٹ لیا جو قافلہ رہبروں نے

---------بابر علی سحر۔ سمندری

مجھ سے شکوہ تو کوئی نہ ہوا لیکن ابھی ابھی
عمر بھر تڑپائیں گی اسے کچھ یادیں ایسی چھوڑ آیا ہوں

---------بابر علی سحر۔ سمندری

اس کو بیوفا کہہ کر اپنی ہی نظروں سے گر جاتے ہیں ہم
وہ پیار بھی اپنا تھا وہ پسند بھی ہماری اپنی تھی

---------پروفیسر شاہد علی شام۔ چیچہ وطنی

ہمیں حسرت تو بہت تھی تجھے پانے کی سحر
بس ایک محبت ہی تھی ظالم جو برباد کر گئی

---------بابر علی سحر۔ سمندری

پھولوں پہ سونے والے کانٹوں پر سو رہے ہیں
خاموش رہنے والے بدنام ہو رہے ہیں

---------محمد رضوان۔ گلوانوالہ

تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے یوں چھوٹ جائے گا
اگر مجھ کو خبر ہوتی اسے زنجیر کر لیتے

---------عدیل ارشد عادی۔ بھلوال

وہ بھی ایک دن بنا دیکھے گزر جائیگا

کچھ سوچ کر ہم بھی اسے آواز نہ دیں گے
--------عبدالمنان۔اٹک

کبھی نہ کبھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا
کہ کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی وفا کرتا رہا
--------رئیس ساجد کاوش۔خان بیلہ

کسی کو ہے جنت کی چاہ تو کوئی ہے دل کے غموں سے
پریشان
ضرورت سجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے
--------محمد سجاد زین۔کوٹ ادو

لٹکائے ہوئے رکھا ہے سولی پہ سب کو
اس عشق سے بڑا کوئی جلاد نہیں دیکھا
--------افضال عباسی۔راولپنڈی

وفا وہ کھیل نہیں جو چھوٹے دل والے کھیلیں
روح تک کانپ جاتی ہے خفا جب یار ہوتا ہے
--------افضال عباسی۔راولپنڈی

گلے سے لپٹے ہیں بجلی کے ڈر سے
میرے مولا یہ گھٹا دو دن تو برسے
--------غلام نبی نوری۔کھڈیاں خاص

آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں
--------عامر امتیاز نازی۔سموٹ

دل گمراہ کو اے کاش یہ پتا چل گیا ہوتا
محبت دلچسپی نہیں تب تک جب تک ہو نہیں جاتی
--------اسد شہزاد۔گوجرہ

لفظوں کو زنجیر میں پرونا بہت مشکل ہے اگر
ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے
--------محمد زبیر واصف۔واہ کینٹ

چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ہمدم
رویے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے
--------عمر دراز آکاش۔جڑانوالہ

معصوم نظر بھولا مکھڑا چہرے پہ تبسم شوخ ادا
تصور کا یہ عالم ہے وہ حسین مجسم کیا ہو گا
--------مسز زبیر صائم۔چوک سرور شہید

رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کھلی رہی
ہوا ان کے آنے کا سندیسہ دیتی رہی
--------بشیر احمد بھٹی۔بہاولپور

صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنکھوں میں آنسو
دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں
--------اشتیاق احمد۔ارزانی پور

چلو ڈھونڈتا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بہل جائے
تم بن اگر پھر بھی نہ سنبھل پائے تو کیا لوٹ آؤ گے تم
--------اسد شہزاد۔گوجرہ

بے نشان منزلوں کے سفر پر نکلو گے تو جانو گے
دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں
--------ابرار احمد۔گگومنڈی

جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے
انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری
--------آر نیازی۔گوجرہ

جب لیتی ہوں تیرا نام تو الجھ جاتی ہوں سانسوں سے
سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے ہے یا تیرے نام
سے
--------مسز زبیر صائم۔چوک سرور شہید

بہت عزیز ہیں آنکھیں میری اسے لیکن
وہ جاتے جاتے انہیں کر گیا ہے پرنم
--------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

شام ہوتی ہے چراغ بجھا دیتا ہوں
دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے
--------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کاش کے اب کے برس میں کامیاب ہو جاؤں
تجھ کو پانے میں یا تجھ کو کھونے میں
--------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کہو ان کالی گھٹاؤں سے جھوم کر آئیں
کسی کے شانوں پر زلف حسین بکھرتی ہے
--------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

روز روتے ہوئے وہ کہتی ہے زندگی مجھ سے
صرف اک شخص کی خاطر مجھے برباد نہ کر
------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

الجھارہی ہے مجھ کو یہی کشمکش مسلسل
وہ آبسا ہے مجھ میں یا میں اس میں کھو گیا
------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

کفن کی گرہ کھول کے میرا دیدار تو کرلو
بند ہوگئیں وہ آنکھیں جن کو تم رولایا کرتی تھی
------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

مثل شیشہ ہیں ہمیں تھام کے رکھنا ایس
ہم تیرے ہاتھ سے چھوٹے تو بکھر جائیں گے
------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

ہم تو پھول کی ان پتیوں کی طرح ہیں ایس
جنہیں خوشی کی خاطر لوگ قدموں میں بچھالیتے ہیں
------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

سوکھے پتوں کی طرح بکھرے ہیں ہم تو ایس
کسی نے سمیٹا بھی تو جلانے کیلئے
------ساجد انصاری۔جلالپور بھٹیاں

عارف رفتہ رفتہ تیری آنکھ جس سے لڑی ہے
جس سے لڑی ہے وہ دور رہتی ہے
------سید عارف شاہ۔جہلم

ٹوٹی قبر پر بال بکھیرے جب کوئی مہ جبین روتی ہے
اکثر مجھے خیال آتا ہے موت کتنی حسین ہوتی ہے
------سید عارف شاہ۔جہلم

فکر معاش ۔ماتم جاناں اور غم دل
آج سب سے معذرت کہ موسم حسین ہے
------محمد وقاص احمد حیدری۔سہگل آباد

دل کا روگ تھا نہ یادیں تھیں نہ ہی یہ سحر تھا
تیرے پیار سے پہلے نیندیں بڑی کمال کی تھیں
------محمد وقاص احمد حیدری۔سہگل آباد

عطر کی شیشی گلاب کا پھول
جنت کا شہزادہ خدا کا رسول ﷺ
------افنان محمود۔رکن

تاروں میں چمک پھولوں میں رنگت نہ رہے گی
ارے کچھ بھی نہ رہے اگر محمد ﷺ کا میلاد نہ رہے گا
------افنان محمود۔رکن

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں
------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

آج کیوں کوئی شکوہ یا شکایت نہیں مجھ سے
تیرے پاس تو لفظوں کی جاگیر ہوا کرتی تھی
------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

کن لفظوں میں بیان کروں اپنے دل درد کو علی
سننے والے تو بہت ہیں سمجھنے والا کوئی نہیں
------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

ہم جیسے برباد دلوں کا جینا کیا مرنا کیا
آج تیرے دل سے نکلے ہیں کل دنیا سے نکل جائیں
------محمد علی چھترو۔آزاد کشمیر

یہ شرط محبت بھی عجیب ہے وصی
میں پورا اتروں تو وہ معیار بدل دیتے ہیں
------وقاص اینڈ شہزاد۔گوجرہ

آنکھوں میں حیا ہو تو پردہ دل کا ہی کافی ہے رابعہ
نہیں تو نقابوں سے بھی ہوتے ہیں اشارے محبت کے
------رابعہ کامران راجو۔کسووال

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
------رخسار احمد۔کوٹھا صوابی

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
تو میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کر
------سنبل خان۔کوٹھا صوابی

خوش رہنا بھی چاہوں تو رہ نہیں سکتا
کیونکہ غموں نے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے
------محمد عدنان۔بہاولنگر

میں کیا خود سے اسے پکاروں کہ لوٹ آؤ

کیا اسے خبر نہیں کہ میرا دل نہیں لگتا اس کے بغیر
---------نسیم۔ کنگن پور
ہر روز ہم اداس ہوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے
اک روز شام اداس ہوگی اور ہم گزر جائیں گے
---------اختر علی۔ صوابی
میں نے پوجا ہے تجھے تیری عبادت کی ہے
تجھ کو چاہا ہے صنم تم سے محبت کی ہے
---------عبادت علی۔ ڈی آئی خان
تو اشک بن کر میری آنکھوں میں سما جا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں
جو نیازی رہے خواب میں آنے سے بھی خائف
آئینہ دل میں اسے موجود ہی دیکھوں
---------اسد شہزاد۔ گوجرہ
آنکھوں کی طرح راز ہے کھلتا بھی نہیں
وہ سیلاب بھی بن جاتا ہے دریا بھی نہیں
اس مخلص کے پہلو میں سکوں کتنا ہے
جب کہ گرجائیں مندر نہیں کعبہ بھی نہیں وہ
---------عائشہ رحمن۔ کبیر والا
تیرے حسن کا روپ چھا گیا پھولوں کی خوشبو میں
مت چھپا اپنا چاند سا چہرہ اپنی کالی زلفوں میں
---------سید عارف شاہ۔ جہلم
زندگی کے حسین سفر میں انسان بدل جاتے ہیں
ساتھی دامن چھڑا کے کہیں دور نکل جاتے ہیں
---------محسن عزیز حلیم۔ کوٹھ کلاں
کون کہتا ہے تیری چاہت سے بے خبر ہوں
بستر کی ہر شکن سے پوچھو کیسے گزرتی ہے رات
---------محسن عزیز حلیم۔ کوٹھ کلاں
مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
---------مرزا عامر نوید۔ منڈی بہاؤالدین
اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا

---------تنزیلہ حنیف۔ ٹلہ جوگیاں
یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی
---------صدا حسین صدا کیلا سکے
دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
---------رانا بابر علی ناز۔ لاہور
دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
---------پرنس عبدالرحمن گجر۔ نین رانجھا۔
ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہوگئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
خوشیاں ملی تو دکھوں کو خبر ہوگئی
---------عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ
لذت گناہ کی خاطر ہار دی تھی جس نے جنت ہادی
میری رگوں میں بھی اس آدم کا خون ہے
---------مریز بشیر گوندل گوجرہ
اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
---------تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں
کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
---------قمر اعجاز گوندل گوجرہ
میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
---------غلام فرید جاوید۔ حجرہ شاہ مقیم
ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں پھول سجاتی ہوگی
---------رائے اطہر مسعود آکاش
میرے وعدوں کو اس نے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اس نے جذبات سمجھا

غزل

نہ بجھا چراغ دیار دل
نہ بچھڑنے کا تو ملال کر
تجھے دے گی جینے کا حوصلہ
میری یاد رکھ لے سنبھال کر
کبھی بھی کیا کہ ایک ہی شخص کو
کبھی سوچنا کبھی بھلانا
جو نہ بجھ سکے وہ دیا جلا
جو نہ ہوسکے وہ کمال کر
غم آرزو میری جستجو
میں سمٹ کے آگیا روبرو
یہ سکوت مرگ ہے کس لیے
میں جواب ہوں تو سوال کر
تو بچھڑ رہا ہے تو سوچ لے
تیرے ہاتھ ہے میری زندگی
تجھے روکنا میری موت ہے
میری بے بسی کا خیال کر

زاہد پتوکی

غزل

گلشن تھا لالہ زار ابھی کل کی بات تھی
ہر گل پہ تھا نکھار ابھی کل کی بات تھی
اب تو غم حیات بھی دیتا نہیں قرار
تھا حاصل قرار ابھی کل کی بات تھی
آنکھوں میں جن کی کھٹکنے لگا ہوں میں
ان کو تھا مجھ سے پیار ابھی کل کی بات تھی
چاروں طرف اداسیاں بکھری ہوئی ہیں آج
موسم تھا خوشگوار ابھی کل کی بات تھی
کانٹوں کو بھی گریز ہے مجھ سے یہ کیا ہوا
ہمدرد تھی بہار ابھی کل کی بات تھی

زاہد پتوکی

غزل

کہانی درد کی میں زندگی سے کیا کہتا
یہ درد جس نے دیا میں اس سے کیا کہتا
گلہ تو مجھ کو بھی کرنا تھا پیاس کا لیکن
جو خود ہی سوکھ رہے اس ندی سے کیا کہتا۔
میرے عزیز ہی مجھ کو سمجھ نہ پائے کبھی
میں اپنا حال کسی اجنبی سے کیا کہتا

زاہد۔ پتوکی

غزل

تمہارے بن نہیں رہنا
مجھے تم سے محبت ہے
ہے تم سے بس یہی کہنا
مجھے تم سے محبت ہے
زبان تو کہہ نہیں سکتی
تمہیں احساس تو ہوگا
میری آنکھوں کو پڑھ لینا
مجھے تم سے محبت ہے
تمہارے نام کردی ہے
یہ پوری زندگی اپنی
بھلے ہی دکھ پڑے سہنا
مجھے تم سے محبت ہے
ہمیں احساس ہے تم کو بھی
ہم سے پیار ہے لیکن
یہ میرے سامنے کہنا
تجھے تم سے محبت ہے

زاہد۔ پتوکی

مجھے سب کچھ قبول ہے فلک غم میں یار مجھ سے طلب نہ کر
میں اسے کیسے دل سے جدا کروں جو میری عمر بھر کی تلاش ہے

زاہد۔ پتوکی

آپ کے خطوط

بہت خلوص دل سے بڑے ادب سے اور نہایت ہی احترام سے آپ سب کو سلام ایک عرصہ ہی بیت گیا تھا خوفناک ڈائجسٹ کا ٹائٹل تک نہ دیکھ سکا میں ماہ نومبر سے گذشتہ تقریب پانچ چھ ماہ تک ڈائجسٹ سے دور رہا۔ دل میں افسوس تھا ایک تڑپ سی تھی بے چینی اپنا سر ابھارے میرے دل کو مجبور سا کر رہی تھی اور پھر اسی بے قراری کے عالم میں اپنے شہر سمندری کے مشہور بازار میں جا پہنچا لائبریری شاپ بک شاپ ایک ایک کر کے چھان ماری گذشتہ ماہ کے ڈائجسٹ نہ ملنے تھے اور نہ ہی ملے بڑا گہرا افسوس تھا دل میں آخر چلتا پھرتا ڈائجسٹ ڈھونڈتا ہوا میں لاری اڈے جا پہنچا۔ ایک طرف مجھے چھوٹا سا پھٹہ نظر آیا اخباریں ایک قرینے سے وہاں پھٹے پر بچھائی ہوئی تھیں قصہ مختصر مجھے خوفناک ڈائجسٹ کا ٹائٹل نظر آیا جان میں جان سی آ گئی۔ لیکن افسوس کہ اگست کا شمارہ ہی ملا مطالعہ کیا سارا ڈائجسٹ اپنی مثال آپ تھا خاص طور پر اشعار عدنان فرام ڈی آئی خان کے پسند آئے۔ نیا سال سب کو مبارک ہو اس دعا کے ساتھ کہ یہ سال ہم سب کے لیے خوشحالی اور امن کا پیام لے کر آئے اب ذرا ڈائجسٹ کے حوالے سے بات ہو جائے رائٹر ساحل دعا بخاری فرام بصیر پور کی کہانیاں بہت ہی جاندار ہوتی ہیں خاص طور پر منظر کشی بہت ہی اعلیٰ ہوتی ہے۔ کشور کرن فرام پتوکی بہت ہی اچھے انداز سے لکھتی ہیں ان کے لفظوں میں ایک جادو ہے اس کے علاوہ تمام رائٹرز بھی بہت بہت ہی اعلیٰ لکھتے ہیں۔ مجھے یہ شعر پسند ہے اب کوئی ایک آدھا ہو تو بتاؤں ایک تو عدنان کے اشعار اچھے ہوتے ہیں اور دوسرا کنگن پور سے محمد اسحاق انجم صاحب کے اشعار بہت ہی لازوال ہوتے ہیں۔ عامر شہزاد گوجرہ بھی کسی سے کم نہیں ہیں بہت پیارے شعر ہوتے ہیں ان کے خط زیادہ طویل نہ ہو جائے اس لیے ایک بات کا ابھی ذکر کیے دیتا ہوں بے شک تنقید کا نشانہ بن جاؤں۔ بس اتنا ہی کہوں گا کہ رائٹر حضرات اپنی کہانیوں میں غزلیں نہ لکھا کریں شعر بھی مناسب سا لگتا ہے اور اشعار لکھنے والے رائٹرز اپنے خود کے شعر تخلیق کرنے کی کوشش کیا کریں ورنہ انتخاب کا لفظ نہ بھولا کریں اب آخر میں ایک شعر کے ساتھ اجازت۔

مجھ سے دور ہی رہو تو بہتر ہے ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ویرانے میں جو بھی آیا آج تک نہیں ملا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شفقت علی فرام سمندری۔

تازہ شمارہ ملا بہت ہی اچھا لگا رائٹروں نے خوب اپنے اپنے قلموں میں سپنس اور خوف ڈالا ہوا تھا بہت ہی اچھا لگا میں نے دیکھا کہ اب خوفناک کا معیار بہت ہی اچھا ہو گیا ہے گو کہ نئے رائٹرز لکھ رہے ہیں لیکن وہ بھی کسی سے کم نہیں ہیں کہانیاں پڑھ پڑھ کر ان کو بھی لکھنے کا تجربہ ہو گیا ہے۔ اور ان کے ساتھ پرانے رائٹروں سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی اب خوفناک کی طرف لوٹ آئیں۔ باقی سلسلے بہت ہی اچھے تھے سب کو میری طرف سے نیا سال مبارک ہو۔

محمد عثمان۔ لیہ۔

یہ ہمارا یعنی میرا اور راحل کا مشترکہ خط ہے سو ذرا لمبا ہوگا۔ پلیز شائع کر دیجئے گا۔ سب سے پہلے تو اقرا جی کو شادی کی مبارک باد اگرچہ لیٹ مگر جب ہمیں علم ہوگا تب ہی مبارک باد دیں گے ناں اور اقرا جی آپ کی سلسلہ وار تحریر کا شدت سے انتظار ہے۔ اب بات ہو جائے رسالے کے بارے میں ہمارے گاؤں کی ایک لڑکی ہے اسے اہمیت نہ دی جائے یا اس کے سامنے کسی اور کو اچھا کہہ دیا جائے اس کی تعریف کر دی جائے تو وہ بلاوجہ ناک بھوں چڑھا کر بندے پر چڑھ دوڑتی ہے گویا اس کے سامنے کسی کی تعریف کرنا بھڑ یا شہد کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہے اب کچھ لیٹر کا تبصرہ ہو جائے کسی نے میرے بارے میں عجیب سا لکھا ہے خیر لکھنے والی کی مرضی۔ انہوں نے لکھا کہ عمران رشید کی کہانیاں ہماری منحوس افسانہ نگاری سے بہتر ہوتی تھیں پہلی بات تو یہ کہ عمران رشید کو ڈائجسٹ سے ہم نے نہیں نکالا دوسری بات یہ کسی کی مثالیں دینے سے بہتر ہے کہ انسان خود لکھے جو ہماری منحوس افسانہ نگار سے بہتر ہو بلکہ بہت بہتر ہو۔ اگر لوگ ہمیں اپنا پسندیدہ رائٹر کہتے ہیں تو تنقید کرنے والوں کو کیوں مروڑ اٹھتے ہیں اگر ان کو ہماری تحریریں پسند نہیں تو سمپل سی بات ہے کہ وہ نہ پڑھیں ہم صرف کسی ایک کے لیے نہیں لکھتے۔ مجھے اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ ایسی باتیں کہہ کر ہمیں رسالے سے دور کر دیں گے ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ اگر میں وارث آصف کی تعریفیں کرتی ہوں تو یہ میرا اپنا مسئلہ ہے باقی لوگوں کو کیا اعتراض ہے۔ میں چاہے ان کی تعریف کروں یا تنقید۔ وہ چونکہ میرے فیورٹ تھے اسی وجہ سے میں ان کی تعریف کرتی ہوں جو مجھے اچھا لگتا ہے۔ مجھے صرف تنقید صرف ایک ہی ہستی کی پسند تھی اور اس کے بارے میں سب کو پتہ ہے ریاض بھائی آپکی سٹوری کا انتظار ہے۔ اقرا جی تحریریں سراہنے کا بہت شکریہ۔ راحیل بھائی آپ کا بھی شکریہ اور آپ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ پڑھ کر حسرت سے دیکھ کر رہ گئے آہ یہ نہ تھی ہماری قسمت ہمیں بہت خواہش ہے کہ کوئی جن بھوت دیکھ سکیں مگر۔۔۔ یاسمین سلیم قادری اینڈ خوشبو جی بے حد شکریہ پسندیدگی کا۔ انیلہ غزل آپ کا بھی شکریہ مگر پلیز اب کے وارث آصف صاحب کو بے نیازی نہ کہیے گا میں نے پچھلے خط میں بھی لکھا تھا مگر ادارے والوں نے کاٹ دیا۔ ہاں آپ کی کہانیوں کا ویٹ رہے گا۔ اور خطوط میں بھی شرکت کرتی رہیے گا۔ زاہد صاحب عمر دراز صاحب اور عائشہ سحر شکریہ قبول فرمائیں۔ کشور کرن ایک بار پھر آپ کا بھی بے حد شکریہ۔ کالا جادو کا بہترین اختتام کرنے پر عاصم بھائی کو مبارک باد احساس ندامت اور بھٹکتی روح اچھی تھیں باقی کچھ پڑھا ہی نہیں خطوط زیادہ اور نئے شائع کیا کریں حیا اینڈ ہانیہ آپ لوگ بھی اب لوٹ آئیے۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے اور راحیل بھائی آپ نے سچ ہی کہا ہے کہ خطوط میں دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ سب کو سلام۔

ساحل اینڈ راحل بخاری بصیر پور

سب سے پہلے تو بندہ ناچیز ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ کے بانی شہزادہ عالمگیر کی نیک روح کے لیے دعا گو ہے خدا تعالیٰ ان کی روح کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ اس کے بعد ڈائجسٹ کے تمام سٹاف کی خیر و عافیت اور تندرستی کا امیدوار بنام شفقت علی خوفناک ڈائجسٹ کی محفل خطوط میں ایک طویل مدت کے بعد شرکت کی پر امید جسارت کر رہا ہے اس تیز بے دادقت کے گہرے سمندر میں کٹھن مجبوریوں کی بے بس لڑکھڑاتی اور ڈولتی ہوئی کشتی میں تقریباً ہم سب ہی قید ہو کر رہ گئے ہیں یہ حقیر سا ادنیٰ انسان پر یقین دعا گو شخص یا ان الفت بھری اور اخوت و پیار سے سرشار لہروں کی جلد آمد کے لیے آپ کی دعاؤں کا آرزومند ہے جو اس کشتی کو خوشحالی دامن کے لازوال ساحل پر جانے کے لیے مجبور کر دیں آج ذرا فرصت ہوئی تو خط لکھنے بیٹھ گیا اور وجہ یہ کہ نئے

رائٹرز اور قاری حضرات میں خوفناک ڈائجسٹ کے لیے ایک بے نظیر ولولہ وجنون ہے جو ڈائجسٹ کو ترقی کی راہوں پر مزید گامزن کر رہا ہے آخر میں آپ سب کا خیر اندیش آپ سب کے لے دلی نیک تمناؤں کا خیر خواہ۔

-------------شفقت علی۔سمندری۔

خوفناک ڈائجسٹ دسمبر شکر ہے ٹائم پر مل گیا اسلامی صفحہ دیکھ کر خوشی ہوئی اپنی سٹوری نہ دیکھ کر دکھ ہوا پلیز میری تحریر کو جلدی شائع کر دیں۔ خط اس بار کوئی بھی انٹرسٹنگ نہیں تھا انیلہ غزل میری تحریر آسیبی جال پسند کرنے کا شکریہ آپ نے ابھی تک کوئی نئی تحریر نہیں بھیجی۔ کیوں جی کالا جادو خولہ عاصم سرگودھا آپ کی آخری قسط کا بہت مزہ آیا ویلڈن جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے موت کی منزل پرنس کریم آپ کی سٹوری بھی اچھی جا رہی ہے اگلی قسط کا انتظار رہے گا احساس ندامت قمر قمر نشاد ہمیشہ کی طرح اچھی لکھی میں بھی اپنی جاب کے سلسلے میں فتح جنگ میں رہائش پذیر ہوں بھٹکی روح عائشہ سحر سٹوری اچھی لگی پچھلی سٹوری گزارے لائق تھی اس بار آپ کی تحریر میں دم ہے در توبہ گل بانو پری اچھی تحریریں تھیں۔ کامران کی خون آشام اچھی کوشش تھی خونی مکھیاں والے آپ کو تھوڑی اور کوشش کی ضرورت ہے شعر اور غزلیں ٹھیک تھیں پلیز پرانے رائٹر واپس آجائیں۔

میرے پختہ ارادے خود میری تقدیر بدل لیں گے۔۔۔ میری قسمت محتاج نہیں ہاتھ کی لکیروں کی

-------------اسد شہزاد۔فتح جنگ قطبال۔

میں خوفناک ڈائجسٹ کی بہت زیادہ شوقین ہوں اور خوفناک ڈائجسٹ بہت ہی شوق سے پڑھتی ہوں اور لکھنے کی پہلی بار ہمت کر رہی ہوں اور اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو انشاء اللہ لکھتی رہوں گی اس سے پہلے میں ڈر ڈائجسٹ میں بھی ریگولر رائٹر ہوں اور اگر آپ نے میری حوصلہ افزائی کی تو خوفناک ڈائجسٹ میں بھی ریگولر رہوں گی میں خوفناک ڈائجسٹ کے ایک غزل اور اشعار بھیج رہی ہوں آپ شائع کر دینا خوفناک کے تمام رائٹر بہت اچھا لکھتے ہیں لیکن کچھ رائٹروں میں ابھی کمی ہے ان کو محنت کی ضرورت ہے امید ہے کہ وہ اپنی اس کمی کو پورا کر دیں گے باقی سلسلے بھی خوب ہیں۔ سب کو سلام

-------------صبا محمد اسلم۔گوجرانوالہ

ماہنامہ خوفناک دسمبر کا رسالہ میرے ہاتھوں میں ہے کافی عرصہ کے بعد ملک رمضان گورچھ کے کہنے پر واپسی کی ہے شکریہ ان لوگوں کا جنھوں نے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا سب سے پہلے خوفناک کے کنگ ریاض احمد کو خصوصی سلام عائشہ رحمٰن کبیر والہ وارث خان نیازی۔ راجہ کامران۔ عمر میاں چنوں سفینہ بی بی آزاد کشمیر ان سب کو میری طرف سے سلام اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف نمبر ون در توبہ نمبر ٹو سیاہ سایہ نمبر تھری کالا جادو نمبر فور خون آشام باقی سب کہانیاں بھی اچھی ہیں ویری نائس ساحل دعا بخاری صاحبہ اپنے ضلع کا نام ضرور لکھنا باقی کالم بھی خوب رہے تھے سب کو سلام۔

-------------عمران نواز گورچھ سرائے مہاجر۔ضلع سکھر

آج ایک پرانا رسالہ ہاتھ سوچا کیوں نہ اس پر تبصرہ کیا جا سکے۔ کیونکہ میری عادت ہے جو بھی پڑھتی ہوں اس پر تبصرہ ضرور کرتی ہوں چاہے وہ شائع ہو یا نہیں۔ یہ اپریل کا شمارہ ہے بہت ہی زبردست لگا اندھیر نگری محمد ذاکر زبردست محمد ذاکر کمال کر دیا آپ نے تو عاصم بھائی سوری فار دیٹ میں کالا جادو نہیں پڑھ سکی پتہ نہیں کیوں دل نہیں کیا باقی شارٹ کٹ محمد قیصر کالی وادی کا عفریت عثمان غنی قبر کا بیٹا کامران احمد زبردست کہانیاں تھیں املی کا پیٹر ابناس صادق خونی نہر محمد عارف بھیانک مخلوق قمر قمر نشاد اور کمال کی کہانی ایک تازہ حکایت ہے ہر ایک کہانی

کا اپنا تاثر تھا پراسرار حویلی بھی میں نے نہیں پڑھی موت کی منزل پرنس کریم میں نے رائٹر کا نام دیکھ کر ہی کہانی پڑھنی شروع کر دی مختصر میں پہلے شائع شدہ منتظر بھی اچھا لگا میں نے اپنے بھئی کو بھی پڑھایا اور کافی دیر ہنستے رہے باقی رہی بات غزلوں کی تو بس لوگوں کی پسند کیسی ہوتی ہے بکواس ترین شعر اور غزلیں تھیں بس چند ایک اچھی تھیں بہترین شعرا اپنے پیاروں کے نام میں بھی کوئی شعر خاص نہیں تھا شعیب شیرازی آپ نے میرے نام لکھا نارمل ای تھا سید عارف شاہ پریمی آپ کی تعریف کا شکریہ اب آتے ہیں مئی کی طرف رسالے نے فل ذلیل کروایا مگر شکر ہے مل گیا کالا جادو نے بس تایا تھا پڑھ دنہیں تھی موت کی منزل کامیابی کی سیڑھیاں آسانی سے طے کر رہی ہے قاتل حسینہ قم قم نشاد دھند کے پار ساحل دعا بخاری شیطان دیوتا ایم ذاکر سنی حسن پری ریاض احمد درندے وارث آصف خان بے نیازی آواگون نور محمد اسلم یہ ساری کہانیاں مزہ دے گئیں۔ کالم بھی بہت اچھے تھے سب کو ہی سلام

-------------------انیلہ غزل۔ حافظ آباد۔

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا حیرانگی ہوئی کہ اتنی جلدی کیسے مل گیا لیکن اچھا لگا ٹائٹل بہت ہی خوب تھا حسینہ کی آنکھوں میں ایک کشش تھی ایسی کشش کہ دیکھنے والا یقیناً رسالہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہوگا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم بھائی نے کہانی کو بالاخر اینڈ کر دیا بہت ہی اچھی کہانی تھی بہت سسپنس تھا اس میں لکھنے کا انداز نہایت ہی شاندار تھا بہت دھیما انداز اور لہجہ تھا پڑھنے کا مزہ آیا مبارک باد قبول ہو۔ موت کی منزل پرنس کریم بہت ہی خوف ۔ لے کر آگے بڑھ رہے ہیں سشما اور سشمیتا دونوں بہنوں میں خلا ڈال دیا گیا ہے یہ پیار بھی ناں رشتوں کی پہنچان ختم کر دیتا ہے کاش دونوں بہنوں میں پہلے والا پیار سلوک ہوتا ۔ بہرحال رائٹر کی اپنی مرضی ہے، وہ جس کو چاہے ملائے رکھے اور جس کو چاہے دور کر دے۔ لیکن اگر دونوں بہنوں میں ایک قربانی د... تو ہو سکتا تھا کہ کہانی میں مزید جان پڑ جاتی۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر نے بہت اچھی لکھی پڑھنے کا مزہ آیا وہ دی رائٹر ہیں لیکن لکھنے کا انداز ایسا ہے کہ جیسے خوفناک میں پہلی بار یا دوسری بار انٹر ہوئی ہیں لیکن دوسرے رسالوں میں لکھتی رہی ہیں۔ گڈ عائشہ گڈ۔ کالی ڈائن نے بھی بہت مزا دیا ڈر کے ساتھ ساتھ سسپنس بھی تھا جو ایک اچھے رائٹر کی پہنچان ہوتا ہے سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں واپس رسالے کی طرف آنے کا شکریہ خونی مکھیاں انعام علی خان بہت خوب بھائی بہت خوب کیا موضوع لیا ہے یقیناً رسالے کو ایک اچھی تحریر پڑھنے کو دی ہے آپ نے۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ یہ تو خوفناک کی جان بنتی جا رہی ہیں ان کے لکھنے کا انداز سے پتہ چلتا ہے کہ بہت جلد یہ ایک بہت بڑی رائٹر کے روپ میں ہمارے سامنے ہوں گی دھند کے پار ان کی اقساط کو بھول نہ پائی ہوں۔ ... اچھا لگتا تھا دھند کے پار میں کہ ایک سایہ دھند کی طرف جاتا ہے اور پھر دھندلا ہو جاتا ہے اپنا وجود کھو دیتا ہے دیکھنے والے کو پھر سے دکھائی نہیں دیتا ہے کیا لفظوں کا چناؤ ہوتا ہے ۔ ویلڈن۔ اعلیٰ ویلڈن۔ خون اور ... کامران احمد بھائی کہانی اچھی تھی لیکن موضوع صدیوں پرانا تھا۔ لیکن جو بھی لکھا اچھا لکھا بس لکھتے جائیں ... ممی بانو پری۔ زاہد اقبال اٹک ایک اچھی پڑھنے کو دی ہے مزہ آیا لیکن کہیں کہیں قلم میں جھول دکھائی دی تھی لگتا ہے وہ بھی آپ ٹھیک کر لیں گے۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ آپ کی تعریف نہ کرنا یوں سمجھو کہ سراسر زیادتی ہو گی آپ کے ساتھ۔ آپ نے اس وقت بھی رسالے کا ساتھ دیا جب بڑے رائٹر اس سے آؤٹ ہو گئے تھے ایک آپ اور ایک ساحل دعا بخاری۔ بہت خوب قم قم بہت خوب آپ نے ہر موضوع کو لکھا اور بہت ہی اچھا لکھا ہے۔ آپ نے رسالے کو دیکھ کر مجھے اس میں پہلے ہی شوخیاں دکھائی دینے لگی ہیں پہلے سی

رونقیں نظر آنے لگی ہیں اور یہ سب جریاض احمد کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ وہ پرانے رائٹروں کو ایک ایک کر کے سامنے لا رہے ہیں جو تقریبا رسالے سے دور چلے گئے تھے جن میں جو ابھی مجھے نظر آ رہا ہے وہ نور اسلم صاحب ہیں انیلہ غزل ہیں اور بھی چند لوگ ہیں اور جلوہ ٹی کے شمارے میں محمد ذاکر صاحب ہیں جو طلسمی ٹوپی کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم پڑا ہے کہ فروری میں خالد شاہان بھی اپنی ایک قسط وار کہانی کے ساتھ جلوہ فروز ہیں۔ اور ایک اور رائٹر جن کا نام میں سپنس میں رکھنا چاہتی ہوں کیونکہ انہوں نے بہت عرصہ پہلے لکھا تھا اور ایسا لکھا تھا کہ پڑھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ اس کے علاوہ عثمان غنی بھی جلد انٹری دے رہے ہیں۔ اور یہ سب ریاض صاحب کی محنت کا نتیجہ ہے جو انہوں نے رائٹرز سے اپیل کی تھی کہ سب ہی واپس آ جائیں ایک اتنا بڑا رائٹر کیسے اور ان کے چاہنے والے کیسے نہ آئیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اور بھی بہت سی معلومات مل رہی ہیں جو رسالے کی رونق کو دوبالا کرنے کے لیے کافی ہیں اور یقینا خوفناک میں پھر کوئی بھی کمی باقی نہیں رہے گی۔ جہاں تک میں نے محسوس کیا ہے کہ خوفناک پڑھنا کسی نے چھوڑا نہ تھا بس لکھتے نہ تھے کیونکہ جب کنگ آف خوفناک ریاض احمد نے اپیل کی تھی تو ساتھی واپس آنے لگے تو اس کا مطلب یہی ہوا ناں کہ وہ سب خوفناک پڑھتے تھے۔ خط طویل ہو گیا ہے لیکن لکھنے کا مزہ آیا ہے کیونکہ جب تک کہانی کے ساتھ انٹری نہیں دے پا رہی تھی آپ لوگوں کی محفل میں ایسے ہی رہنا چاہتی ہوں تا کہ آپ سب کو معلوم ہو سکے کہ میں رسالے سے دور نہیں ہوں دور بھی کیسے رہوں اسی رسالے نے ہمیں ایک پہچان دی ہے ایک نام دیا ہے اور اس سے بغاوت خود سے بغاوت ہوگی۔ آخر میں میری طرف سے سب کو خلوص بھرا اسلام۔

---------------------- اقرار احیل سیالکوٹ۔

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا حد سے زیادہ خوشی ہوئی کہ اتنی جلدی مل گیا لیکن اچھا لگا بلکہ بہت ہی اچھا لگا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم بھائی کی آخری قسط پڑھی بہت ہی اچھی کہانی تھی بہت سپنس تھا پڑھنے کا مزہ آیا مبارک باد قبول ہو۔ موت کی منزل پرنس کریم بہت ہی خوف لے کر آگے بڑھ رہے ہیں بہت ہی اچھی کہانی ہے اس میں ڈر کے علاوہ سپنس بھی موجود ہے جو پڑھنے والے کو اپنے حصار میں جکڑے رکھتا ہے ویلڈن بھائی ویلڈن۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر نے بہت اچھی لکھی پڑھنے کا مزہ آیا۔ گڈ عائشہ ویری گڈ اسی طرح لکھتی رہو بہت جلد کامیابی کی منزلیں طے کر لو گی۔ کالی ڈائن نے بھی بہت مزا دیا مبارک باد کے گلدستے آپ کے لیے۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں واپس رسالے کی طرف آنے کا شکریہ بہت خوب لکھی ہے آپ نے یہ تحریر پڑھنے کا مزہ آیا۔ مبارکباد۔۔ خونی مکھیاں انعام علی خان بہت خوب کیا موضوع تھا ویلڈن اسی طرح لکھتے رہیے گا۔ در تو بہ ساحل دعا بخاری۔ آپ کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے کیونکہ آپ کا انداز تحریر بہت ہی سویٹ ہوتا ہے بہت ہی اچھا لگتا ہے آپ کی تحریر پڑھ کر یہاں تک کہ جنات سے خوف کی بجائے ان کے ساتھ دوستی کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے یوں لگتا ہے کہ اتنی زیادہ طاقتیں رکھنے کے باوجود بھی وہ جنات انسان کے دوست ہیں لفظوں کا چناؤ بہت ہی سویٹ ہوتا ہے۔ ویلڈن ساحل دعا بخاری ویلڈن۔ خون آشام۔ کامران احمد بھائی کہانی اچھی تھی۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال اٹک ایک اچھی تحریر تھی پڑھنے کا مزہ آیا۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ آپ کی تعریف نہ کرنا یوں سمجھ لو کہ سراسر زیادتی ہوگی آپ میری فیورٹ بن چکی ہیں جس شمارے میں آپ کی تحریر نہ ہو وہ اب پھیکا پھیکا سا لگنے لگے گا۔ مبارک باد قبول ہو۔ کالم بھی خوب رہے سب کو سلام۔

---------------------- کشور کرن۔ پتوکی۔

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ اب یقیناً ہم لوگوں کو اسے حاصل کرنے کے لیے طویل انتظار نہیں پڑے گا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا ہر شمارے میں اسلامی صفحہ ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط بہت ہی اچھی کہانی تھی پڑھنے کا مزہ آیا مبارک باد قبول ہو۔ موت کی منزل پرنس کریم بہت ہی اچھے انداز میں آگے بڑھ رہی ہیں لیکن اب یوں محسوس ہو رہا ہے کہ یہ کسی بھی وقت ختم ہو جائے گی کیونکہ کامیابی کی تمام منازل اس نے طے کر لیں ہیں وہ سب کو پڑھنے کو دے دیا ہے جو اس میں تھا اب یقیناً یہ کہانی اینڈ کے مراحل میں ہوگی۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر نے بہت اچھی لکھی عنوان تو پرانا تھا لیکن انداز تحریر بہت ہی اچھا تھا بہت ہی ڈروانا تھا مبارک باد۔ کالی ڈائن ایک اچھی تحریر تھی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں واپس رسالے میں کافی عرصہ بعد دکھائی دیئے ان کی دوبارہ آمد پر ہم انہیں ویلکم کہتے ہیں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان بہت اچھی لگی مبارک باد۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ ویلڈن ساحل ویلڈن کیا کہانی لکھنے کو دی ہے ایسی کہانیاں بھی ہونی چاہیے خوفناک میں ہر قسم کا موضوع ہونا چاہیے تاکہ پڑھنے والے کو معلوم ہو سکے کہ خوفناک ڈائجسٹ میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں ہے یہ ایک مکمل رسالہ ہے اس میں وہ سب کچھ ہے جو شاید کسی دوسرے رسالے میں نہیں ہے۔ بہت ہی زیادہ مبارک باد۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔ اس کچھ بات کر لوں کنگ آف خوفناک ڈائجسٹ ریاض احمد سے آپ کہاں غائب ہیں۔ آپ نے ہمیں کہا اور ہم لوٹ آئے اور ہم نے کہا تو آپ کیوں نہیں لوٹے بتائے گا ضرور۔ ہمیں آپ کی تحریروں کا انتظار ہے جہاں آپ دوسرے رائٹروں کو جمع کر رہے ہیں ان میں اپنا نام بھی شامل کریں ہمیں دوسروں کے ساتھ ساتھ آپ کی تحریر کا بھی انتظار ہے امید ہے کہ جلد اپنی قسط وار کہانی کے ساتھ شامل ہو کر ہمیں نئے سال کی خوشیاں دوبالا فراہم کریں گے۔ باقی سب کو سلام

--------------خوشبو سلیم قادری۔ اینڈ یاسمین سلیم قادری۔ کراچی۔

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ اب یقیناً ہم لوگوں کو اسے حاصل کرنے کے لیے طویل انتظار نہیں پڑے گا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔ موت کی منزل پرنس کریم۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پرمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔ دعا ہے کہ نیا سال ہم سب کے لیے خوشیاں لے کر آئے آمین۔

--------------------نرگس ناز سکھر۔

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔ موت کی منزل پرنس کریم۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پرمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

--------------------زاہد اقبال۔ پتوکی۔

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط بہت ہی اچھی رہی۔موت کی منزل پرنس کریم۔اب اس کا اینڈ کردیں۔بھٹکتی روح عائشہ سحر ایک لاجواب تحریر تھی۔کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی ایک بہترین سٹوری تھی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں ویلڈن۔خونی مکھیاں انعام علی خان بہت خوب۔درتوبہ ساحل دعا بخاری کیا کہنے آپ کے ایسی طرح لکھتی رہو۔خون آشام۔کامران احمد ویری گڈ۔گل بانو پری۔زاہد اقبال مبارک باد۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔بہت ہی خوب لکھا ہے آپ نے آپ اسی طرح لکھتی رہیں سب رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

---------عمر دراز آکاش۔جڑانوالہ

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا ٹائٹل بہت ہی اچھا تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط پسند آئی اینڈ بہت اچھے انداز میں ہوا۔مبارک باد۔موت کی منزل پرنس کریم بہت اچھے انداز میں آگے بڑھتی جارہی ہے۔مبارک باد۔بھٹکتی روح عائشہ سحر نام پرانا تھا لیکن کہانی مزے کی تھی۔کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی بہت مبارکباد۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں ویلڈن۔خونی مکھیاں انعام علی خان بہت ہی خوب لکھا آپ نے۔درتوبہ ساحل دعا بخاری ایک اچھا موضوع تھا مبارک باد۔خون آشام۔کامران احمد کوشش جاری رکھیں جلد کامیابی ملے گی۔گل بانو پری۔زاہد اقبال ویری گڈ۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔ویلڈن۔۔بہت ہی مزا آیا ایسے ہی لکھتی رہے گا۔

---------افنان محمود۔رکن بٹی

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

---------مسکان کنگن پور

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

---------عائشہ سحر۔اسلام آباد

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم ۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ

کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-----------------شازیہ جاوید شازی۔ڈنگہ

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر کی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-----------------ارمان سنگم مانی فیصل آباد

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر کی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-----------------ایم عمیر مظہر سنی۔تبکیاں

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرکس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر کی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-----------------مدثر سکندری۔بنوں

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر کی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-----------------عطاءاللہ شاد۔جڑانوالہ

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی ملگیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر کی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-----------------شکیل احمد۔تربت

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر یمی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

----------------محمد طیب کنول لاہور

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر یمی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

----------------سید عبارت کاظمی ڈی آئی خان

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر یمی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

----------------نور محمد اسلم۔سلانوالی

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر یمی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

----------------سیف الرحمٰن زخمی منگلا ڈیم

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل پرنس کریم۔بھٹکتی روح عائشہ سحر۔کالی ڈائن عدنان عاشق پر یمی۔سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔خونی مکھیاں انعام علی خان۔درتوبہ ساحل دعا بخاری۔خون آشام۔کامران احمد۔گل بانو پری۔زاہد اقبال۔احساس ندامت۔قم قم نشاد۔یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

----------------غلام رسول پریمی قصور

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی دیدہ نظر تھا۔۔اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔موت کی منزل

پرنس کریم۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-------------------خالد شاہ لاہور

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی جاذب نظر تھا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔ موت کی منزل پرنس کریم۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-------------------قیصر جمیل پروانہ ماموں کانجن

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی پیارا تھا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔ موت کی منزل پرنس کریم۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-------------------اسحاق انجم قصور

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل ویری ویری گڈ۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔ موت کی منزل پرنس کریم۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-------------------انیقہ بلوچ۔ حیدر آباد

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت نائس تھا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔ موت کی منزل پرنس کریم۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

-------------------ولی اعوان لاہور

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل پسند آیا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خواجہ عاصم کہانی کی آخری قسط۔ موت کی منزل پرنس کریم۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتوبہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ

کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

----------------حیدر علی دانش چونترہ

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل سندر تھا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خولجہ عاصم کہانی کی آخری قسط کمال کی تحریر تھی مزا آیا۔ موت کی منزل پرنس کریم ویری گڈ لکھتے جایئے۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں۔ خونی مکھیاں انعام علی خان۔ درتو بہ ساحل دعا بخاری۔ خون آشام۔ کامران احمد۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

----------------وسیم احمد گگو منڈی

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت دل کو لگا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خولجہ عاصم کہانی کی آخری قسط اینڈ اچھا تھا۔ موت کی منزل پرنس کریم اینڈ کا انتظار ہے۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر اچھی تھی۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی درمیانی تھی محنت کی ضرورت ہے۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں اچھی واپسی ہوئی۔ خونی مکھیاں انعام علی خان انوکھا موضوع تھا۔ درتو بہ ساحل دعا بخاری کہانی پڑھ کر موت نظروں سے گھومتی نظر آنے لگی ویلڈن۔ خون آشام۔ کامران احمد ویری گڈ۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد۔ یہ کہانیاں بھی بہت ہی اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو بھی دلی مبارک باد۔

----------------کنزہ صالحہ فورٹ عباس

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل اچھا لگا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خولجہ عاصم کہانی کی آخری قسط لاجواب تھی۔ موت کی منزل پرنس کریم اینڈ کر دیں تاکہ ہمیں پتہ چل سکے کہ دونوں میں کون جیتی کون ہاری۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر سحرانہ آنکھیں سے بہتر تھی۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی مزیدار تحریر تھی۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں ویری گڈ۔ خونی مکھیاں انعام علی خان اسی طرح لکھتے رہیے مبارک باد۔ درتو بہ ساحل دعا بخاری آپ کی ہر تحریر پڑھنے میں مزا آتا ہے۔ خون آشام۔ کامران احمد کمال کی تحریر تھی۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال ویلڈن۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد ویلڈن مزید لکھیں۔ سب کو دلی مبارک باد۔

----------------اسد شہزاد گوجرہ

دسمبر کا خوفناک ڈائجسٹ جلد ہی مل گیا رسالہ جلدی شائع کرنے کا بہت شکریہ ٹائٹل بہت ہی پیارا تھا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر سکون ملا اور ایمان تازہ ہوا۔ کالا جادو خولجہ عاصم کہانی کی آخری قسط جاندار رہی۔ موت کی منزل پرنس کریم اچھی کہانی ہے پڑھنے کا مزہ آیا۔ بھٹکتی روح عائشہ سحر بہت اچھی کہانی تھی۔ کالی ڈائن عدنان عاشق پریمی ویلڈن بھائی ویلڈن۔ سیاہ سایہ محمد سلیم جہانیاں مبارک باد۔ خونی مکھیاں انعام علی خان اچھا موضوع تھا لکھتے رہیے گا۔ درتو بہ ساحل دعا بخاری بہت ہی عبرت ناک کہانی تھی۔ خون آشام۔ کامران احمد اچھی تحریر تھی۔ گل بانو پری۔ زاہد اقبال ویری گڈ۔ احساس ندامت۔ قم قم نشاد بہت خوب لکھا مزا آیا۔

----------------کامران احمد کراچی

کوپن

خوفناک

یہ شعر مجھے کیوں پسند ہے

یہ کوپن کاٹ کر ہمیں ارسال کریں، ہم آپ کا شعر "خوفناک ڈائجسٹ" میں شائع کریں گے۔
اس کوپن میں اپنا پسندیدہ شعر لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ شعر معیاری ہو غیر معیاری شعر شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

میرا بہترین شعر

____

____

مکمل پتہ ________

____

خوفناک کوپن

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام ومقام

نام .... شہر ....

شعر ....

....

....

....

شعر بھیجنے والے کا نام .... شہر ....